عمران سیریز
بلینگ مشن
مظہر کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول "بلینک مشن" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ناول پاکیشیا میں غیر ملکی ایجنٹوں اور پاکیشیا کی انڈر ورلڈ کے گروپوں کے درمیان ایک فارمولے کے حوالے سے ہونے والی زبردست اور خونریز کشمکش پر مبنی ہے جس میں ٹائیگر پر ہونے والے قاتلانہ حملے نے اسے موت کے دہانے میں دھکیل دیا اور ٹائیگر پر ہونے والے اس حملے نے عمران کو اس فارمولے میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا اور پھر جب عمران میدان میں اترا تو اسے معلوم ہوا کہ اس فارمولے کے حصول کے لئے درپردہ کس قدر خوفناک جنگ ہو رہی ہے لیکن عمران نے زبردست اور خونریز جدوجہد کے بعد حاصل ہونے والا فارمولا خود جا کر گریٹ لینڈ کے ایجنٹوں کے حوالے کر دیا۔ عمران نے ایسا کیوں کیا اور کیا اسے ایسا کرنا بھی چاہیئے تھا یا نہیں۔ ان سب سوالات کے جواب آپ کو ناول پڑھ کر ہی معلوم ہوں گے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ منفرد انداز کا ناول آپ کے اعلیٰ معیار پر ہر لحاظ سے پورا اترے گا۔ اپنی آراء سے بذریعہ خطوط یا ای میلز مجھے ضرور مطلع کریں اور ناول کے مطالعہ سے پہلے اپنے چند خطوط اور ای میلز اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیں کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کسی صورت کم نہیں ہیں۔

حاصل پور سے رانا جنید احمد خان لکھتے ہیں۔ ''آپ کے ناول گزشتہ آٹھ سالوں سے پڑھ رہا ہوں۔ البتہ اب آپ سے شکایت پیدا ہوگئی ہے کہ آپ نے جولیا کا ایکشن بہت کم کر دیا ہے۔ جولیا کو نفسیاتی مسائل سے نکال کر عملی میدان میں لے آئیں۔ سلیمان کو بھی کچن سے نکال کر فیلڈ میں لے آئیں۔ عمران کو آپ عقلمند بناتے جا رہے ہیں حالانکہ وہ احمق زیادہ اچھا لگتا ہے۔ امید ہے آپ ضرور توجہ کریں گے''۔

محترم جنید احمد خان صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پڑھنے کا بے حد شکریہ۔ جولیا اب آہستہ آہستہ نفسیاتی مسائل سے باہر آ رہی ہے اور جلد ہی اس کی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آ جائیں گی۔ البتہ سلیمان کو کچن سے نکال کر فیلڈ میں لے آنے کا مطلب ہے کہ آپ عمران کو فلیٹ میں پابند کرنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے سلیمان کی کارکردگی کے سامنے عمران اسی طرح بے کار ہو جائے گا جس طرح عمران کی کارکردگی کے مقابل ٹیم کے ممبرز بے کار رہتے ہیں۔ جہاں تک عمران کے عقلمند ہونے کا تعلق ہے تو بہرحال عمر کے ساتھ ساتھ عقل بھی بڑھتی رہتی ہے اس لئے کچھ نہ کچھ فرق تو بہرحال پڑے گا جو آپ کو برداشت کرنا ہوگا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

سکھر (سندھ) سے فہد حسین لکھتے ہیں۔ ''گزشتہ دس سالوں سے نہ صرف میں بلکہ بھائی اور والدہ سب آپ کے ناول پڑھ رہے ہیں۔ ہمیں آپ کی تحریر بے حد پسند ہے۔ کرنل فریدی، میجر

پرمود اور عمران کا ایک مشترکہ خاص نمبر ضرور اور جلد لکھیں۔ امید ہے آپ ضرور توجہ دیں گے''۔

محترم فہد حسین صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ میں آپ کی والدہ اور بھائیوں کا بھی بے حد مشکور ہوں کہ وہ میرے قاری ہیں۔ ایک مشترکہ ناول ہاٹ ورلڈ تو شائع ہو چکا ہے اور مزید مشترکہ ناول انشاء اللہ جلد ہی شائع ہوگا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

بھکر سے محمد سلیم خان لکھتے ہیں۔ ''آپ کا ناول ''رابن ہڈ'' اس قدر پسند آیا کہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ بھکر میں ہمارا پورا گروپ ہے جو آپ کے ناول پڑھتا ہے اور سب کو آپ کے ناول بے حد پسند ہیں۔ البتہ عمران پر ہمیں اس وقت غصہ آتا ہے جب وہ جوزف اور جوانا کو جھڑکتا ہے حالانکہ وہ اس پر اپنی جان نچھاور کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ امید ہے آپ عمران کو سمجھائیں گے''۔

محترم محمد سلیم خان صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے پر آپ کا اور آپ کے پورے گروپ کا بے حد شکریہ۔ عمران، جوزف اور جوانا کو بالکل اسی انداز میں جھڑکتا ہے جیسے استاد اپنے شاگرد پر غصہ کرتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ اس کا مقصد شاگرد کی بھلائی ہوتا ہے ورنہ تو عمران کو بھی معلوم ہے جوزف اور جوانا کے جذبات و خیالات اس کے بارے میں کیا ہیں۔ پھر بھی آپ کے جذبات عمران تک پہنچا دیئے جائیں گے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

ڈیرہ غازی خان سے حافظ ساجد ندیم لکھتے ہیں۔ ''آپ کے ناول پسند ہیں لیکن آپ نے عمران کو اب سنجیدہ اور بوڑھا کر دیا ہے۔ وہ اب نہ احمقانہ حرکتیں کرتا ہے نہ چیونگم چباتا ہے نہ مخصوص ٹیکنی کلر لباس پہنتا ہے جبکہ ہمیں ایسا ہی عمران چاہئے۔ امید ہے آپ اسے دوبارہ اس روپ میں لے آئیں گے''۔

محترم حافظ ساجد ندیم صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ آپ کی عمر اٹھارہ سال ہے۔ یقیناً اب آپ بچپن سے نکل کر نوجوانی کی حدود میں داخل ہو گئے ہیں تو آپ ذرا پیچھے مڑ کر دیکھیئے۔ کیا آپ اب بھی وہی شرارتیں کرتے ہیں۔ وہی باتیں کرتے ہیں جو آپ پانچ چھ سال کی عمر میں کرتے تھے۔ یقیناً ایسا نہیں ہو گا۔ اب آپ بچپن کی نسبت زیادہ باشعور اور سمجھ دار ہو گئے ہوں گے۔ اسی طرح عمران بھی آگے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ سب فطری ہے۔ امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے اور آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

سیاہ رنگ کی کار ایک تین منزلہ عمارت کے کمپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہوئی اور پھر مڑ کر سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ میں جا کر رک گئی۔ کار سے ایک نوجوان عورت اور ایک نوجوان مرد نیچے اترے اور پھر کار کو لاک کر کے وہ دونوں پارکنگ سے نکل کر عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

''باس نے آج اچانک کال کر لیا ہے۔ کوئی خاص بات لگتی ہے''...... نوجوان لڑکی نے نوجوان مرد سے مخاطب ہو کر کہا۔

''کال بھی ہیڈکوارٹر سے کی گئی ہے اس لئے کوئی خاص بات ہی ہو گی ورنہ عام بات تو فون پر بھی بتائی جا سکتی تھی''...... نوجوان مرد نے جواب دیتے ہوئے کہا اور وہ دونوں عمارت کے مین گیٹ میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک بزنس پلازہ تھا اور اس کی ہر منزل پر بڑی بڑی کمپنیوں کے آفسز تھے اس لئے وہاں آنے جانے والوں کا

خاصا رش دکھائی دے رہا تھا۔ لفٹیں اوپر نیچے آ جا رہی تھیں۔ وہ دونوں بھی ایک لفٹ میں سوار ہو کر تیسری منزل پر پہنچ گئے۔ یہاں مختلف کمپنیوں کے دفاتر تھے۔ وہ دونوں راہداری کے آخر میں موجود ایک کمپنی کے آفس کا شیشے والا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو یہاں ہال میں بڑے بھرپور انداز میں کام ہو رہا تھا جبکہ کونے میں ایک بیضوی کاؤنٹر کے پیچھے ایک نوجوان لڑکی موجود تھی جس کے عقب میں ایک شیشے کا دروازہ تھا۔ نوجوان لڑکا اور لڑکی دونوں اس کاؤنٹر پر پہنچ گئے۔

”یس“...... کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھی لڑکی نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”پارکر اور مارگریٹ۔ گریڈ ون“...... اس نوجوان لڑکے نے کہا تو کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے ایک سائیڈ پر رکھی ہوئی فائل اٹھائی اور اسے کھول کر دیکھنے لگی۔

”یس۔ ادھر سے آ جائیں۔ صرف پندرہ منٹ کا وقت ہے“...... کاؤنٹر گرل نے کہا اور ایک سائیڈ سے کاؤنٹر کا تختہ اٹھا دیا۔ اب دروازے تک جانے کا راستہ بن گیا تھا۔ وہ دونوں اس راستے سے دروازے پر پہنچے اور پھر نوجوان نے دروازہ کھولا اور خود ایک سائیڈ پر ہو گیا تو نوجوان لڑکی نے مسکراتے ہوئے دوسری طرف قدم رکھ دیا۔ اس کے عقب میں وہ نوجوان بھی اندر داخل ہوا۔ یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس کا اختتام ایک کمرے میں

ہو رہا تھا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ بڑی سی آفس ٹیبل کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا۔ سر بالوں سے یکسر بے نیاز تھا اور چہرے پر سختی کے تاثرات جیسے ثبت تھے۔ اس کی آنکھوں سے بھی تندی کے تاثرات نمایاں تھے۔

”میرا نام پارکر ہے اور یہ مارگریٹ ہے۔ گریڈ ون“۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر اپنا اور اپنی ساتھی عورت کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”بیٹھو“...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے سخت اور سرد لہجے میں کہا تو وہ دونوں میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ادھیڑ عمر آدمی نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک فائل نکال کر اپنے سامنے رکھ کر اسے کھولا اور پھر صفحات پلٹنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد اس کی نظریں ایک صفحے پر جم گئیں اور پھر اس نے فائل بند کر دی۔

”تم اکٹھے رہتے ہو“...... ادھیڑ عمر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”یس باس۔ ہم میاں بیوی ہیں“...... پارکر نے جواب دیا۔

”میاں بیوی۔ لیکن گریڈ میں تو شادی کی اجازت ہی نہیں دی جاتی“...... باس نے چونک کر اور قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”گریڈ ون میں اجازت ہے۔ باقی گریڈوں میں نہیں“۔ پارکر

نے ہی جواب دیا جبکہ مارگریٹ خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ باس نے ایک بار پھر فائل کھولی اور اس کے صفحے پلٹنے شروع کر دیئے۔ پھر ایک صفحے پر اس کی نظریں جم گئیں۔

"یس۔ اس میں موجود ہے"...... باس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور فائل بند کر دی۔

"تم نے کبھی پاکیشیا میں کوئی کام کیا ہے"...... باس نے پوچھا۔

"پاکیشیا میں تو نہیں کیا البتہ کافرستان میں ہم نے چار مشن مکمل کئے ہیں۔ ہمیں وہاں کی زبان بھی آتی ہے۔ پاکیشیا اور کافرستان دونوں کی مشترکہ زبان"...... پارکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پاکیشیا کی سیکرٹ سروس اور علی عمران کے بارے میں بھی کچھ جانتے ہو"...... باس نے پوچھا۔

"یس باس۔ سنا ہوا ہے کہ یہ سروس بے حد تیز رفتاری سے کام کرتی ہے لیکن علی عمران کا براہ راست اس سروس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ باقاعدہ مشن کے لئے ہائر کیا جاتا ہے اور بظاہر احمق اور مسخرہ آدمی ہے لیکن حقیقتاً انتہائی خطرناک سپر ایجنٹ ہے"...... پارکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پاکیشیا میں ایک معمولی سا مشن ہے جس کے لئے تمہارے چیف نے تمہاری سفارش کی ہے۔ تمہاری فائل پڑھنے کے بعد میں بھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم یہ کام آسانی سے کر لو گے"...... باس نے کہا۔

"جس کام کے لئے چیف ہمیں ریکمنڈ کرے وہ معمولی ہو ہی

نہیں سکتا۔ بہرحال فرمائیں۔ کیا کام ہے۔ ہم تیار ہیں"...... پارکر نے کہا۔

"کیا تم گونگی ہو"...... باس نے اس بار مارگریٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"گونگی نہیں ہوں لیکن جب مرد باتیں کر رہے ہوں تو عورت کو خاموش رہنا چاہئے"...... مارگریٹ نے جواب دیا۔

"یہ بات میں پہلی بار سن رہا ہوں ورنہ عورتوں کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ وہ چپ رہنا جانتی ہی نہیں"...... باس نے کہا لیکن اس کے لہجے اور چہرے پر سختی ویسے ہی موجود تھی۔

"مرد فضول معاملات پر زیادہ باتیں کرتے ہیں جبکہ عورتیں کام کی باتیں کرتی ہیں جیسے اب تک ہمیں یہاں آئے ہوئے دس منٹ ہو چکے ہیں اور ابھی تک آپ دونوں فضول باتیں کر رہے ہیں"۔ مارگریٹ نے جواب دیا تو باس کے چہرے پر یکلخت غصے کی سرخی ابھر آئی لیکن پھر وہ نارمل ہو گیا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو"...... باس نے کہا اور میز کی دراز کھول کر اس میں سے سرخ کور والی ایک فائل نکال کر اس نے اسے پارکر کی طرف بڑھا دیا۔

"مشن کی تفصیل اس میں درج ہے اور تم نے آج رات ہی روانہ ہونا ہے۔ میں تمہیں ایک ہفتہ دے رہا ہوں۔ اس ایک ہفتے میں مشن مکمل ہو جانا چاہئے۔ تم اب جا سکتے ہو"...... باس نے کہا تو

وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

''تھینک یو باس۔ ہم آپ کی توقع پر پورا اتریں گے''...... پارکر نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ اس کے پیچھے مارگریٹ بھی مڑی اور تھوڑی دیر بعد وہ دونوں آفس سے نکل کر لفٹ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

''یہاں ریستوران ہے۔ کچھ کھا نہ لیا جائے''...... مارگریٹ نے کہا۔

''ہاں آؤ''...... پارکر نے کہا اور پھر وہ دونوں بلڈنگ کے ایک کونے میں بنے ہوئے چھوٹے سے ریستوران کی طرف بڑھ گئے۔ ایک خالی میز کے گرد بیٹھ کر انہوں نے ویٹر کو برگر اور مشروبات لانے کا کہا تو ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ پارکر نے جیب میں تہہ کر کے رکھی ہوئی فائل نکالی اور اسے کھول کر پڑھنا شروع کر دیا۔ فائل میں صرف دو ورق تھے جن پر باریک باریک الفاظ میں ٹائپ کیا گیا تھا۔ جب پارکر نے فائل پڑھ لی تو اس نے فائل مارگریٹ کی طرف بڑھا دی۔

''اسے جیب میں واپس رکھ لو۔ مجھے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے''...... مارگریٹ نے کہا۔

''کیوں۔ کیا تم مشن میں میرے ساتھ نہیں جا رہی''...... پارکر نے چونک کر کہا۔

''میں نے یہ کب کہا ہے۔ میں اس لئے نہیں پڑھنا چاہتی کہ

مجھے معلوم ہے کہ مشن کیا ہے''...... مارگریٹ نے کہا۔ اسی لمحے ویٹر ان کا مطلوبہ سامان ٹرالی میں رکھ کر لے آیا اور اس نے سامان ان کی میز پر رکھا اور ٹرالی لئے واپس چلا گیا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے''...... پارکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مجھے چیف نے فون پر بتایا تھا پھر تم آئے تو چیف نے دوبارہ فون کیا اور ہمیں ہیڈکوارٹر جانے کا حکم دیا تھا''...... مارگریٹ نے ٹماٹو کیچ اپ بوتل سے پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ لیکن میرا تجربہ ہے کہ جو مشن بظاہر آسان نظر آ رہا ہو وہ خاصا مشکل ثابت ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت مشکل ہو جائے گا جب اس کا علم پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ہو جائے گا''۔ پارکر نے فائل بند کر کے واپس کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

''پہلے کھا پی لو پھر بات کریں گے''...... مارگریٹ نے کہا اور پھر وہ برگر کھانے میں مصروف ہو گئی۔ پارکر نے بھی اس کی بات پر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ بھی کھانے میں مصروف ہو گیا۔ کھانے کے بعد انہوں نے مشروب پیا اور پھر پارکر نے بل دے کر ویٹر کو ٹپ دی اور وہ دونوں اٹھ کر عمارت سے باہر آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد کار ان کی رہائش گاہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

''ہاں۔ اب بولو۔ کیا کہنا چاہتی تھی تم''...... پارکر نے ساتھ

بیٹھی ہوئی مارگریٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اس مشن کا کوئی تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے نہیں ہے۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ ہم وہاں جا کر اس عمران کو فون پر باقاعدہ چیلنج دے دیں۔ پھر ہی عمران یا پاکیشیا سیکرٹ سروس حرکت میں آ سکتی ہے ورنہ تم خود سوچو کہ گریٹ لینڈ سے فرار ہو کر پاکیشیا جا کر چھپ جانے والے ایک سائنس دان کو تلاش کرنا، اس سے گریٹ لینڈ سے چوری شدہ ایٹمی توانائی کا فارمولا واپس حاصل کر کے اعلیٰ حکام تک پہنچانا یہ کون سا مشکل کام ہے''...... مارگریٹ نے کہا۔

''اصل مسئلہ اس سائنس دان کو تلاش کرنا ہے لیکن یہ بھی سوچو کہ اتنا آسان کام ہوتا تو یہ گریڈ ون کو کیوں دیا جاتا۔ یہ کام تو گریڈ فور کے لوگ بھی کر سکتے تھے''...... پارکر نے کہا۔

''حکومت اس معاملے کو باقی ملکوں کے ایجنٹوں سے چھپانا چاہتی ہے کیونکہ جس فارمولے کو یہ سائنس دان چرا لایا ہے وہ اگر شوگران، روسیاہ یا کارمن کے ہاتھ لگ گیا تو گریٹ لینڈ کے مفادات کو شدید نقصان پہنچے گا اور اسی لئے ہمیں بھیجا جا رہا ہے''۔ مارگریٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس لئے سپر چیف نے خود یہ مشن دینے کی بجائے ہیڈ کوارٹر کے ذریعے مشن دیا ہے تاکہ کسی کو معلوم ہی نہ ہو سکے''...... پارکر نے کہا تو مارگریٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جولیا اپنے فلیٹ میں بیٹھی ایک مقامی رسالہ دیکھنے میں مصروف تھی کہ کال بیل کی آواز سن کر بے اختیار چونک پڑی۔

''اس وقت کون آ گیا ہے''...... جولیا نے رسالہ بند کر کے میز پر رکھتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''کون ہے''...... جولیا نے دروازہ کھولنے سے پہلے ڈور فون کا بٹن دبا کر کہا۔

''صالحہ اور صفدر''...... دوسری طرف سے صالحہ کی آواز سنائی دی تو جولیا کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ صالحہ اور صفدر کا اکٹھے آنا اس کے لئے حیرت کا باعث تھا۔ بہرحال اس نے دروازہ کھولا تو واقعی سامنے صالحہ اور اس کے عقب میں صفدر موجود تھا۔

"آؤ"...... جولیا نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو صالحہ اور صفدر ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے اندر داخل ہوئے تو جولیا نے دروازہ بند کر دیا۔

"آج تم دونوں اکٹھے کیسے پھر رہے ہو"...... ڈرائینگ روم میں پہنچ کر سلام دعا کے بعد جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"شاپنگ کرنی تھی وہ مل کر کی ہے۔ پھر ہم نے سوچا کہ تم سے ملے کئی روز ہو گئے ہیں اس لئے ملتے چلیں"...... صالحہ نے کہا۔

"اکٹھے شاپنگ۔ کیا مطلب۔ میں سمجھی نہیں"...... جولیا نے کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"کس بات کا مطلب نہیں سمجھی تم۔ شاپنگ کا یا اکٹھے کا۔ ویسے اگر تمہیں اس بات پر حیرت ہے کہ شاپنگ کا سامان کہاں ہے تو وہ کار میں موجود ہے"...... صالحہ نے کہا۔

"مجھے اکٹھے شاپنگ کرنے پر حیرت ہو رہی ہے۔ یہاں کا رواج تو یہ ہے کہ میاں بیوی ہی اکٹھے شاپنگ کرتے ہیں"...... جولیا نے کہا تو صالحہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ صفدر بھی مسکرا رہا تھا۔

"تمہارے منہ میں گھی شکر ڈالنے میں ابھی وقت لگے گا"۔ صالحہ نے ہنستے ہوئے کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔ صفدر اسی طرح بیٹھا مسکراتا رہا۔ جولیا نے فریج میں سے جوس کے تین ٹن

نکال کر ان دونوں کے ساتھ ساتھ ایک اپنے سامنے رکھا اور پھر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"تو تم ریہرسل کر رہی ہو اکٹھے شاپنگ کرنے کی"...... جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ صفدر صاحب کے ساتھ شاپنگ کرنے میں بڑا لطف آتا ہے۔ شاپنگ خود بخود ہو جاتی ہے"...... صالحہ نے جوس کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"خود بخود شاپنگ۔ کیا مطلب"...... جولیا نے چونک کر پوچھا۔

"بس رہنے دو شرارتیں۔ خواہ مخواہ ایک مسئلہ بنا لیا۔ مس جولیا۔ صالحہ ان دنوں اسی بلڈنگ میں رہ رہی ہے جس میں میرا فلیٹ ہے۔ اب چونکہ شاپنگ کرنا خواتین کا پسندیدہ مشغلہ ہے اس لئے صالحہ نے کہا کہ میں اس کے ساتھ ریستوران میں چائے پینے چلوں تو میں چلا گیا۔ یہ ریستوران ایک بڑے بزنس پلازہ میں ہے جہاں دو تین بڑے شاپنگ ہال بھی ہیں۔ چائے پینے کے بعد صالحہ نے کچھ شاپنگ کرنی تھی۔ چنانچہ میں بھی ساتھ چلا گیا۔ بس اتنی سی بات ہے"...... صفدر نے کہا۔

"جولیا۔ صفدر صاحب کے ساتھ شاپنگ کرنے کا بڑا لطف آتا ہے۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ میں اس شاپنگ ہال کی سب سے قیمتی چیز خریدوں اور جب میں ان کے کہنے کے باوجود نہیں خریدتی تو یہ اسے خود خرید کر مجھے تحفے میں دے دیتے ہیں۔ اب میں ایسا

کرتی ہوں کہ جو چیز مجھے پسند آ جائے میں اس کی قیمت زیادہ ہونے کا بہانہ بنا کر واپس رکھ دیتی ہوں۔ پھر وہی چیز مجھے تحفے میں مل جاتی ہے''...... صالحہ نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

''اچھا۔ کیا تحفہ ملا ہے۔ مجھے تو بتاؤ''...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ ایک بریسلٹ ہے جس میں قیمتی ہیرے جڑے ہوئے ہیں''...... صالحہ نے کہا اور جیکٹ کی جیب سے ایک خوبصورت ڈبیہ نکال کر اس نے جولیا کے ہاتھ میں دے دی۔ جولیا نے اسے کھولا تو اس میں واقعی ہیرے جڑا ہوا ایک انتہائی خوبصورت اور قیمتی بریسلٹ موجود تھا۔

''مس جولیا۔ یہ واقعی میں نے اسے تحفے میں دیا ہے۔ لیکن''۔ صفدر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جولیا نے بریسلٹ کی ڈبیہ واپس صالحہ کو دے کر رسیور اٹھا لیا۔

''جولیا بول رہی ہوں''...... جولیا نے کہا۔

''صدیقی بول رہا ہوں مس جولیا۔ صفدر آپ کے فلیٹ پر تو نہیں ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جولیا بے اختیار چونک پڑی۔

''ہاں ہے۔ لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ یہاں ہو سکتا ہے''۔

جولیا نے حیرت بھری نظروں سے سامنے بیٹھے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا اندازہ تھا کیونکہ اپنے فلیٹ پر وہ موجود نہ تھا۔ اس سے میری بات کرائیں''...... صدیقی نے کہا تو جولیا نے رسیور صفدر کی طرف بڑھا دیا۔

''صدیقی کا فون ہے''...... جولیا نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا جبکہ جولیا نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

''صدیقی بول رہا ہوں صفدر''...... دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ صفدر بول رہا ہوں۔ کوئی خاص بات''...... صفدر نے کہا۔

''آپ اپنے فلیٹ پر واپس کب پہنچ رہے ہیں''...... صدیقی نے پوچھا۔

''جب تم کہو پہنچ جاؤں گا۔ لیکن مسئلہ کیا ہے''...... صفدر نے کہا۔

''آپ سے چائے پینی تھی''...... دوسری طرف سے صدیقی نے جواب دیا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

''تو پھر مس جولیا کے فلیٹ پر آ جاؤ۔ یہاں بھی چائے مل سکتی ہے اور مس جولیا مجھ سے زیادہ اچھی چائے بناتی ہیں''...... صفدر نے کہا تو جولیا مسکرا دی۔

''اوکے۔ میں آ رہا ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو صفدر نے رسیور رکھ دیا۔

''صدیقی تم سے کوئی خاص بات کرنا چاہتا ہے۔ میری وجہ سے وہ بات ٹال گیا ہے اور میں اس کے اس انداز پر حیران ہو رہی ہوں کہ اگر تم فلیٹ پر نہیں مل سکے تو پھر میرے فلیٹ پر ہوں گے''...... جولیا نے کہا۔

''اصل میں آپ کے فلیٹ کے علاوہ اور کہیں میں جاتا نہیں اس لئے صدیقی نے اندازہ لگایا ہو گا اور جہاں تک بات ٹالنے کا تعلق ہے تو ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ صدیقی کا مخصوص کوڈ فقرہ ہے۔ جب اس نے کوئی خاص بات کرنی ہو تو وہ کہتا یہی ہے کہ تم سے چائے پینی ہے''...... صفدر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو جولیا کے چہرے پر آ جانے والی رنجش کے تاثرات دور ہو گئے۔

''تو یہ بریسلٹ تمہیں صفدر نے تحفے میں دیا ہے۔ ویری گڈ۔ یہ تو اچھی علامت ہے''...... جولیا نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

''گھی شکر والی بات کی''...... صالحہ نے کہا تو جولیا اثبات میں سر ہلاتی ہوئی بے اختیار ہنس پڑی۔

''مس صالحہ پھر شرارت کر رہی ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ انہیں یہ بریسلٹ پسند آ گیا تھا۔ میں نے ان کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگایا لیکن پھر انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا کہ بہت مہنگا ہے اور واپس رکھ دیا تو میں نے خرید کر انہیں تحفے میں

دے دیا۔ بس اتنی سی بات ہے''...... صفدر نے کہا۔

''تم بتاؤ جولیا کہ یہ بس اتنی سی بات ہے یا گھی شکر والی بات منہ کے قریب آ رہی ہے''...... صالحہ نے کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔ پھر اسی طرح کی باتوں میں تھوڑا مزید وقت گزر گیا اور کال بیل کی آواز سنائی دی۔

''صدیقی ہو گا۔ میں کھولتا ہوں دروازہ''...... صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو باہر صدیقی موجود تھا۔ سلام دعا کے بعد وہ دونوں ڈرائینگ روم میں آ گئے۔

''اچھا تو صفدر صاحب کے ساتھ مس صالحہ بھی ہیں۔ مطلب ہے کہ ڈبل ایس موجود ہے''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ڈبل ایس نہیں ٹرپل ایس۔ آپ کا نام بھی تو ایس سے ہی شروع ہوتا ہے''...... صالحہ نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔ پھر جولیا اور صالحہ دونوں کچن میں چلی گئیں تا کہ چائے وغیرہ تیار کر سکیں۔

''کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات ہو گئی ہے''...... صفدر نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہاں۔ ایک مسئلہ سامنے آیا ہے۔ میں وزارت سائنس کے سیکرٹریٹ میں ایک دوست سیکشن آفیسر سے ملنے گیا تھا۔ وہاں ایک سائنس دان ڈاکٹر کمال احسن کی بات ہو رہی تھی جو طویل عرصہ تک

گریٹ لینڈ کی جوہری توانائی کے سلسلے میں کسی لیبارٹری میں کام کرتا رہا ہے۔ پھر اچانک وہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ حکومت گریٹ لینڈ نے اس سلسلے میں مراسلہ حکومت پاکیشیا کو بھجوایا ہے کہ اس ڈاکٹر کمال احسن کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ وہ پاکیشیا میں موجود ہے اور وہ گریٹ لینڈ سے جوہری توانائی کے سلسلے کا ایک انتہائی اہم اور خفیہ فارمولا بھی ساتھ لے آیا ہے۔ یہ فارمولا گریٹ لینڈ کی ملکیت ہے اور اسے ٹاپ سیکرٹ رکھا گیا تھا۔ حکومت گریٹ لینڈ چاہتی ہے کہ پاکیشیا میں اس سائنس دان کو ٹریس کیا جائے اور اس سے وہ فارمولا واپس لے کر گریٹ لینڈ بھجوایا جائے۔ جب میں نے یہ بات سنی تو مجھے اس میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔ میں نے مزید تفصیل معلوم کی تو پتہ چلا کہ باوجود شدید کوشش کے ڈاکٹر کمال احسن کا ابھی تک کوئی پتہ نہیں چل سکا حتیٰ کہ یہ کیس ملٹری انٹیلی جنس کو بھی بھجوایا گیا لیکن وہ بھی اسے ٹریس نہیں کر سکی جس پر میں نے سوچا کہ اگر چیف اجازت دے دے تو ہم اسے ٹریس کرنے کی کوشش کریں''...... صدیقی نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے صالحہ اور جولیا ٹرالی دھکیلتی ہوئیں واپس آ گئیں اور انہوں نے چائے کے برتن اور دیگر لوازمات کی پلیٹیں میز پر رکھنا شروع کر دیں۔

''کوئی خاص بات ہے صدیقی۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ کوئی خاص بات ہے''...... جولیا نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ایک چھوٹا سا مسئلہ سامنے آیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ چیف سے اس سلسلے میں بات کی جائے لیکن آپ کو تو معلوم ہے کہ چیف کو بعض اوقات غصہ جلدی آ جاتا ہے اس لئے میں نے سوچا کہ صفدر سے مشورہ کر لیا جائے''...... صدیقی نے کہا۔

''کیا مسئلہ ہے۔ مجھے بتاؤ۔ میں چیف سے بات کروں گی''۔ جولیا نے کہا تو صدیقی نے جو کچھ صفدر کو بتایا تھا وہ دوبارہ دوہرا دیا۔

''اسے ٹریس کرنے سے پاکیشیا کو کیا فائدہ ہو گا۔ فارمولا تو گریٹ لینڈ کا ہے اور اسے واپس چلا جائے گا اور بس۔ پاکیشیا کو کیا ملے گا''...... جولیا نے کہا۔

''یہ فارمولا اگر پاکیشیا کے لئے کوئی اہمیت رکھتا ہے تو اس کی کاپی خاموشی سے رکھی جا سکتی ہے یا گریٹ لینڈ سے معاہدہ کیا جا سکتا ہے اس فارمولے کے بارے میں''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ میرا خیال ہے کہ چیف اس بارے میں کام کرنے کی اجازت ہمیں دے دے گا۔ ویسے بھی آج کل ہمارے پاس کوئی کام نہیں ہے''...... جولیا نے کہا۔

''جبکہ میرا خیال ہے کہ ہمیں چیف سے بات کرنے کی بجائے عمران صاحب سے بات کرنی چاہئے''...... صفدر نے کہا تو سب چونک پڑے۔

''کیوں۔ وہ کیا کرے گا''...... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران نے اگر اس میں دلچسپی لی تو وہ اس کی اصل اہمیت معلوم کر لیں گے کہ اس کیس پر کتنا کام کیا جا سکتا ہے"...... صفدر نے کہا۔

"لیکن ایک بات ہے کہ عمران صاحب اس معاملے میں اگر داخل ہو گئے تو پھر وہی اندر رہیں گے۔ ہم سب باہر ہو جائیں گے"۔ صدیقی نے کہا۔

"نہیں۔ صفدر کا مشورہ درست ہے۔ عمران واقعی اس کی اہمیت معلوم کر لے گا اور وہ اگر چاہے تو اس سائنس دان کو بھی ٹریس کر لے گا جسے اب تک وزات سائنس اور ملٹری انٹیلی جنس بھی ٹریس نہیں کر سکی"...... جولیا نے صفدر کی تائید کرتے ہوئے کہا اور پھر صالحہ نے بھی عمران سے مشورہ کرنے کی رائے دے دی۔

"کمال ہے۔ سارے ووٹ عمران صاحب کے نکلے ہیں۔ بہرحال ٹھیک ہے۔ جمہوریت اسی کا نام ہے"...... صدیقی نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"مس جولیا۔ آپ عمران صاحب سے بات کریں"...... صفدر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ارے نہیں۔ میں نے بات کی تو اس نے چٹکیوں میں اڑا دینا ہے۔ تم خود بات کرو۔ تمہاری بات وہ سنتا ہے"...... جولیا نے فوراً ہی انکار کرتے ہوئے کہا۔

"مشن کے دوران میں نے دیکھا ہے کہ صفدر ہی عمران

صاحب سے بات کرتے ہیں۔ باقی سب تقریباً خاموش ہی رہتے ہیں"...... صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خالی صفدر تمہارے منہ سے اچھا نہیں لگتا۔ تم کافی چھوٹی ہو اس لئے صفدر صاحب کہا کرو"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مطلب ہے کہ آپ گھی شکر منہ میں ڈالنے کے لئے تیار بیٹھی ہیں۔ اگر میں نے انہیں صاحب کہا تو یہ مجھے بیگم کہہ دیں گے۔ پھر"...... صالحہ نے جواب دیتے ہوئے کہا تو کمرہ بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھا۔

"صفدر۔ عمران صاحب کو یہیں بلا لو۔ سب کے سامنے اس سے بات ہو جائے گی"...... صدیقی نے کہا۔

"تم اس سلسلے میں اتنے بے چین کیوں ہو رہے ہو۔ ہمارا مشن تو نہیں ہے۔ ایک آئیڈیا ہی ہے۔ کر لیں گے بات"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے ذہن میں وجہ آ گئی ہے کہ صدیقی کیوں اس قدر بے چین ہے کیونکہ گریٹ لینڈ والے اپنے طور پر کوشش کر سکتے ہیں اور اگر یہ ڈاکٹر کمال احسن ان کے ہاتھ لگ گیا تو پھر وہ فارمولا بھی لے جائیں گے اور ڈاکٹر کمال احسن کو بھی"...... جولیا نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر کمال احسن کو ساتھ لے جانے والی بات تو سمجھ میں نہیں

آتی۔ جو سائنس دان ان کا اس قدر اہم فارمولا لے آیا ہے اسے وہ اب زندہ نہیں چھوڑیں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ صفدر۔ تم کرو عمران کو فون"۔ جولیا نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فون کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

شیلٹن ہوٹل کی چوتھی منزل کے ایک کمرے میں ایک ادھیڑ عمر آدمی جس کی آنکھوں پر موٹے شیشوں والی نظر کی عینک موجود تھی بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ وہ بار بار مڑ کر دیوار پر لگے کلاک کو دیکھتا اور ایک بار پھر ٹہلنا شروع کر دیتا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ آدمی اس طرح فون کی طرف جھپٹا جیسے اگر اس نے فوری فون نہ سنا تو کوئی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

"یس۔ ڈاکٹر کاشف بول رہا ہوں"...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے رسیور اٹھاتے ہی تیز لہجے میں کہا۔

"کے اے بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب"...... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"آپ نے فون کرنے میں بہت دیر کر دی۔ آپ کا فون پندرہ منٹ پہلے آ جانا چاہئے تھا"...... ڈاکٹر کاشف نے قدرے غصیلے

لہجے میں کہا۔

''طیارہ لیٹ ہو گیا تھا اور جب تک میں یہاں نہ پہنچتا تب تک فون کیسے کر سکتا تھا''...... کے اے نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب آپ سلجان پہاڑی پر واقع سلجان ہوٹل پہنچ جائیں۔ وہاں آپ کے نام سے کمرہ نمبر ایک سو گیارہ بک ہے۔ وہاں پہنچ کر آپ مجھے فون کریں۔ اس کے بعد میں وہاں پہنچ جاؤں گا اور پھر بات ہو جائے گی''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''او کے''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈاکٹر کاشف نے رسیور رکھ دیا اور پھر وہ اس میز کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا جس پر فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور فون سیٹ کے نیچے لگے ہوئے بٹن پریس کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''یس۔ ماڈرن ٹریڈرز''...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''راجر سے بات کرائیں۔ میں ڈاکٹر کاشف بول رہا ہوں''۔ ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ راجر بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آوا سنائی دی۔

''ڈاکٹر کاشف بول رہا ہوں۔ کے اے کا فون آ گیا ہے۔ میں نے اسے سلجان ہوٹل کے کمرہ نمبر ایک سو گیارہ پہنچنے کا کہہ دیا ہے۔ کیا تم نے وہاں اپنا کام مکمل کر لیا ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''یس سر۔ آپ بے فکر ہو کر وہاں جائیں۔ ہم نے کمرے میں ضروری آلات چھپا دیئے ہیں اور ہمارے مسلح افراد بھی ارد گرد موجود ہوں گے اور آپ کو اشارے کا تو علم ہے۔ سر پر ہاتھ رکھ کر مخصوص اشارہ کریں گے تو یہ لوگ آپ کی مدد کے لئے پہنچ جائیں گے''...... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے''...... ڈاکٹر کاشف نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور س کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر طمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو ڈاکٹر کاشف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور ٹھا لیا۔

''یس۔ ڈاکٹر کاشف بول رہا ہوں''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''کے اے بول رہا ہوں ہوٹل سلجان کے کمرہ نمبر ایک سو گیارہ سے''...... دوسری طرف سے کے اے کی بھاری آواز سنائی دی۔

''او کے۔ میں پہنچ رہا ہوں''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا اور رسیور ھ کر وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ڈریسنگ روم سے اس تبدیل کر کے وہ باہر آیا تو فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو

ڈاکٹر کاشف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ ڈاکٹر کاشف بول رہا ہوں"...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

"راجر بول رہا ہوں۔ رپورٹ مل چکی ہے۔ کے اے کے پاس ایک جدید ریز پسٹل ہے اور بیگ میں سوائے کاغذات اور ایک سوٹ کے اور کچھ نہیں ہے"...... راجر نے کہا۔

"کوئی رقم یا کوئی چیک بک"...... ڈاکٹر کاشف نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں جناب۔ کوئی رقم اس کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی چیک بک ہے"...... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ پھر تمہارے آدمیوں نے زیادہ ہوشیار رہنا ہے"۔ ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

"ہم ہر لحاظ سے ہوشیار ہیں جناب۔ آپ قطعی بے فکر رہیں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"او کے۔ میں اپنے ہوٹل سے وہاں جانے کے لئے روانہ ہو رہا ہوں"...... ڈاکٹر کاشف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل کے برآمدے میں پہنچ چکا تھا۔ باہر ٹیکسی کاروں کی لائن موجود تھی۔

"یس سر"...... سب سے آگے موجود ٹیکسی ڈرائیور نے کار کا عقبی دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"سلجان ہوٹل لے چلو"...... ڈاکٹر کاشف نے کہا اور کار کی عقبی

سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اپنی سیٹ سنبھالی اور ٹیکسی ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد کار پہاڑی پر بنے ہوئے ایک دو منزلہ خوبصورت ہوٹل کے مین گیٹ کے سامنے رک گئی۔ یہ سلجان ہوٹل تھا۔ ڈاکٹر کاشف نے جیب سے ایک بڑی مالیت کا نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا۔

"باقی بھی تم رکھ لو"...... ڈاکٹر کاشف نے کہا اور ٹیکسی سے باہر آ گیا۔

"تھینک یو سر"...... ٹیکسی ڈرائیور جو کار کا دروازہ کھول کر باہر کھڑا تھا، نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر کاشف سر ہلاتا ہوا ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہوٹل کا ہال تقریباً خالی تھا کیونکہ یہاں رونق رات کو ہوا کرتی تھی۔ لفٹ کے ذریعے وہ اپر فلور پر پہنچ گیا اور چند لمحوں بعد وہ ایک سو گیارہ نمبر کمرے کے سامنے موجود تھا۔ دیوار پر لگی نیم پلیٹ پر کارلس الیگزینڈر کا نام درج تھا۔ ڈاکٹر کاشف نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

"باہر کون ہے"...... اندر سے کے اے کی بھاری آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر کاشف"...... ڈاکٹر کاشف نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ہلکی سی کٹک کی آواز کے ساتھ ڈور فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا تو وہاں ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی تھا جس

کا چہرہ بھی اس کے جسم کی طرح چوڑا تھا۔ چہرے پر سختی کے تاثرات نمایاں تھے۔

''ڈاکٹر کاشف''...... ڈاکٹر کاشف نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''کے اے فرام کارمن''...... اس بھاری جسامت کے آدمی نے کہا اور ساتھ ہی مصافحے کے لئے بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

''آیئے''...... اس نے مصافحے کے بعد ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کاشف سر ہلاتا ہوا اندر داخل ہوا جبکہ کے اے نے دروازہ بند کیا اور پھر فون کا رسیور اٹھا کر روم سروس کو اپنے کمرے میں شراب بھیجنے کا کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''ڈاکٹر کاشف۔ آپ کا بھجوایا ہوا پی سی ون ہمارے سائنس دانوں نے چیک کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ فارمولا گریٹ لینڈ سٹائل کا ہے۔ کیا آپ گریٹ لینڈ میں رہے ہیں''...... کے اے نے بظاہر مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس کے لہجے میں طنز نمایاں تھا۔

''میں ساری عمر میں ایک بار بھی گریٹ لینڈ نہیں گیا۔ البتہ ایکریمیا، کارمن اور روسیاہ کی لیبارٹریوں میں، میں نے کام کیا ہے۔ یہ فارمولا خالصتاً میری اپنی کاوش کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اسے گریٹ لینڈ سٹائل کا کہہ کر مجھے دکھ پہنچایا ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہمارے سائنس دانوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ فارمولا گریٹ لینڈ

کا ہے۔ البتہ یہ کہا ہے کہ گریٹ لینڈ سٹائل کا ہے کیونکہ اس سے ملتے جلتے فارمولے پر گریٹ لینڈ کے سائنس دان کام کر رہے ہیں''...... کے اے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ویٹر ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ٹرالی میں ایک بوتل اور دو گلاس موجود تھے جو ویٹر نے اٹھا کر ان کے درمیان موجود میز پر رکھ دیئے اور ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کے اے نے بوتل کھولی اور پھر دونوں گلاسوں میں شراب ڈال کر اس نے بوتل بند کی اور اپنے سامنے رکھا ہوا گلاس اٹھا لیا۔ ڈاکٹر کاشف نے بھی اپنے سامنے رکھا ہوا گلاس اٹھا کر ایک گھونٹ لیا اور گلاس واپس میز پر رکھ دیا۔

''تو اب آپ کا حتمی فیصلہ کیا ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے پوچھا۔

''ہماری حکومت یہ فارمولا آپ سے خریدنا چاہتی ہے لیکن آپ کی ڈیمانڈ بہت زیادہ ہے۔ ہم دس کروڑ ڈالر کی بجائے صرف ایک کروڑ ڈالر دے سکتے ہیں لیکن''...... کے اے بات کرتے کرتے رک گیا۔

''لیکن کیا''...... ڈاکٹر کاشف نے چونک کر کہا۔

''لیکن نصف ادائیگی پیشگی اور نصف اصل فارمولا ملنے کے بعد''...... کے اے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سوری۔ پھر آپ کا اور ہمارا سودا نہیں ہوسکتا۔ جہاں تک رقم

کا تعلق ہے تو میں دس کروڑ ڈالر سے ایک ڈالر بھی کم نہیں لوں گا اور ساری رقم پیشگی اور وہ بھی سوئس بینک اکاؤنٹ میں آپ نے پہلے ٹرانسفر کرنا ہو گی اور پھر فارمولا ملے گا''...... ڈاکٹر کاشف نے بڑے روکھے سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہماری حکومت کا وہی فیصلہ ہے جو میں نے پہلے بتایا ہے۔ آپ اسے تسلیم کریں تو مزید بات ہو سکتی ہے ورنہ نہیں''...... کے اے نے شراب کا آخری گھونٹ لے کر خالی گلاس واپس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ پھر اس ڈیل کو ختم سمجھا جائے۔ اب مجھے اجازت''۔ ڈاکٹر کاشف نے کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''میں ابھی دو روز یہاں رہوں گا۔ آپ اچھی طرح سوچ لیں۔ ہو سکتا ہے کہ دو دنوں میں آپ ہماری آفر قبول کر لیں تو مجھے فون کر دیں ورنہ دو روز بعد میں چلا جاؤں گا۔ گڈ بائی''...... کے اے نے کہا۔

''سوری۔ آپ مزید انتظار نہ کریں''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا اور واپس مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس شیلٹن ہوٹل پہنچ گیا۔ اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد وہ ایک بار پھر بے چینی سے ٹہلنے لگا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ ڈاکٹر کاشف بول رہا ہوں''...... ڈاکٹر کاشف نے تیز

لہجے میں کہا۔

''راجر بول رہا ہوں ماڈرن ٹریڈرز سے''...... دوسری طرف سے راجر کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ کیا رپورٹ ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

''آپ کے کمرے سے چلے جانے کے دس منٹ بعد کے اے نے کارمن فون کا۔ دوسری طرف ڈاکٹر ڈونلڈ تھے۔ کے اے نے آپ سے ہونے والی گفتگو دوہرائی اور مزید احکامات طلب کئے تو اسے کہا گیا کہ وہ اب سیکنڈ پارٹ پر کام کرے۔ اس کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد کے اے نے کمرے سے باہر جا کر ہوٹل کے نیچے برآمدے میں موجود پبلک فون بوتھ سے کال کی۔ ہم نے پنے جدید ترین آلات کی مدد سے یہ کال بھی ٹیپ کر لی ہے۔ یہ کسی آرنلڈ کو کی گئی ہے اور اسے کہا گیا ہے کہ وہ پارٹ سیکنڈ پر ل شروع کر دے۔ اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا''...... راجر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''یہ سیکنڈ پارٹ کیا ہو سکتا ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''یہ تو جب اس پر عمل ہو گا تو تب ہی پتہ چلے گا''...... راجر نے جواب دیا۔

''کیا تم اس آرنلڈ کو جانتے ہو جو اس سیکنڈ پارٹ پر عمل کرنے ا ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

"نہیں۔ چونکہ کال پبلک فون بوتھ سے کی گئی ہے اس لئے ہم صرف اسے ٹیپ کر سکے ہیں"...... راجر نے جواب دیا۔

"او کے۔ اس کا خیال رکھنا۔ بہرحال اسے رپورٹ تو دی جائے گی اور ہوسکتا ہے کہ وہ کسی سے ملنے جائے"...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

"سب چیک ہو گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم اپنا کام بخوبی کرنے پر قادر ہیں"...... راجر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوگیا تو ڈاکٹر کاشف نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ڈاکٹر کاشف نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ ڈاکٹر کاشف بول رہا ہوں"...... ڈاکٹر کاشف نے کہا اس کا خیال تھا کہ کال راجر کی طرف سے ہو گی۔

"کے اے بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے کے اے کی بھاری آواز سنائی دی تو ڈاکٹر کاشف بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ کوئی خاص بات"...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

"ہماری حکومت دو کروڑ ڈالر دینے پر آمادہ ہے لیکن آدھی پیشگی والی شرط کے ساتھ"...... کے اے نے کہا۔

"میں نے بتایا ہے کہ دس کروڑ ڈالر سے ایک ڈالر بھی کم نہیں میرے پاس اس سے بھی بڑی آفرز ہیں لیکن میں نے کارمن کو ترجیح دی ہے۔ میں مزید دو روز انتظار کروں گا۔ اس کے بعد

اور آفر قبول کر لوں گا"...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

"میں بھی دو روز تک انتظار کروں گا۔ گڈ بائی"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈاکٹر کاشف نے رسیور رکھا اور اٹھ کر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ چیک کرنے کے لئے فون کیا گیا ہے کہ میں کمرے میں موجود ہوں یا نہیں ورنہ اگر فون پر کے اے کی کارمن دوبارہ بات ہوئی ہوتی تو راجر مجھے اطلاع کر دیتا"...... ڈاکٹر کاشف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ اس نے دروازے کو بند کر کے لاک کیا اور ساتھ والے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس کمرے کی سائیڈ پر موجود نیم پلیٹ خالی رکھی تھی لیکن یہ کمرہ ڈاکٹر کاشف کے پاس تھا۔ اس نے جیب سے چابی نکالی اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور اسے لاک کر کے اس نے ایک الماری کھولی۔ اس میں موجود ایک بیگ نکال کر میز پر رکھا اور پھر اسے کھول کر اس میں سے ایک مستطیل شکل کی مشین نکال کر میز پر رکھی اور پھر بیگ بند کر کے اس نے مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ مشین پر چوڑی سکرین موجود تھی جس پر جھماکے ہونے لگ گئے اور پھر سکرین دو حصوں میں روشن ہو گئی۔ ایک حصے پر کمرے کے باہر راہداری نظر آ رہی تھی جس میں لوگ آ جا رہے تھے اور دوسرے

حصے میں اس کمرے کا اندرونی منظر نظر آ رہا تھا جس میں سے ابھی ڈاکٹر کاشف نکل کر آیا تھا۔ یہ ساری سیٹنگ ڈاکٹر کاشف نے راجر کی مدد سے کی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اتنی بڑی قیمت کا سودا کرنے سے زیادہ آسان کام یہ ہے کہ اس پر تشدد کر کے اصل فارمولا حاصل کر لیا جائے اور پھر اسے ہلاک کر دیا جائے۔

اسے کرمنالوجی پر مبنی ناول پڑھنے اور فلمیں دیکھنے کا بچپن سے ہی شوق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے یہ سارا انتظام پیشگی کرا لیا تھا۔ جب وہ فارمولا لے کر پاکیشیا آیا تو اس کا نام ڈاکٹر کمال احسن تھا جو اس کا اصل نام تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ حکومت گریٹ لینڈ آسانی سے اس کا پیچھا نہ چھوڑے گی اس لئے اس نے اپنے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرا کر اپنے چہرے کو اس حد تک بدل دیا تھا کہ اب کوئی اسے ڈاکٹر کمال احسن کے طور پر نہ پہچان سکتا تھا۔ پھر بھاری رقم دے کر اس نے ڈاکٹر کاشف کے نئے نام سے اپنی موجودہ تصویر لگوا کر کاغذات بھی بنوا لئے تھے اس لئے اب ایک لحاظ سے اس نے ڈاکٹر کمال احسن کو دفن کر دیا تھا۔ اپنا آبائی مکان وہ پہلے ہی فروخت کر چکا تھا اور اب ڈاکٹر کاشف کے نام سے اس نے گلستان کالونی میں ایک چھوٹی سی رہائش گاہ خرید لی تھی جہاں وہ ایک ملازم کے ساتھ رہتا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ ملٹری انٹیلی جنس بھی اسے تلاش کرنے میں ناکام رہی تھی۔

ڈاکٹر کاشف نے کارمن حکومت کے ساتھ اس فارمولے کا سودا

کرنے کی اس لئے کوشش کی تھی کہ جب وہ گریٹ لینڈ لیبارٹری میں تھا تو کارمن کے ایجنٹوں نے اسے آفر دی تھی کہ وہ ایٹمی توانائی کے اس خصوصی فارمولے کی کاپی انہیں سپلائی کر دے تو وہ اسے پچاس لاکھ ڈالر دیں گے لیکن فارمولے کی کاپی کرنا ناممکن تھا۔ البتہ اسے چرایا جا سکتا تھا اور پھر یہی کام اس نے کیا۔ فارمولا چرا کر وہ پاکیشیا آ گیا اور جب تک وہاں فارمولے کی چوری کا پتہ چلا وہ ڈاکٹر کمال احسن سے ڈاکٹر کاشف بن چکا تھا۔ کارمن حکومت سے اس نے یہی کہا تھا کہ یہ فارمولا اس کی اپنی کاوش ہے لیکن اسے معلوم تھا کہ کروڑوں ڈالر اسے دینے کی بجائے وہ اسے ہلاک کر کے فارمولا لے اڑنے کو زیادہ سستا سودا سمجھیں گے اس لئے اس نے راجر کے ساتھ مل کر یہ سارے انتظامات کئے تھے۔

ڈاکٹر کاشف اس وقت اپنے کمرے کے ساتھ والے کمرے میں مشین کی سکرین کو دیکھ رہا تھا۔ جب کافی دیر گزر گئی اور کوئی مشکوک آدمی راہداری میں بھی نظر نہ آیا تو اسے اپنا خدشہ بے بنیاد نظر آنے لگ گیا کہ اچانک ایک لمبے قد کا آدمی اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے رکتا دکھائی دیا۔ اس کے پیچھے ایک اور آدمی تھا۔ پہلے آدمی نے جیب سے ایک پسٹل نما آلہ نکالا اور اس کی نال کا سرا اس نے کی ہول پر رکھ کر اسے پریس کرنا شروع کر دیا اور پھر اس نے اسے ہٹایا اور جیب میں ڈال کر اس

طرح آگے بڑھ گیا جیسے اس کمرے سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ پھر دوسرا آدمی بھی اس کے پیچھے چلا گیا۔

"میرا خدشہ درست ثابت ہوا ہے"...... ڈاکٹر کاشف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں آدمی واپس آئے اور ان میں سے ایک نے جیب سے ماسٹر کی نکال کر کی ہول میں ڈالی اور چند لمحوں بعد وہ دروازہ کھول کر یکے بعد دیگرے اندر داخل ہو گئے۔ ڈاکٹر کاشف خاموش بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اس نے مشین کے نچلے حصے میں موجود ایک بٹن پریس کیا تو ان دونوں آدمیوں کی آوازیں اسے سنائی دینے لگیں۔

"یہ کہاں چلا گیا۔ نیچے تو میں موجود تھا۔ یہ باہر تو نہیں گیا"۔ ایک آدمی نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اب کیا کہا جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی اس لئے وہ فائر ڈور کے ذریعے نکل گیا ہے"۔ دوسرے آدمی نے جواب دیا۔

"باس کو اطلاع کر دوں"...... پہلے آدمی نے کہا اور پھر فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ٹونی بول رہا ہوں باس۔ کمرہ خالی پڑا ہے۔ ورکی کا کہنا ہے کہ وہ باہر بھی نہیں گیا۔ میرا خیال ہے کہ اسے کسی طرح اطلاع مل گئی اور وہ فائر ڈور سے نکل گیا ہے"...... ٹونی نے کہا۔

"اسی خدشہ کے پیش نظر میں نے خود فون نہیں کیا تھا۔ کے اے سے کرایا تھا لیکن وہ بے حد کایاں آدمی ثابت ہوا ہے۔ لگتا ہے سائنس دان کی بجائے کوئی جاسوس ہے۔ بہرحال اب تم واپس آ جاؤ۔ اب اسے باقاعدہ تلاش کرنا پڑے گا"...... مشین میں سے فون کے دوسری طرف کی آواز اس طرح سنائی دے رہی تھی جیسے لاؤڈر آن کر دیا گیا ہو۔

"آؤ اب نکل چلیں"...... ٹونی نے رسیور رکھتے ہوئے کہا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے پیچھے دوسرا آدمی بھی نکل گیا اور پھر راہداری میں چلتے ہوئے وہ دونوں سکرین سے آؤٹ ہو گئے۔

"یہ تو میں الٹا پھنس گیا۔ اب میرا خیال ہے کہ مجھے آفر قبول کر لینی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ الٹا میں ہی ہلاک ہو جاؤں"...... ڈاکٹر کاشف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر ساتھ پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"یس۔ کے اے بول رہا ہوں"...... رابطہ ہوتے ہی کے اے کی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر کاشف بول رہا ہوں۔ آپ نے مجھے فون کر کے دو کروڑ ڈالر کی آفر دے کر مجھے ہلاک کرنے یا اغوا کرنے کے لئے آدمی بھجوا دیئے۔ مجھے اطلاع مل چکی ہے۔ آپ نے یہاں آرنلڈ

نام کے کسی گروپ کو میرے خلاف ہائر کر لیا ہے۔ اب میری آخری بات سن لیں۔ اگر آپ مجھے پانچ کروڑ ڈالر اکٹھے دینے کے لئے تیار ہیں تو کل سنٹرل پارک میں آ جائیں اور چیک دے کر فارمولا لے جائیں لیکن چیک گارینٹڈ ہونا چاہئے ورنہ کل کے بعد آپ کی اور میری کبھی ملاقات نہ ہو سکے گی اور آپ کے آدمی بھی مجھے کبھی ٹریس نہ کر سکیں گے“...... ڈاکٹر کاشف نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیوز رکھا، مشین آف کی اور اسے واپس بیگ میں ڈالا اور بیگ واپس الماری میں رکھ کر وہ مڑا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا رخ واقعی فائر ڈور کی طرف تھا۔ فائر ڈور کھلا ہوا تھا۔ اسے چوبیس گھنٹے کھلا رکھا جاتا تھا تاکہ آگ لگنے کی صورت میں مسافروں کو اس راستے سے بحفاظت نکالا جا سکے۔ فائر ڈور سے باہر آ کر وہ چند لمحوں بعد سڑک پر پہنچ گیا تو ایک خالی ٹیکسی اس کے پاس آ کر رکی۔

”گلستان کالونی“...... ڈاکٹر کاشف نے کہا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا تو ٹیکسی ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اس نے اپنی رہائش گاہ پر جانے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ اس کے مطابق کسی کو بھی اس کی رہائش گاہ کا علم نہ تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ کل وہ نقلی مونچھیں اور نقلی داڑھی لگا کر سنٹرل پارک جائے گا۔ اگر کے اے وہاں آ گیا تو سودا ہو جائے گا لیکن فارمولا وہ ساتھ نہ لے جانا چاہتا تھا۔ وہ اس نے بینک لاکر میں رکھا ہوا تھا۔ سودا ہونے کی

صورت میں وہ کے اے کے ساتھ بینک جا کر اسے لاکر سے فارمولا نکال کر دینے کا پروگرام بنا چکا تھا اور اگر کے اے نہ آیا تو پھر اس نے فارمولے سمیت پاکیشیا چھوڑ کر کافرستان شفٹ ہونے کا پروگرام پیشگی بنایا ہوا تھا۔ اس کے پاس تمام کاغذات بھی تیار تھے حتیٰ کہ اس نے ٹکٹ بھی خرید رکھا تھا جسے صرف اپنی مطلوبہ تاریخ کو او کے کرانے کی ضرورت تھی۔

پارکر اور مارگریٹ دونوں پاکیشیا پہنچ چکے تھے۔ انہیں پاکیشیا
آئے ہوئے آج دوسرا روز تھا۔ ایک دن تو انہوں نے آرام کرنے
میں گزار دیا لیکن آج پارکر وزارت سائنس کے آفس میں ایک
سیکشن آفیسر سے ملنے گیا تھا۔ اس ملاقات کا انتظام یہاں موجود
گریٹ لینڈ کے ایک آدمی نے کرایا تھا۔ مارگریٹ بیٹھی اس کا
انتظار کر رہی تھی۔ پھر سہ پہر کے قریب پارکر کی واپسی ہوئی تو
مارگریٹ اس کا چہرہ اور انداز دیکھ کر ہی سمجھ گئی کہ وہ ناکام لوٹا
ہے۔

"کیا ہوا۔ کچھ پتہ چلا"...... مارگریٹ نے پوچھا۔

"نہیں۔ البتہ سیکشن آفیسر واقعی متعلقہ آدمی تھا۔ اس نے بتا
ہے کہ حکومت گریٹ لینڈ کی طرف سے پاکیشیا حکومت کو باقاعد
لیٹر بھجوایا گیا تھا کہ ڈاکٹر کمال احسن گریٹ لینڈ کا اہم فارمولا ـ

کر پاکیشیا گیا ہے۔ اسے تلاش کیا جائے اور اس سے فارمولا
گریٹ لینڈ کو واپس دلایا جائے لیکن باوجود شدید تلاش کے ڈاکٹر
کمال احسن کا اتہ پتہ نہ لگایا جا سکا۔ وزارت سائنس نے یہ کیس
ملٹری انٹیلی جنس کو بھجوایا۔ انہوں نے بھی بے حد کوشش کی لیکن وہ
بھی ڈاکٹر کمال احسن کا پتہ نہ چلا سکے"...... پارکر نے تفصیل بتاتے
ہوئے کہا۔

"تو پھر ہم اسے کیسے تلاش کریں گے۔ باس نے صرف ایک
ہفتہ دیا ہے اور دو روز گزر چکے ہیں"...... مارگریٹ نے کہا۔

"ہماری فیلڈ میں ہفتے کا مطلب ہفتہ نہیں ہوتا۔ مطلب ہوتا
ہے کہ تیز رفتاری سے کام کیا جائے اور ایک ماہ کا مطلب ہوتا ہے
کہ اطمینان سے کام کیا جائے اس لئے ایک ہفتے سے پریشان
ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے بہرحال مشن مکمل کرنا ہے
چاہے اس میں کتنا ہی وقت کیوں نہ لگ جائے"...... پارکر نے
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو ٹھیک ہے لیکن کروڑوں افراد میں سے ہم ایک
آدمی کو کیسے اور کہاں تلاش کریں گے۔ کوئی وے آف ایکشن تو
ہونا چاہئے"...... مارگریٹ نے کہا۔

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ بہرحال کہیں نہ کہیں سے کوئی راستہ مل
جائے گا اور ہاں۔ میں نے آج یہاں کارمن کے کارلس الیگزینڈر
کو دیکھا ہے۔ وہی کے اے جو کارمن کے فارن آفس میں کام کرتا

ہے''...... پارکر نے کہا تو مارگریٹ بے اختیار چونک پڑی۔

''اوہ۔ اوہ۔ وہ یہاں ہے۔ اوہ۔ پھر سن لو کہ وہ بھی اس ڈاکٹر کمال احسن کے پیچھے ہی آیا ہو گا''...... مارگریٹ نے بڑے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو۔ کارمن کا اس فارمولے یا ڈاکٹر کمال احسن سے کیا تعلق۔ وہ فارن آفس کا آدمی ہے۔ کسی کام کے لئے آیا ہو گا''...... پارکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم اسے صرف فارن آفس کا ایجنٹ سمجھتے ہو جبکہ میں نے اس کے ساتھ ایک بار نہیں دو بار کام کیا ہے۔ اس کی ڈیوٹی ہی دنیا بھر میں موجود انتہائی اہم سائنسی فارمولے کارمن کے لئے حاصل کرنا ہے۔ اسے یقیناً اطلاع مل گئی ہو گی کہ ڈاکٹر کمال احسن گریٹ لینڈ سے انتہائی اہم فارمولا چرا کر پاکیشیا میں آ گیا ہے۔ چنانچہ اب وہ اس کے پیچھے آیا ہو گا اور فارن آفس کے ہر ملک میں گروپ موجود ہوتے ہیں اس لئے یہاں اس نے لازماً ڈاکٹر کمال احسن کا سراغ لگا لیا ہو گا''...... مارگریٹ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن کارمن کا اس فارمولے سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا۔ جہاں تک میرا خیال ہے کہ کارمن تو خود ایٹمی توانائی کی فیلڈ میں گریٹ لینڈ سے بھی بہت آگے ہے''...... پارکر نے کہا۔

''آگے ضرور ہو گا لیکن یہ فارمولا خصوصی ٹائپ کا فارمولا ہے

اس لئے گریٹ لینڈ بھی اس میں اتنی دلچسپی لے رہا ہے ورنہ عام فارمولا ہوتا تو کسے پرواہ ہوتی۔ ایٹمی توانائی پر کام تو سب بڑے ملکوں میں شروع ہو چکا ہے۔ کہیں در پردہ کام ہو رہا ہے اور کہیں اعلانیہ''...... مارگریٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہمیں کے اے کی نگرانی کرنی چاہئے۔ میں نے اسے سلجان ہوٹل میں جاتے دیکھا تھا۔ میں اس وقت وہاں سے نکل رہا تھا۔ میں ہاروے کو کہتا ہوں۔ وہ اس کی نگرانی کر سکتا ہے''...... پارکر نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''یس۔ ڈائمنڈ کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''پارکر بول رہا ہوں گریڈ ون۔ ہاروے سے بات کراؤ'' پارکر نے کہا۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے فوراً ہی جواب دیا گیا۔

''ہیلو۔ ہاروے بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''پارکر بول رہا ہوں مسٹر ہاروے''...... پارکر نے کہا۔

''یس سر۔ حکم دیجئے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کارمن ایجنٹ کارلس الیگزینڈر جو عرف عام میں کے اے کے نام سے مشہور ہے کیا تم اسے جانتے ہو"...... پارکر نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ میرا کبھی اس سے واسطہ نہیں پڑا"...... ہاروے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا اسسٹنٹ ماڈی میرے ساتھ تھا۔ میں نے اسے کے اے کو سلجان ہوٹل میں جاتے ہوئے دکھایا تھا اور اسے کہا تھا کہ وہ معلوم کرے کہ کے اے کہاں رہائش پذیر ہے۔ کیا ماڈی نے کوئی رپورٹ دی ہے"...... پارکر نے کہا۔

"نہیں جناب۔ ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں ملی۔ مجھے اس کی اطلاع ہی نہیں ملی ورنہ میں خود اس سے رپورٹ لے لیتا۔ اب اگر آپ حکم دیں تو میں اس سے رپورٹ لے کر آپ کو اطلاع کر دوں"...... ہاروے نے کہا۔

"ہمارا نمبر تو تمہیں معلوم ہے۔ فوراً رپورٹ بھی دو اور اس کے اے کی فول پروف نگرانی بھی کرانی ہے۔ جس سے وہ ملے، جس سے وہ کوئی بھی بات کرے مکمل اور بھرپور نگرانی کرنی ہے۔ یہ بات دوبارہ کہنے کی تو ضرورت نہیں ہے کہ کے اے ایک تجربہ کار اور معروف ایجنٹ ہے"...... پارکر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ آپ بے فکر رہیں۔ اس معاملے میں ہمیں بھی وسیع تجربہ حاصل ہے اور ہم جدید ترین آلات استعمال کرتے ہیں آپ کو مکمل اور بھرپور رپورٹ ملے گی اور ہمارا شکار کسی صورت

چوکنا نہ ہو سکے گا"...... ہاروے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایک بات اور سن لو۔ ہم یہاں جس سائنس دان کو ٹریس کرنے پر کام کر رہے ہیں ہمارا اندازہ ہے کہ وہ بھی اسی سائنس دان ڈاکٹر کمال احسن کے پیچھے کام کر رہا ہے۔ وہ شاید اس سائنس دان سے فارمولا اڑانا چاہتا ہے۔ تم نے تمام ملنے والی معلومات کا خود تجزیہ بھی کرنا ہے۔ اگر ہمارا اندازہ درست ہو تو ہمیں فوراً رپورٹ دینی ہے۔ نہ ہو تب بھی"...... پارکر نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ آپ نے اچھا کیا کہ مجھے بتا دیا۔ میں اب ساتھ ساتھ خود اس کا تجزیہ کرتا رہوں گا"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے"...... پارکر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"یہ کام تو ہاروے کرتا رہے گا لیکن اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ اس بارے میں سوچو"...... مارگریٹ نے کہا۔

"کچھ تم بھی سوچو یا سارا کام تم نے مجھ پر ہی لاد دیا ہے"۔ پارکر نے کہا تو مارگریٹ بے اختیار ہنس پڑی۔

"جب تم جا رہے تھے اس وقت میں نے کہا تھا کہ میرے بغیر مت جاؤ۔ تم کچھ بھی نہ کر سکو گے۔ اب کیا ہوا ہے۔ کیا کر کے آئے ہو اور یہ کے اے کی اہمیت بھی میں نے تمہیں بتائی ہے ورنہ تم تو اس پر کوئی توجہ نہ دے رہے تھے۔ اب بھگتو"...... مارگریٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے واقعی غلطی ہو گئی ہے"...... پارکر نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑتے ہوئے کہا تو مارگریٹ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اوکے۔ اب تم نے غلطی کا اعتراف کر لیا ہے تو اب سنو۔ میں تمہیں اس سائنس دان کو ٹریس کرنے کا انتہائی آسان راستہ بتاتی ہوں"...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر اس طرح چونک کر اسے دیکھنے لگا جیسے اسے مارگریٹ کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"کون سا راستہ"...... پارکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہاں رجسٹریشن آفس ہے جہاں ہر شہری کا کارڈ بنایا جا ہے۔ شناختی کارڈ۔ اس کارڈ میں اس کا نام، ولدیت اور ایڈریس سب درج ہوتا ہے۔ اگر ہم رجسٹریشن آفس سے رجوع کریں ڈاکٹر کمال احسن کا نام کمپیوٹر کے ذریعے لوکیٹ کر کے اس کے کوائف ہمیں مل سکتے ہیں۔ اس کا پتہ مل جائے تو باقی کام آسا ہو جائے گا"...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر کا چہرہ حیرت کی شد سے بگڑ سا گیا۔

"کیا ہوا تمہیں"...... مارگریٹ نے حیران ہو کر کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارا دماغ خدا نے فرصت کے وا بنایا ہو گا ورنہ عورتیں تو اتنی ذہین نہیں ہوا کرتیں"...... پارکر نے تو مارگریٹ بے اختیار ہنس پڑی۔

"حالانکہ ذہانت ہوتی ہی عورتوں میں ہے۔ تم مرد تو ہما

نزدیک انتہائی احمق ترین مخلوق ہو جسے باقاعدہ سدھایا جا سکتا ہے"۔ مارگریٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم جو مرضی آئے کہو۔ تمہاری حد تک تو ذہانت مجھے تسلیم ہے لیکن ایک بات پر مزید غور کرو کہ ڈاکٹر کمال احسن طویل عرصے تک گریٹ لینڈ میں رہا۔ اس کی نیشنلٹی بھی گریٹ لینڈ کی تھی۔ یہاں واپس وہ اب آیا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس نے شناختی کارڈ بنوایا ہی نہ ہو"...... پارکر نے کہا۔

"اس کے پاس یقیناً دونوں ملکوں کی نیشنلٹی ہو گی اس لئے وہ یہاں واپس آ گیا ہے۔ اگر وہ پاکیشیا کا شہری نہ ہوتا تو پھر یہاں اسے باقاعدہ ویزے پر آنا پڑتا اور پھر وہ چھپ نہ سکتا تھا اور نہ ہی یہاں طویل عرصے تک رہ سکتا تھا"...... مارگریٹ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تو پھر رجسٹریشن آفس سے معلومات حاصل کی جائیں۔ اس کے لئے بھی ہاروے کو کہنا پڑے گا"...... پارکر نے کہا۔

"ایک کام اور بھی ہو سکتا ہے۔ وہ شاید اس سے بھی زیادہ آسان ثابت ہو"...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر بے اختیار چونک پڑا۔

"وہ کیا"...... پارکر نے پوچھا۔

"وہ چونکہ صرف پاکیشیا کا شہری نہیں ہے بلکہ گریٹ لینڈ کا بھی شہری ہے اس لئے جب وہ یہاں آیا ہو گا تو اس کے کاغذات

مقامی سفارت خانے میں بھی موجود ہوں گے۔ ان میں شناختی کارڈ بھی ہو گا۔ وہاں سے بھی اس کی نقل حاصل کی جاسکتی ہے" مارگریٹ نے کہا۔

"میرا خیال ہے آہستہ آہستہ تمہارا دماغ کند ہوتا جا رہا ہے۔ وہ باقاعدہ نہیں آیا چھپ کر آیا ہے۔ یہ بھی وہاں گریٹ لینڈ کے ایئر پورٹ سے معلومات ملی ہیں کہ اس نے پاکیشیا کا ٹکٹ لیا تھا۔ چونکہ وہ پاکیشیا کا شہری تھا اس لئے اسے ویزے وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔ بس ٹکٹ لیا اور پاکیشیا آ گیا۔ اس صورت میں مقامی سفارت خانے میں اس کا ریکارڈ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہی رجسٹریشن آفس والی بات ٹھیک ہے"...... پارکر نے کہا تو مارگریٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چلو تم کہتے ہو تو میں مان لیتی ہوں کیونکہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تم میرے شوہر بھی ہو اور کہا جاتا ہے کہ شوہروں کی احمقانہ بات بھی کبھی کبھار مان لینی چاہئے۔ اس سے مردوں کی انا کو بڑی تسکین ملتی ہے اور آئندہ کئی مہینوں تک وہ بیوی کی مکمل تابعداری کرتے رہتے ہیں"...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر بے اختیار ہنس پڑا۔

"کیا یہ مشرق کی آب و ہوا یا یہاں کے پانی کا اثر ہے کہ تم خالصتاً مشرقی عورتوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔ تابعداری کا لفظ کم از کم تم مغرب میں تو استعمال نہیں کرتی تھی"...... پارکر نے مسکرا

ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مشرق کا واقعی اثر ہے"...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر نے رسیور اٹھایا اور ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ڈائمنڈ کلب"...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"پارکر بول رہا ہوں گریڈ ون۔ ہاروے سے بات کراؤ"۔ پارکر نے کہا۔

"ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

"ہیلو۔ ہاروے بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ہاروے کی آواز سنائی دی۔

"پارکر بول رہا ہوں ہاروے"...... پارکر نے کہا۔

"یس سر۔ کے اے کی نگرانی شروع کرا دی گئی ہے۔ وہ سلجان ہوٹل میں ہی رہائش پذیر ہے۔ اس کا یہاں کے ایک گروپ سے تعلق ہے جس کا سربراہ آرنلڈ ہے اور سر۔ جہاں تک اب تک معلوم ہو سکا ہے اس کے مطابق وہ کسی سائنس دان سے کوئی سائنسی فارمولا خریدنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اس کا سودا نہیں ہو رہا"...... ہاروے نے پارکر کا نام سنتے ہی رپورٹ دینا شروع کر دی۔ اس نے شاید سمجھا تھا کہ پارکر نے رپورٹ لینے کے لئے کال کی ہے۔

"سائنس دان کا نام کیا ہے"...... پارکر نے چونک کر پوچھا۔

"ڈاکٹر کاشف نام بتایا جا رہا ہے۔ یہ ڈاکٹر کاشف شیلٹن ہوٹل میں رہائش پذیر تھا لیکن آرنلڈ کے آدمیوں نے اسے رپورٹ دی کہ وہ اچانک وہاں سے غائب ہو گیا ہے"...... ہاروے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ نگرانی جاری رکھو۔ اگر کوئی ڈیل ہو جائے تو ہم نے وہ فارمولا خود حاصل کرنا ہے"...... پارکر نے کہا۔

"اس کے لئے تو ہمیں اس آرنلڈ گروپ سے ٹکرانا پڑے گا"۔ ہاروے نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ تمہارا معاوضہ ڈبل کر دیا جائے گا"...... پارکر نے جواب دیا۔

"اوہ۔ پھر ٹھیک ہے"...... ہاروے نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"ایک اور کام تمہارے ذمے لگانا ہے"...... پارکر نے کہا۔

"وہ کون سا جناب"...... ہاروے نے کہا۔

"یہاں رجسٹریشن آفس ہے جو شہریوں کے شناختی کارڈ ب ہے۔ اس کے کمپیوٹر میں سے ڈاکٹر کمال احسن کے کوائف نکلوا مجھے بھیجو"...... پارکر نے کہا۔

"اس کے والد کا نام"...... ہاروے نے پوچھا۔

"اس بارے میں معلوم نہیں ہے۔ صرف ڈاکٹر کمال احسن

نام معلوم ہے"...... پارکر نے کہا۔

"ڈاکٹر کمال احسن تو کئی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہاں صرف کمال احسن نام ہو"...... ہاروے نے کہا۔

"ڈاکٹر کمال احسن یا صرف کمال احسن، جتنے بھی افراد ہوں سب کے کوائف حاصل کر کے مجھے بھجواؤ"...... پارکر نے کہا۔

"اوکے جناب۔ میں ابھی اپنا آدمی بھجوا دیتا ہوں۔ وہاں بھی ہمارے خاص آدمی موجود ہیں۔ آپ کا کام ہو جائے گا"۔ ہاروے نے جواب دیا۔

"کتنا وقت لگ جائے گا"...... پارکر نے پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوکے۔ یہ کاغذات میری رہائش گاہ پر بھجوا دینا"...... پارکر نے کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو پارکر نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ کے اے کون سا فارمولا خریدنے کے چکر میں ہے"۔ مارگریٹ نے کہا۔ لاؤڈر کی وجہ سے وہ بھی دوسری طرف کی ساری باتیں سن رہی تھی۔

"ہو گا کوئی۔ ویسے وہ کسی ڈاکٹر کاشف سے سودا کر رہا ہے اور ڈاکٹر کاشف سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے"...... پارکر نے کہا۔

"اس کے باوجود تم نے ہاروے سے کہا ہے کہ ہم یہ فارمولا حاصل کرنا چاہتے ہیں"...... مارگریٹ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ وہ پوری دلچسپی لے ورنہ و دلچسپی چھوڑ جاتا"...... پارکز نے کہا۔

"کمال ہے۔ یہ مشرق واقعی پراسرار سرزمین ہے۔ یہاں آ کر تم جیسے احمق مرد بھی عقلمند بن جاتے ہیں"...... مارگریٹ نے مسکراتے ہوئے کہا تو پارکر بے اختیار ہنس پڑا۔

"چلو شکر ہے یہاں تم نے بھی اپنے منہ سے میری تعریف تو کی ورنہ مغرب میں تو تمہاری تعریف مجھے باقاعدہ سلسلے وار کرنا پڑتی تھی اور تم نے کبھی میری تعریف کے لئے ایک حرف بھی منہ سے نہیں نکالا۔ تھینک یو مشرق"...... پارکر نے جواب دیا تو اس بار مارگریٹ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"واقعی مرد بڑی بھولی بھالی جنس ہے۔ کسی عورت کے منہ سے تھوڑی سی تعریف سن کر کسی پھولے ہوئے غبارے کی طرف پھولا جاتے ہیں۔ بس صرف غبارے میں سوئی مارنے کی دیر ہوتی ہے۔ پھر معاملہ اپنی اصل حالت میں آ جاتا ہے"...... مارگریٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم اب جو چاہو کہو۔ بہرحال تم نے مجھے عقلمند کہہ دیا ہے اب یہ سرٹیفکیٹ واپس نہیں ہو سکتا"...... پارکر نے کہا اور پھر دونوں ہی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ پھر تقریباً دو گھنٹے بعد فون کی گھنٹی

بج اٹھی تو پارکر نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ پارکر بول رہا ہوں"...... پارکر نے کہا۔

"ہاروے بول رہا ہوں جناب۔ رجسٹریشن آفس کے کمپیوٹر میں کمال احسن نام کے چار افراد ہیں۔ ان چاروں کے کوائف حاصل کر لئے گئے ہیں۔ میرا آدمی یہ کوائف آپ تک پہنچا دے گا۔ میرے آدمی کا نام میتھائس ہے"...... ہاروے نے کہا۔

"اوکے۔ شکریہ"...... پارکر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"اب ان چاروں کو چیک کرنا پڑے گا"...... پارکر نے رسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کام بھی ہاروے کے ذمے لگا دو"...... مارگریٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم مجھ پر طنز کر رہی ہو۔ تمہارا مطلب ہے کہ میں کے اے کے پیچھے بھاگتا پھرتا"...... پارکر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ چیکنگ ہماری نسبت وہ لوگ زیادہ آسانی سے کر سکیں گے کیونکہ بہرحال وہ مقامی لوگ ہیں۔ ہم غیر ملکی ہیں۔ ہم جہاں بھی جائیں گے لوگ ہماری طرف مکمل طور پر متوجہ ہو جائیں گے"...... مارگریٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ چلو آ جانے دو ان کوائف کو۔ انہیں دیکھ کر کوئی فیصلہ کریں گے"...... پارکر نے کہا تو مارگریٹ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"کیا مطلب۔ کیوں ہنس رہی ہو"...... پارکر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہاری حماقت پر ہنس رہی ہوں۔ نجانے تمہیں کیسے گریڈ ون دے دیا گیا ہے"...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

"اب تم نے میرا مذاق اڑانا شروع کر دیا ہے۔ سوچ لو۔ معاملہ میری برداشت سے باہر ہو گیا ہے۔ میں تمہیں گولی بھی مار سکتا ہوں"...... مارگریٹ کے ہنسنے پر پارکر واقعی چڑ سا گیا تھا۔

"میں اس لئے ہنس رہی ہوں کہ کاغذات پر لامحالہ ڈاکٹر کمال احسن کی تصویر ہو گی اور تم نے فائل میں موجود ڈاکٹر کمال احسن کی تصویر دیکھی ہے اس لئے ان چاروں کے کاغذات کو چیک کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جس پر ڈاکٹر کمال احسن کی تصویر ہو گی وہی ہمارا مطلوبہ کاغذ ہو گا"...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر کے چہرے پر پھیکی ہنسی ہنسنے کے تاثرات ابھر آئے۔

"تم واقعی نہ صرف ذہین ہو بلکہ ذہانت کے بھی اعلیٰ مقام پر ہو۔ گڈ شو"...... پارکر نے کہا تو مارگریٹ ایک بار پھر ہنس پڑی۔

"تم نے ایک اور بات نہیں سوچی"...... مارگریٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کون سی بات"...... پارکر نے چونک کر پوچھا۔

"ڈاکٹر کمال احسن نے یہ شناختی کارڈ اس وقت بنوایا ہو گا جب

اس کی عمر صرف اٹھارہ سال ہو گی کیونکہ یہاں بالغ ہونے کی عمر اٹھارہ سال ہے اور فائل میں جو تصویر ہے وہ ادھیڑ عمر کی ہے۔ کیا اتنا بڑا فرق تم پہچان لو گے"...... مارگریٹ نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ عمر چاہے کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جائے بنیادی خدوخال میں فرق نہیں پڑتا"...... پارکر نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کال بیل کی آواز سنائی دی۔

"میں دیکھتا ہوں۔ میتھائس آیا ہو گا"...... پارکر نے اٹھتے ہوئے کہا تو مارگریٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پارکر قدم بڑھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ موجود تھا۔ اس نے کرسی پر بیٹھ کر لفافہ کھولا اور اس میں سے کاغذات نکال کر میز پر رکھ دیئے۔ مارگریٹ نے ہاتھ بڑھا کر تھوڑے سے کاغذ اٹھائے اور انہیں غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ باقی کاغذات اٹھا کر پارکر نے دیکھنے شروع کر دیئے۔

"یہ دو مختلف آدمیوں کے کاغذات ہیں"...... مارگریٹ نے کہا۔

"یہ۔ یہ کاغذ ڈاکٹر کمال احسن کا ہے"...... پارکر نے اچانک اچھلتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ ویری گڈ۔ دکھاؤ"...... مارگریٹ نے کہا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذات میز پر پھینک دیئے۔ پارکر نے اپنے ہاتھ میں موجود ایک کاغذ مارگریٹ کی طرف بڑھا دیا۔ فائل میں ڈاکٹر

کمال احسن کا تازہ ترین فوٹو مارگریٹ نے بھی دیکھا ہوا تھا۔

''ہاں۔ یہ بالکل وہی ہے۔ تم نے اسے درست پہچانا ہے حالانکہ یہ بہت پہلے کی تصویر ہے لیکن بہرحال یہ فوراً پہچانا جا سکتا ہے''...... مارگریٹ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''اس کاغذ میں اس کا پتہ کہکشاں کالونی درج ہے''۔ مارگریٹ نے کاغذ کو پڑھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ چلو آگے بڑھنے کا راستہ تو ملا''...... پارکر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ بہرحال اب آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ یہاں مشرق میں لوگ ایک دوسرے کو بہت قریب سے جانتے ہیں اس لئے کچھ نہ کچھ تو معلوم ہو جائے گا''...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تو پھر کیا خیال ہے۔ وہاں کہکشاں کالونی کا چکر لگائیں'' پارکر نے کاغذ مارگریٹ سے لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں چلو۔ کچھ کام ہم بھی کریں''...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر نے کاغذ تہہ کر کے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالا اور میز پر موجود کاغذات کو اس نے دوبارہ لفافے میں ڈال کر لفافہ وہیں پر رکھ دیا۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا ایک سائنسی رسالے کے مطالعہ میں مصروف تھا لیکن پڑھتے ہوئے وہ بار بار نظریں اٹھا کر دروازے کی طرف اس طرح دیکھتا جیسے اسے کسی کے آنے کا انتظار ہو۔

''ایسی بھی آخر کیا شاپنگ ہوتی ہے کہ چار گھنٹے گزر گئے ہیں اور سلیمان صاحب کی شاپنگ ہی ختم نہیں ہوئی''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر کچھ دیر بعد جب اسے فلیٹ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو اس کے چہرے پر ہلکی سی بشاشت کی لہر سی دوڑ گئی۔ چند لمحوں بعد جب اس نے سلیمان کو شاپر اٹھائے کچن کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو اس نے سلیمان کو آواز دی۔

''ابھی آ رہا ہوں صاحب''...... سلیمان کی آواز سنائی دی اور پھر تھوڑی دیر بعد سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔

''جی صاحب''...... سلیمان نے قریب آ کر کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ تم کتنے بجے گئے تھے اور کتنے بجے تمہاری واپسی ہوئی ہے"...... عمران نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ اچھی طرح معلوم ہے۔ میرے جانے اور واپس آنے میں چار گھنٹوں کا فرق ہے"...... سلیمان نے بڑے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تم نے صرف دو آدمیوں کے کھانا بنانے کے لئے شاپنگ کرنا تھی اور تم نے چار گھنٹے لگا دیئے۔ اگر تم کسی بڑے ہوٹل کے پرچیز ڈائریکٹر ہوتے تو شاید قیامت کے روز ہی تمہاری واپسی ہوتی"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"پرچیز ڈائریکٹر کے پاس رقم ہوتی ہے اور وہ نقد رقم دے کر خریداری کرتے ہیں جبکہ میں ایک ایسے مفلس و قلاش کی طرف سے خریداری کرنے جاتا ہوں جس کے پاس ادھار لینے کی بھی استطاعت نہیں ہے۔ اب آپ خود سوچیں کہ کتنا وقت لگ جائے گا"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم آج ساری شاپنگ مفت میں کر آئے ہو۔ ویری گڈ۔ پھر تم انتہائی منافع بخش پرچیز ڈائریکٹر ہوئے۔ ویری گڈ"...... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"صرف ویری گڈ کہہ دینے سے میں خوش نہیں ہو سکتا اس لئے مجبوراً مجھے کوٹھی جانا پڑا بڑی بیگم صاحبہ کے پاس"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ تم اماں بی کے پاس گئے تھے۔ مگر کیوں"...... عمران نے اس طرح پریشان لہجے میں کہا جیسے اس کے مطابق سلیمان کا کوٹھی جانا اور اماں بی سے ملنا اس کے لئے انتہائی تشویش کا باعث ہو۔

"بڑی بیگم صاحبہ نے حکم دیا تھا کہ میں جو شاپنگ کروں وہ انہیں کوٹھی آ کر دکھا کر جایا کروں"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"وہ جاننا چاہتی ہیں کہ ان کا اکلوتا بیٹا دوپہر کے کھانے میں کیا کھاتا ہے اور رات کے کھانے میں اسے کیا ملتا ہے"...... سلیمان نے کہا تو عمران کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"اوہ۔ پھر تو انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ مجھے دوپہر کے کھانے میں چڑیا کے چوگ جتنا کھانا ملتا ہے اور رات کے کھانے میں بس انتظار ہی ملتا ہے"...... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ آپ سارا دن صرف چائے ہی پیتے ہیں اور کھانا سرے سے کھاتے ہی نہیں"۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔ یہ انہیں کس نے بتایا ہے"...... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"میں نے جو سامان خرید کیا اس سے یہی معلوم ہو سکتا تھا"۔

سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم نے تو دوپہر اور رات کے کھانے کے لئے سامان خریدا ہو گا۔ پھر"...... عمران نے کہا۔

"میں نے یہ سامان تو خریدا تھا لیکن اتنا کہ بس ایک آدمی ہی کھا سکے۔ باقی چائے کی پتی اور دودھ کے ڈبوں سے بھرے ہوئے شاپر تھے جس سے بڑی بیگم صاحبہ سمجھ گئیں کہ یہ کھانا میں کھاتا ہوں اور آپ صرف چائے پیتے رہتے ہیں اس لئے انہوں نے حکم دیا ہے کہ آپ کی چائے ایک ہفتے کے لئے بند اور دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا آپ کوٹھی میں جا کر بڑی بیگم صاحبہ کی موجودگی میں کھائیں گے"...... سلیمان نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں روزانہ کیسے جا سکتا ہوں اور پھر اماں بی تو چار پہلوانوں کی خوراک جتنا کھانا کھلانے کے باوجود یہی کہیں گی کہ میں نے کچھ نہیں کھایا اس لئے میں کمزور ہوتا جا رہا ہوں او پھر ایک ہفتے تک چائے کی بندش۔ میں تو اس لئے چیخ رہا تھا کہ چار گھنٹے ہو گئے ہیں اور مجھے چائے کی پیالی نہیں ملی اور تم نے ایک ہفتہ کی بندش کی بھیرویں سنا دی ہے"...... عمران نے منہ بنا ہوئے کہا۔

"آپ یہ بتائیں کہ گزشتہ ایک ہفتے سے آپ فلیٹ پر ر ہوئے صرف چائے ہی تو پی رہے ہیں اور آپ نے دوپہر ا رات کا کھانا ہوٹلوں میں ہی کھایا ہے۔ کیا میں غلط کہہ

ہوں"...... سلیمان نے کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم اپنے لئے تو کھانا بناتے ہی ہو گے"...... عمران نے کہا۔

"میں ایک آدمی کے لئے کیسے کھانا بناتا"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ تو ایک ہفتے سے تم نے کھانا نہیں کھایا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جب میں نے کھانا ہی نہیں بنایا تو کھانا کھایا کیسے جا سکتا ہے"...... سلیمان نے جواب دیا۔

"توبہ۔ توبہ۔ کیا تم ایک ہفتے سے بھوکے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے"...... عمران کی حالت دیکھنے والی ہو گئی تھی۔

"بھوکا تو نہیں ہوں ورنہ ایک ہفتے میں کم از کم دو بار بھوک سے مر چکا ہوتا"...... سلیمان نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اطمینان کا طویل سانس لیا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا کہ کھانا بھی نہیں کھایا اور بھوکے بھی نہیں رہے۔ کیا تم بھی ہوٹل جا کر کھانا کھاتے رہے ہو"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ میں نے گزشتہ ہفتے کے دوران کسی ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا"...... سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا ہوا۔ کیسے تمہارا پیٹ بھر گیا۔ فوراً بتاؤ"...... عمران

نے زچ ہونے کے انداز میں کہا۔

''میں فاسٹ فوڈ لا کر کھاتا رہا ہوں''...... سلیمان نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا جیسے اس کے کاندھوں سے لاکھوں ٹن بوجھ اتر گیا ہو۔

''تو تم آج کل فاسٹ فوڈ کے مزے اڑا رہے ہو اور مجھے چائے کا کپ بھی نہیں ملتا''...... عمران نے غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''بڑی بیگم صاحبہ کو فون کر کے اجازت لے لیجئے۔ میں ابھ حاضر کرتا ہوں چائے ورنہ مجھے اجازت دیں میں اپنی چائے کے لئے پانی آگ پر رکھ آیا ہوں''...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے ک اور واپس مڑ گیا۔

''بزرگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے اعمال کی شامت ہے کہ ہم ظالم و جابر حکمران مسلط کر دیئے جاتے ہیں جبکہ میرے اعمال شامت کے نتیجے میں تم بطور باورچی مجھ پر مسلط کر دیئے گئے ہو'' عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تو اپنے اعمال ٹھیک کر لیجئے۔ کھانا گھر کھایا کریں، آ گردی ختم کر دیں اور چائے کم پیا کریں تو باورچی کا تسلط ختم جائے گا''...... سلیمان نے مڑے بغیر کہا اور کمرے سے باہ گیا۔

''ایک تو چائے نہیں دی اور اوپر سے نصیحتوں کی پٹاری بھی

گئی ہے۔ وہ کیا کسی شاعر نے کہا ہے کہ کوئی غمگسار ہوتا، کوئی چارہ ساز ہوتا''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

''جس کا کوئی غمگسار نہیں ہے، کوئی چارہ ساز نہیں وہ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''صفدر سعید بول رہا ہوں۔ مس جولیا کے فلیٹ پر میرے ساتھ صدیقی اور صالحہ بھی موجود ہیں۔ ایک اہم مسئلہ درپیش ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ مس جولیا کے فلیٹ پر آ جائیں''۔ صفدر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''جب تنویر موجود نہیں ہے تو پھر اہم مسئلہ کیا ہو سکتا ہے۔ اصل مسئلہ تو یہاں ہے کہ چائے کا کپ تک نہیں مل رہا بلکہ دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ ایک ہفتے تک چائے نہیں مل سکتی اور اگر کچھ کہا جائے تو غمگساری اور چارہ سازی کرنے کی بجائے نصیحتیں شروع ہو جاتی ہیں کہ آوارہ گردی چھوڑ دو، ہوٹلوں میں کھانا کھانا چھوڑ دو''...... عمران نے رو دینے والے لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''آپ آ جائیں۔ آپ کو چائے تیار ملے گی ورنہ دوسری صورت میں ہم سب آپ کے پاس آ جاتے ہیں۔ سلیمان اگر آپ کو چائے نہیں دیتا تو بے شک نہ دے ہمیں چائے پلائے بغیر

واپس نہیں جانے دے گا“...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ خرچہ تو میرا ہو گا اور میں بے روز گاری کے ہاتھوں مفلسی اور قلاشی کی آخری حدود میں داخل ہو چکا ہوں۔ تم خود بتاؤ کتنا عرصہ ہو گیا ہے کہ کوئی مشن ہی سامنے نہیں آ رہا۔ تمہیں ہر ماہ تنخواہیں اور الاؤنس مل جاتے ہیں۔ میں کہاں جاؤں“۔ عمران نے رونے والے لہجے میں کہا تو دوسری طرف صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

”تو پھر خوش ہو جائیں۔ آپ کے لئے صدیقی ایک نئے مشن کا بندوبست کر رہا ہے اور اسی لئے آپ کو کال بھی کیا جا رہا ہے“۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ پھر تو میں سر کے بل چل کر آؤں گا اور اب یہ اور بات ہے کہ سر کے نیچے مجھے خصوصی طور پر پہیئے لگوانے پڑیں گے۔ اس کے بعد ہی سر کے بل آ سکتا ہوں“...... عمران نے کہا او رسیور رکھ کر وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ سلیمان چائے کی پیالی لئے کمر میں داخل ہوا اور اس نے چائے کی پیالی سامنے میز پر رکھ دی۔

”لیکن مجھے تو چائے کی آفر مس جولیا کے فلیٹ پر صفدر ابھی فون کر کے دی ہے“...... عمران نے سینہ چوڑا کرتے ہو کہا۔

”اوہ۔ خدا کا لاکھ شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ واقعی دلوں کا حا جانتا ہے۔ یہ چائے اس قدر اچھی بنی ہے کہ میرا دل چاہتا تھا

اسے خود ہی پی جاؤں لیکن اب آپ نے اسے پینے سے انکار کر دیا ہے اور آپ نے انکار کر کے مجھے دلی مسرت عطا کی ہے۔ البتہ یہ بتا دوں کہ وہاں آپ کو چائے نہیں ملے گی بلکہ چائے کا جوشاندہ ضرور مل جائے گا“...... سلیمان نے کہا اور چائے کی پیالی اٹھا کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”چائے کا جوشاندہ۔ بات تو ٹھیک ہے۔ سلیمان کی بنائی ہوئی چائے اور جولیا کی بنائی ہوئی چائے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جولیا کئی بار سلیمان کی چائے کی تعریف کر چکی ہے۔ بہرحال اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو اچھی چائے کی پیالی واپس چلی گئی ہے“۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار اس رہائشی پلازہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں ان دنوں جولیا کا فلیٹ تھا۔ کار چلاتے ہوئے عمران سوچ رہا تھا کہ صدیقی نے کس مشن کے بارے میں بات کی ہو گی جسے صفدر اہم مسئلے کا نام دے رہا تھا۔ بہرحال یہ سب سوچتے ہوئے وہ اس رہائشی پلازہ میں پہنچ گیا۔ کار اس نے پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ پلازہ کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جولیا کے فلیٹ کے بند دروازے کے سامنے موجود تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد کٹک کی آواز کے ساتھ ہی صفدر کی آواز سنائی دی۔

”کون ہے باہر“...... صفدر نے پوچھا۔

"چلو بوجھو تو جانیں کہ کون ہے باہر"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے ایک بار پھر کٹک کی آواز سنائی دی اور چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

"چلو دیکھ لینے کے بعد بتا دو کہ باہر کون ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ کے لئے مس جولیا اور صالحہ چائے تیار کر رہی ہیں"۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں اس دوران ڈرائینگ روم میں پہنچ گئے تھے جہاں صدیقی موجود تھا۔ اس سے سلام دعا کرنے کے بعد عمران صوفے پر بیٹھ گیا۔

"صفدر فون پر بتا رہا تھا کہ تم کسی مشن پر کام کر رہے ہو۔ کیا فورسٹارز کا کوئی مشن ہے"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے وزارت سائنس کے سیکرٹریٹ جانے اور وہاں سیکشن آفیسر کے پاس موجود سرکاری لیٹر کے بارے میں معلومات ہونے پر اس کی وہاں جو باتیں ہوئیں وہ اس نے تفصیل سے عمران کو بتا دیں۔

"کیا نام بتایا ہے سائنس دان کا۔ ڈاکٹر کمال احسن"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ یہی نام بتایا گیا تھا لیکن میرے دوست سیکشن آفیسر کے مطابق اس نام کے کسی سائنس دان کی ان کے پاس کوئی رجسٹریشن نہ تھی"...... صدیقی نے کہا۔ اسی لمحے جولیا اور صالحہ ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی کچن سے باہر آ گئیں۔ ان دونوں نے عمران

سلام کیا۔

"آج میں چائے پینے آیا ہوں اس لئے چائے ہی پیوں گا۔ چائے کا جوشاندہ نہیں ہونا چاہئے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چائے کا جوشاندہ۔ وہ کیا ہوتا ہے عمران صاحب"...... صفدر نے حیران ہو کر پوچھا تو عمران نے سلیمان کی اس سے ہونے والی ساری بات بتا دی تو وہ سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"سلیمان درست کہتا ہے۔ میں نے اس کی بنائی ہوئی چائے بھی پی ہے۔ وہ واقعی اچھی چائے بناتا ہے"...... جولیا نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ جب تم نے خود ہی ہتھیار ڈال دیئے ہیں تو اب میں کیا کر سکتا ہوں ورنہ میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ واپس جا کر تمہاری چائے کی اتنی تعریف کروں گا کہ سلیمان خودکشی کرنے تک پہنچ جائے۔ اب مدعی ست، گواہ چست ہو تو کیا ہو سکتا ہے"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ نے اب تک سلیمان کی بنی ہوئی چائے پی ہے۔ آج میرے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے بھی پی کر دیکھیں اور پھر فیصلہ کریں"...... اچانک صالحہ نے کہا۔

"تمہارے ہاتھ کی تیار کی ہوئی چائے۔ کیا مطلب۔ کیا اب انسانی ہاتھ کی بھی چائے بنائی جاتی ہے۔ میں نے سنا تھا کہ چائے

کے باغات ہوتے ہیں جہاں سے چائے حاصل کی جاتی ہے''...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ عمران نے اپنے سامنے رکھی ہوئی چائے کی پیالی اٹھا کر منہ سے لگا لی۔

''یہ چائے بنائی کس نے ہے صالحہ۔ تم نے یا جولیا نے''۔ عمران نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''میں نے بنائی ہے''...... صالحہ نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو جولیا اس کی شرارت سمجھ گئی اس لئے وہ بھی مسکرا دی۔

''تمہارے والد نے پوری دنیا میں ہوٹلوں کی چین تو بنا دی ہے لیکن بیٹی کو چائے بنانا نہیں سکھائی''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''سوری عمران صاحب۔ یہ چائے جولیا نے بنائی ہے''۔ صالحہ نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ارے۔ پھر تو یہ سرے سے چائے ہی نہیں ہے''...... عمران نے کہا تو صالحہ سمیت سب چونک پڑے۔

''تو پھر کیا ہے''...... صالحہ نے چونک کر پوچھا۔

''ٹی''...... عمران نے جواب دیا تو جولیا بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''خالی ٹی یا بلیک ٹی''...... صالحہ نے کہا۔

''جولیاٹی''...... عمران نے جواب دیا تو اس بار سب ہی بے اختیار ہنس پڑے۔

''عمران صاحب۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ چیف سے ہمیں اجازت لے دیں تاکہ ہم ڈاکٹر کمال احسن کو ٹریس کرنے کی کوشش کریں اور اگر ہو سکے تو اس سے وہ فارمولا بھی حاصل کر لیا جائے جو وہ گریٹ لینڈ سے لے کر آیا ہے اور جس کی واپسی کے لئے گریٹ لینڈ بے حد بے چین ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''چیف سے اجازت لینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ چیف نے تمہاری حاضری تو نہیں لگانی کہ صبح تم کس وقت کام پر آتے ہو اور کس وقت چھٹی کر کے جاتے ہو۔ جب تک کوئی مشن سامنے نہ آئے تم آزاد ہو اور اپنی مرضی کے مالک ہو۔ جو چاہے کرتے رہو۔ لیکن میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں ہے''...... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''وہ کیوں''...... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

''اس لئے کہ دنیا کے تقریباً تمام بڑے اور کچھ چھوٹے ممالک میں ایٹمی توانائی پر کسی نہ کسی انداز میں کام ہو رہا ہے۔ ایسے میں اگر ڈاکٹر کمال احسن نے کوئی نیا فارمولا بنا لیا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اس کے پیچھے مارے مارے پھرا جائے''...... عمران نے کہا۔

''تو پھر گریٹ لینڈ کیوں کوشش کر رہا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''میرے پاس لاکھوں روپے ہوں اور میرا ایک روپیہ چوری ہو جائے تو اس ایک روپے کے لئے میں فطری طور پر پریشان ہو جاتا

ہوں جبکہ دوسرے مجھ پر ہنستے ہیں کہ ایک روپے کے لئے پریشان
ہو رہا ہے۔ یہی معاملہ گریٹ لینڈ کے ساتھ ہو گا۔ چونکہ اس کا
فارمولا چوری ہوا ہے اس لئے وہ پریشان ہے اور کوشش کر رہا ہے
کہ فارمولا واپس مل جائے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

''تو آپ کا خیال ہے کہ ہمیں اس معاملے کو نظرانداز کر دینا
چاہئے''...... صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یہ بات نہیں۔ تم اپنے طور پر کام کرتے رہو۔ اگر کوئی اہمیت
سامنے آئی تو چیف سے بھی بات ہو جائے گی''...... عمران نے
جواب دیا۔

''نہیں عمران صاحب۔ ہمیں اس معاملے کو سرسری انداز میں
نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔ یہ فارمولا عام فارمولا نہیں ہوسکتا ورنہ
گریٹ لینڈ اس قدر دباؤ ہماری حکومت پر نہ ڈالتا اور سب سے
اہم بات یہ ہے کہ ڈاکٹر کمال احسن کو نہ ہی حکومت ٹریس کر سکی
ہے اور نہ ہی ملٹری انٹیلی جنس۔ اگر یہ عام فارمولا ہوتا تو ڈاکٹر کمال
احسن کو اس انداز میں چھپنے کی کیا ضرورت تھی''...... صفدر نے
تیز لہجے میں تقریباً تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''ملٹری انٹیلی جنس کا اس سے کیا تعلق''...... عمران نے چونک
کر کہا۔

''مجھے وزارت سائنس کے سیکشن آفیسر نے بتایا تھا کہ ج

حکومت ڈاکٹر کمال احسن کو ٹریس نہ کر سکی تو گریٹ لینڈ کے دباؤ پر
یہ کیس ملٹری انٹیلی جنس کو ریفر کر دیا گیا لیکن ملٹری انٹیلی جنس بھی
اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اسے ٹریس نہ کر سکی''...... صدیقی
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اگر یہ بات ہے تو پھر یہ معاملہ واقعی اہم ہے''...... عمران
نے کہا۔

''عمران صاحب۔ یہ ڈاکٹر کمال احسن شاید اس لئے چھپا ہوا
ہے کہ وہ اس فارمولے کا سودا کسی ملک سے کرنے کی کوشش کر رہا
ہو گا ورنہ اسے چھپنے کی کیا ضرورت ہے''...... صالحہ نے کہا۔

''لیکن کیا یہ بات کنفرم ہے کہ ڈاکٹر کمال احسن گریٹ لینڈ
سے پاکیشیا واپس آیا ہے اور اب تک پاکیشیا میں ہی ہے''...... جولیا
نے کہا۔

''میں نے اس سیکشن آفیسر سے بات کی تھی۔ اس نے بتایا کہ
ایئر پورٹ کے ریکارڈ کو چیک کیا گیا ہے۔ جب سے ڈاکٹر کمال
احسن پاکیشیا آیا ہے اس کے بعد وہ واپس نہیں گیا''...... صدیقی
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ معاملات سادہ نہیں ہیں۔ اب تو مجھے
خود دیکھنا ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ آپ اکیلے ہی سب کچھ کر لیں گے۔ ہم
چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں بھی اس معاملے میں ساتھ رکھیں''...... صفدر

نے کہا۔

”یہ کوئی ایسا مشن نہیں ہے کہ ہم سب مل کر کسی ہوٹل پر حملہ کر دیں۔ یہ تو پولیس انکوائری سٹائل کا کیس ہے۔ میں اپنے طور پر کام کروں گا اور تم اپنے طور پر کام کرو۔ البتہ کوئی پیش رفت ہونے پر ایک دوسرے سے معاملات شیئر کر لیں گے“...... عمران نے کہا تو سب نے اس کی بات کی تائید کر دی۔

ٹیکسی ایک رہائشی کالونی میں داخل ہوئی تو ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار آہستہ کی اور عقبی سیٹ کی طرف گردن موڑ دی۔

”آپ نے کہاں جانا ہے۔ کہکشاں کالونی تو یہی ہے“۔ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

”اٹھائیس نمبر کوٹھی پر لے چلو“...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے پارکر نے کہا۔ مارگریٹ بھی اس کے ساتھ تھی۔

”یس سر“...... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک پرانی اور درمیانے سائز کی کوٹھی کے مین گیٹ کے سامنے رک گئی۔ پارکر اور مارگریٹ دونوں نیچے اترے۔ پارکر نے ٹیکسی ڈرائیور کو میٹر دیکھ کر کرایہ اور ٹپ دے کر فارغ کر دیا تو ٹیکسی ڈرائیور نے سلام کیا اور ٹیکسی آگے بڑھا لے گیا۔

”اسے فارغ کیوں کر دیا۔ اب واپس کیسے جائیں گے“۔

مارگریٹ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''چلے جائیں گے۔ میں ٹیکسی ڈرائیور کے سامنے پوچھ گچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ویسے بھی مجھے ایک فیصد بھی امید نہیں ہے کہ ڈاکٹر کمال احسن اب بھی یہاں رہتا ہوگا ورنہ ملٹری انٹیلی جنس اسے تلاش کر چکی ہوتی''...... پارکر نے کہا۔

''تو پھر یہاں آنے کا کیا فائدہ''...... مارگریٹ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یہاں سے آگے بڑھنے کا راستہ مل جائے گا''...... پارکر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر آ گیا۔

''جی آپ''...... آنے والے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہمیں ڈاکٹر کمال احسن صاحب سے ملنا ہے۔ وہ گریٹ لینڈ میں ہمارے دوست رہے ہیں''...... پارکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر کمال احسن۔ وہ کون ہیں۔ یہاں تو پروفیسر علوی صاحب رہتے ہیں۔ میں ان کا ملازم ہوں''...... ادھیڑ عمر آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

''پروفیسر صاحب اندر موجود ہیں''...... پارکر نے پوچھا۔

''جی ہاں''...... ملازم نے جواب دیا۔

''آپ ہمیں ان سے ملوا دیں۔ ہم ان سے بات کر لیں گے''۔ پارکر نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ تشریف لائیے''...... ملازم نے کہا اور مڑ کر پھاٹک کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے مارگریٹ اور آخر میں پارکر اندر داخل ہوا تو ملازم نے پھاٹک بند کر دیا اور پھر وہ انہیں ایک چھوٹے سے ڈرائینگ روم میں لے آیا جہاں قدرے قدیم دور کے صوفے اور میزیں موجود تھیں لیکن ان کی صفائی ستھرائی کا خصوصی خیال رکھا گیا تھا۔

''تشریف رکھیں۔ میں پروفیسر صاحب کو اطلاع دیتا ہوں''۔ ملازم نے کہا تو پارکر کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔

''نجانے اس پروفیسر نے کس سے یہ کوٹھی خریدی ہو گی۔ ضروری تو نہیں کہ براہ راست ڈاکٹر کمال احسن سے ہی خریدی ہو''۔ مارگریٹ نے ڈرائینگ روم کا نظروں ہی نظروں میں جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''دیکھو۔ اب آ گئے ہیں تو کچھ نہ کچھ تو بہرحال آگے بڑھیں گے''...... پارکر نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر پڑا ہوا پردہ ہٹا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی جس نے گھریلو لباس پہنا ہوا تھا، اس کے بال خشک اور بکھرے ہوئے تھے، آنکھوں پر نظر کی عینک تھی، اندر داخل ہوا۔ پارکر اور مارگریٹ دونوں اس کے استقبال کے لئے اٹھ

کھڑے ہوئے کیونکہ اسے دیکھتے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ شخص یقینی طور پر پروفیسر علوی ہی ہوسکتا ہے۔

"مجھے علوی کہتے ہیں اور میں ریٹائرڈ پروفیسر ہوں"...... آنے والے نے پارکر کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا نام پارکر ہے اور یہ میری بیوی مارگریٹ ہے"...... پارکر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھیں"...... پروفیسر علوی نے ہاتھ چھوڑ کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ اس نے مارگریٹ کا مصافحہ کے لئے بڑھا ہوا ہاتھ دانستہ نظرانداز کردیا تھا۔ مارگریٹ کے چہرے پر ہلکی سی کبیدگی کے تاثرات ابھر آئے لیکن پھر وہ نارمل ہوگئی۔

"ہم گریٹ لینڈ سے آئے ہیں۔ وہاں ہماری دوستی ایک سائنس دان ڈاکٹر کمال احسن سے رہی ہے۔ پھر ڈاکٹر کمال احسن اچانک واپس پاکیشیا آ گئے۔ ان کا کوئی رابطہ نمبر یا ایڈریس ہمارے پاس نہیں ہے۔ البتہ انہوں نے ایک بار ہمیں بتایا تھا کہ پاکیشیا کے دارالحکومت میں وہ کہکشاں کالونی میں رہائش پذیر رہے ہیں اس لئے ہم یہاں ان سے ملنے آئے تھے"...... پارکر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ملازم دوبارہ اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں مقامی مشروب کی تین بوتلیں ٹشو پیپرز میں لپٹی ہوئی رکھی تھیں۔ اس نے ایک ایک بوتل ان سب کے سامنے رکھی اور پھر خالی ٹرے اٹھائے واپس چلا گیا۔

"خوشی ہوئی آپ کے آنے پر۔ کسی بہانے آپ یہاں تشریف لائے اور آپ سے ملاقات ہوگئی۔ مشروب لیں"...... پروفیسر علوی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنے سامنے موجود بوتل اٹھا کر اسے سپ کر کے دوبارہ میز پر رکھ دی۔

"شکریہ۔ ہمیں بھی آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے لیکن ڈاکٹر کمال احسن صاحب شاید یہاں نہیں ہیں"...... پارکر نے بھی مشروب کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"آج سے تقریباً بیس سال قبل جب وہ مستقل گریٹ لینڈ شفٹ ہو گئے تھے تو انہوں نے یہ کوٹھی مجھے فروخت کر دی تھی اور میں گزشتہ بیس سالوں سے یہاں رہ رہا ہوں اور اس دوران کبھی ڈاکٹر صاحب سے میری ملاقات نہیں ہوسکی"...... پروفیسر علوی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو ان سے ملاقات ناممکن ہو گی۔ ہمارا خیال تھا کہ شاید آپ آگے کی طرف ہماری رہنمائی کرسکیں"...... پارکر نے قدرے ناامید سے لہجے میں کہا۔

"میں آپ کی رہنمائی زیادہ تو نہیں کرسکتا البتہ اتنا بتا سکتا ہوں کہ جس رئیل اسٹیٹ ایجنٹ کے ذریعے میں نے یہ کوٹھی ڈاکٹر کمال احسن صاحب سے خریدی تھی اس کا آفس اسی کالونی میں ہے اور اس سے اکثر سرراہے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ اس نے ایک بار سرسری انداز میں کسی بات پر کہا تھا کہ اس کا رابطہ اب بھی ڈاکٹر

صاحب سے گریٹ لینڈ میں ہے۔ وہ جب گریٹ لینڈ جاتا تھا ت
ڈاکٹر صاحب کا ہی مہمان ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ ک
رہنمائی کر سکے''...... پروفیسر علوی نے کہا تو پارکر اور مارگری
دونوں کے چہروں پر امید کے تاثرات ابھر آئے۔

''کون صاحب ہیں وہ۔ کیا تفصیل ہے''...... پارکر نے پوچھا۔

''ان کا نام باسط ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں فون پر آپ ۔
ان کی بات کرا دیتا ہوں۔ ان کا نمبر ڈائری میں درج ہے کیو
میں بھی اسے یہ کوٹھی فروخت کر کے مستقل طور پر ایکریمیا شف
ہونا چاہتا ہوں۔ میرے دو لڑکے ہیں اور وہ دونوں ایکریمیا م
مستقل سیٹل ہو گئے ہیں۔ میری بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اس لئے
یہاں ملازم کے ساتھ اکیلا رہتا ہوں''...... پروفیسر علوی نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

''آپ انہیں فون کر کے ہمارے بارے میں بتا دیں۔ ہم ا
سے آپ کے حوالے سے مل لیں گے۔ شاید کوئی تفصیلی بات ہ
جائے''...... پارکر نے کہا۔

''ٹھیک ہے''...... پروفیسر علوی نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈا
کر اس نے ایک پاکٹ ڈائری نکالی اور اسے کھول کر دیکھنے لگے
پھر ایک صفحے پر ان کی نظریں جم گئیں۔ چند لمحوں بعد انہوں ۔
ڈائری بند کی اور اسے دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ پھر انہوں ۔
سامنے میز پر موجود فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع

دیئے۔ آخر میں شاید انہوں نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا
کیونکہ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی تھی اور
پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''یس۔ باسط علی بول رہا ہوں''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''باسط صاحب۔ میں پروفیسر علوی بول رہا ہوں''...... پروفیسر
علوی نے کہا۔

''اوہ۔ آپ پروفیسر صاحب۔ فرمائیں کوئی خاص بات''۔ باسط
علی نے چونک کر کہا۔

''گریٹ لینڈ سے آئے ہوئے دو مہمان میری کوٹھی میں موجود
ہیں۔ پارکر اور مسز پارکر۔ انہیں ڈاکٹر کمال احسن سے ملنا ہے لیکن
ان کے پاس ان کا کوئی رابطہ نمبر یا ایڈریس نہیں ہے۔ ڈاکٹر
صاحب نے میری اس کوٹھی کا ذکر ان سے کیا تھا۔ چنانچہ یہ یہاں
میرے پاس آ گئے۔ میں نے انہیں آپ کے بارے میں بتا دیا
ہے۔ یہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں اپنے ملازم اکبر کے
ساتھ آپ کے آفس بھجوا رہا ہوں''...... پروفیسر علوی نے مسلسل
بولتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب کے بارے میں۔ ٹھیک ہے بھجوا دیں''...... باسط
علی نے کہا۔

''شکریہ''...... پروفیسر علوی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''یہاں قریب ہی آفس ہے۔ میری کار خراب ہے ورنہ میں خود

کار پر بٹھا کر آپ کو وہاں چھوڑ آتا''...... پروفیسر علوی نے اٹھتے ہوئے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ آپ نے اپنی مصروفیات میں سے اتنا وقت دیا ہے اور ہماری رہنمائی بھی کی ہے۔ ہم آپ کے مشکور ہیں''۔ پارکر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ مارگریٹ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آئیں''...... پروفیسر علوی نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں ہی اس کے پیچھے باہر برآمدے میں آ گئے۔ وہاں ملازم موجود تھا۔

''اکبر''...... پروفیسر علوی نے ملازم سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جی صاحب''...... ملازم نے قریب آ کر کہا۔

''مہمانوں کو باسط علی کے آفس تک چھوڑ آؤ''...... پروفیسر علوی نے کہا۔

''آیئے جناب''...... ملازم نے پارکر سے کہا اور پھر پروفیسر علوی نے ایک بار پھر صرف پارکر سے ہاتھ ملایا اور مارگریٹ کو صرف سر جھکا کر تعظیم دی اور پھر وہ انہیں پھاٹک تک چھوڑنے آئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں باسط رئیل اسٹیٹ ایجنٹ کے آفس میں داخل ہو رہے تھے۔ ملازم اکبر سلام کر کے واپس چلا گیا تھا۔ باسط علی بھاری جسم اور درمیانے قد کا ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس نے بڑے اچھے انداز میں ان کا خیر مقدم کیا اور آفس کے پیچھے بنے ہوئے میٹنگ روم میں لے آیا۔ اس کے ملازم نے بھی مقامی

مشروبات کی بوتلیں لا کر ان کے سامنے رکھ دیں۔

''ابھی پروفیسر صاحب کے پاس ہم نے مشروب پیا ہے۔ آپ رہنے دیں''...... پارکر نے کہا لیکن باسط علی نے اس قدر محبت بھرے انداز میں اصرار کیا کہ پارکر اور مارگریٹ دونوں کو مشروب پینا پڑا۔

''آپ ڈاکٹر کمال احسن کو کیوں تلاش کر رہے ہیں''...... باسط علی نے کہا تو پارکر نے وہی وجہ بتا دی جو وہ پہلے پروفیسر علوی کو بتا چکا تھا۔

''میری ان سے آخری ملاقات دو سال پہلے گریٹ لینڈ میں ہوئی تھی۔ میں ایک بزنس ٹور کے سلسلے میں وہاں گیا تھا۔ اب یہ تو میں نے آپ سے سنا ہے کہ وہ گریٹ لینڈ سے مستقل طور پر یہاں آ چکے ہیں لیکن نہ ہی انہوں نے مجھے کوئی اطلاع دی ہے اور نہ ہی میری ان سے کوئی ملاقات ہوئی ہے''...... باسط علی نے کہا تو پارکر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ مارگریٹ کے چہرے پر بھی مایوسی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''آپ کوئی رہنمائی تو کر سکتے ہیں انہیں تلاش کرنے میں۔ ہم نے انتہائی ضروری معلومات کے لئے ان سے ملنا ہے اور اس میں زیادہ فائدہ انہی کا ہے''...... پارکر نے کہا۔

''ہاں۔ ایک بات بتا سکتا ہوں کہ ڈاکٹر کمال احسن کی بیوہ بہن گرین ٹاؤن کی کوٹھی نمبر بارہ اے میں رہتی ہیں۔ وہ اگر پاکیشیا

آئے ہیں تو لازماً اپنی بہن سے ملے ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ وہ
وہیں رہ رہے ہوں یا پھر انہیں معلوم ہو کہ وہ کہاں مل سکتے
ہیں''...... باسط علی نے کہا۔

''کیا نام ہے ان کی بہن کا''...... پارکر نے پوچھا۔

''وہ مسز مسعود کہلاتی ہیں۔ مسعود صاحب تو وفات پا چکے ہیں
اور وہ بیوہ ہیں۔ ان کے بچے یہاں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور
ویسے بھی مسعود صاحب دو ٹیکسٹائل ملوں کے ڈائریکٹر تھے اس لئے
وہ لوگ خاصے امیر ہیں''...... باسط علی نے کہا۔

''او کے۔ بے حد شکریہ۔ یہاں قریب سے ٹیکسی مل سکتی ہے''۔
پارکر نے پوچھا۔

''میں منگوا دیتا ہوں ٹیکسی''...... باسط علی نے کہا اور پھر اس ـ
اپنے ملازم کو بلا کر ٹیکسی لانے کا کہہ دیا۔

''آپ کی مسز مسعود سے واقفیت ہے''...... پارکر نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ ان کے بہت سے پلاٹس ہیں۔ اس سلسلے میں کئی با
ان سے ملاقات ہو چکی ہے۔ یہ ان کی مہربانی ہے کہ وہ میر
کلائنٹ بھی ہیں''...... باسط علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو آپ انہیں فون کر کے ہمارے بارے میں بتا دیں تا
ہمیں وہاں ان سے ملاقات میں پریشانی نہ ہو''...... پارکر نے کہا۔

''جی بہتر''...... باسط علی نے کہا اور سامنے میز پر موجود فون
رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر د

لیکن اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس نہیں کیا تھا۔

''لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیں تاکہ ہمیں بھی ان کا جواب
معلوم ہو سکے''...... پارکر نے مسکراتے ہوئے کہا تو باسط علی نے
اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بٹن پریس کر دیا اور اس کے ساتھ ہی
رسیور اٹھائے جانے کی آواز سنائی دی۔

''مسعود مینشن''...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''میں کہکشاں کالونی سے باسط رئیل اسٹیٹ ایجنٹ باسط علی
بول رہا ہوں۔ بڑی بیگم صاحبہ سے ضروری بات کرنی ہے''۔ باسط
علی نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو''...... چند لمحوں بعد ایک اور نسوانی آواز سنائی دی لیکن اس
بار بولنے والی خاتون کا لہجہ باوقار تھا۔

''بڑی بیگم صاحبہ۔ میں باسط علی بول رہا ہوں''...... باسط علی کا
لہجہ مزید مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

''ہاں۔ کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے''...... دوسری طرف
سے کہا گیا۔

''گریٹ لینڈ کا ایک جوڑا جو میاں بیوی ہیں اور آپ کے
بھائی ڈاکٹر کمال احسن کے دوست ہیں، آپ سے ملاقات چاہتے
ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں بات کرنے کے لئے''۔ باسط
علی نے پہلے کی طرح مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا بات کرنی ہے"...... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

"وہ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس ملاقات میں ڈاکٹر صاحب کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ وہ پروفیسر علوی صاحب سے ملے تھے اور پھر وہاں سے انہیں میرے پاس بھجوا دیا گیا اور میں نے انہیں آپ کا ریفرنس دیا ہے"۔ باسط علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"انہیں فون دو۔ میری ان سے بات کراؤ"...... مسز مسعود نے کہا۔

"یس بڑی بیگم صاحبہ"...... باسط علی نے کہا اور رسیور پارکر کی طرف بڑھا دیا۔

"میرا نام پارکر ہے۔ میرے ساتھ میری بیوی مارگریٹ ہے او ہم دونوں ڈاکٹر صاحب سے ملاقات چاہتے ہیں"...... پارکر نے کہا۔

"کس لئے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میڈم۔ ڈاکٹر صاحب کی گریٹ لینڈ میں انتہائی قیمتی جائید ہے۔ وہاں کا قانون ہے کہ اگر ایک سال تک ملک چھوڑنے وا آدمی اپنی جائیداد فروخت نہ کرے تو وہ حکومت ضبط کر لیتی ہے ا لئے میں چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب سے مل کر ان کی جائیداد مناسب قیمت پر خرید لوں۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب کو مناسب ا

معقول قیمت مل جائے گی اور ہمیں وہ جائیداد ورنہ ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا اور جائیداد بھی ضبط ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں ہم میاں بیوی پاکیشیا آئے ہیں لیکن یہاں ڈاکٹر صاحب ہی ٹریس نہیں ہو رہے"...... پارکر نے ایک نئی کہانی گھڑ کر سنا دی کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ ڈاکٹر کمال احسن کی بہن مختلف انداز کی خاتون ہیں اور اسے عام باتوں سے بہلایا نہیں جا سکتا۔

"ڈاکٹر صاحب واپسی پر ایک ہفتہ ہمارے گھر رہے تھے پھر وہ یہ کہہ کر چلے گئے تھے کہ وہ اپنے کسی دوست ڈاکٹر رابرٹ سے ملنے جا رہے ہیں۔ رابرٹ ان کے بقول کوئی ماہر پلاسٹک سرجن ہے۔ اس کے بعد ان کا فون آیا تھا کہ وہ اب مستقل طور پر کافرستان شفٹ ہو گئے ہیں اس کے بعد ان سے کوئی رابطہ نہیں ہوا"...... مسز مسعود نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ان ڈاکٹر صاحب یعنی ڈاکٹر رابرٹ صاحب سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے"...... پارکر نے پوچھا۔

"ریلوے روڈ پر ان کا معروف کلینک ہے۔ وہیں ہوں گے وہ"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو پارکر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور رکھ دیا۔

"جناب آپ کی ٹیکسی آ گئی ہے"...... اسی لمحے ملازم نے اندر داخل ہو کر کہا تو پارکر اور مارگریٹ دونوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر پارکر نے باسط علی سے مصافحہ کیا، ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ

دونوں باہر آ کر ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔

''ریلوے روڈ پر ڈاکٹر رابرٹ پلاسٹک سرجن کا کلینک ہے۔ وہاں چلو''...... پارکر نے ٹیکسی کی عقبی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''یس سر''...... ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا اور پھر مارگریٹ اور پارکر کے عقبی نشست پر بیٹھنے کے بعد ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

''لگتا ہے کہ تمہاری محنت اب ٹھکانے لگنے والی ہے''۔ مارگریٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ دیکھو اب یہ ڈاکٹر کہاں بھیجتا ہے''...... پارکر نے کہا لیکن مارگریٹ نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ٹیکسی نے انہیں ایک بڑے کلینک کے گیٹ کے سامنے اتار دیا۔ یہ ڈاکٹر رابرٹ کا کلینک تھا۔ پارکر نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دے کر بھیج دیا اور پھر وہ دونوں کلینک میں داخل ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے کمرے میں تھے اور فارغ تھے اس لئے پارکر اور مارگریٹ کو ان سے فوری ملاقات کا موقع مل گیا۔

''تشریف رکھیں۔ بتائیں کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتہ ہوں''...... ڈاکٹر رابرٹ نے دونوں سے مصافحہ کرنے کے بعا پوچھا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ آپ بڑے معروف پلاسٹک سرجن ہیں'' پارکر سے بولنے سے پہلے مارگریٹ بول پڑی تو پارکر نے ایک با

تو چونک کر اسے دیکھا اور پھر ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔

''آپ کی مہربانی ہے۔ آپ فرمائیں میں کیا خدمت کر سکتا ہوں''...... ڈاکٹر رابرٹ نے جو ادھیڑ عمر اور سنجیدہ مزاج آدمی تھے، دھیرے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ کی تعریف ہم نے گریٹ لینڈ میں سنی تھی۔ یہ تعریف وہاں ڈاکٹر کمال احسن نے کی تھی۔ آپ نے ان کی ایسی پلاسٹک سرجری کی تھی کہ وہ کسی طور پر بھی پہچانے نہ جا سکتے تھے''۔ مارگریٹ نے کہا تو پارکر اس طرح چونک پڑا جیسے کرسی کی پشت میں کانٹے نکل آئے ہوں۔

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں اور کون ڈاکٹر کمال احسن۔ مجھے تو یاد نہیں رہا''...... ڈاکٹر رابرٹ نے کہا لیکن ان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔

''ڈاکٹر صاحب۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ گریٹ لینڈ میں تو ایسی پلاسٹک سرجری کرنا جس سے چہرے کے بنیادی خدوخال ہی تبدیل ہو جائیں ممنوع ہے۔ یہاں پاکیشیا کا ہمیں معلوم نہیں ہے لیکن ہم ڈاکٹر کمال احسن کے دوست ہیں اور یہاں ان سے ملنے آئے ہیں لیکن وہ اپنے بتائے ہوئے ایڈریس اٹھائیس کہکشاں کالونی میں موجود نہیں ہیں۔ پھر ان کی بہن مسز مسعود نے ہمیں آپ کا ریفرنس دیا اور بتایا کہ کلینک کہاں ہے تو ہم یہاں آ گئے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہمارا آپ سے یا ڈاکٹر کمال احسن

سے کوئی غلط تعلق نہیں ہے۔ آپ صرف ہمیں یہ بتا دیں کہ اب ا
سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے''...... مارگریٹ نے مسلسل بولے
ہوئے کہا تو ڈاکٹر رابرٹ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''مجھے واقعی معلوم نہیں ہے کیونکہ انہوں نے مجھ سے علاج کر
تھا اور بس''...... ڈاکٹر رابرٹ نے کہا۔

''ان کی کوئی تصویر جو آپ نے علاج کے بعد اتاری ہو
مارگریٹ نے کہا۔

''نہیں۔ میں نے ان کی کوئی تصویر نہیں اتاری اور نہ ہی ا
کرتا ہوں۔ اب آپ جا سکتے ہیں پلیز''...... ڈاکٹر رابرٹ نے
بناتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر رابرٹ۔ آپ سے اچھے انداز میں بات چیت ہو
ہے۔ آپ اگر چاہیں تو ہم آپ کو اس تصویر کے بدلے رقم
دے سکتے ہیں لیکن اگر آپ نے یکسر انکار کیا تو پھر آپ کی ا
بھی گٹر میں بہتی دکھائی دے سکتی ہے''...... اس بار پارکر
غراتے ہوئے کہا۔

''آپ مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں۔ مجھے۔ اس ڈاکٹر کو
کے سامنے اعلیٰ ترین حکام بھی جھک جاتے ہیں۔ میں پولیس کو
کرتا ہوں''...... ڈاکٹر رابرٹ نے اور زیادہ بگڑے ہوئے لہجے
کہا۔

''او کے۔ پھر ایسے ہی سہی''...... پارکر نے مشین پسٹل نکا

اس کا رخ ڈاکٹر رابرٹ کی طرف کر دیا جبکہ مارگریٹ نے تیزی
سے اٹھ کر دروازے کو اندر سے لاک کر دیا تاکہ ڈاکٹر کی سیکرٹری
اچانک اندر نہ آ جائے۔

''اوہ تم۔ یہ تم کیا کر رہے ہو''...... ڈاکٹر رابرٹ نے مشین
پسٹل اور پارکر کے چہرے پر ابھر آنے والی سختی دیکھ کر خوفزدہ سے
لہجے میں کہا۔ وہ واقعی بے حد خوفزدہ ہو گیا تھا۔

''فائل نکالو اور تصویر مجھے دو۔ میں تین تک گنوں گا ورنہ تمہاری
فائل کھول دوں گا''...... پارکر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ون''...... پارکر نے گنتی شروع کر دی۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ دیتا ہوں۔ رک جاؤ''...... ڈاکٹر رابرٹ
نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''اٹھ کر فائل نکالو اور ہمارے حوالے کر دو۔ اگر تم نے ہچکچاہٹ
سے کام لیا تو پھر گنتی ٹو سے شروع ہو گی''...... پارکر نے اسی طرح
سخت لہجے میں کہا۔

''میں تعاون کروں گا''...... ڈاکٹر رابرٹ نے کہا اور پھر اٹھ کر
وہ عقب میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کا
ایک خانہ کھولا تو اس میں فائلیں بھری ہوئی تھیں۔ اس نے تقریباً
نیچے پڑی ہوئی ایک فائل نکالی، اسے کھول کر دیکھا اور پھر مڑ کر اس
نے فائل پارکر کی طرف بڑھا دی۔

''دیکھو اسے''...... پارکر نے رخ موڑے بغیر فائل مارگریٹ کی

طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو مارگریٹ نے فائل کھولی اور پھر چ
لمحے اس نے اس فائل میں موجود دو تصویریں بغور دیکھیں اور پ
دونوں تصویریں باہر نکال کر فائل بند کر دی کیونکہ فائل میں باقی ریسر
کے بارے میں کوئی طبی معلومات موجود تھیں۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ"...... مارگریٹ نے دونوں تصاویر اپنی جیک
کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اب سب کچھ بھول جاؤ ڈاکٹر۔ اسی میں تمہاری زندگی ہ
پارکر نے کہا اور مشین پسٹل کو جیب میں ڈال کر وہ مڑا
مارگریٹ اس دوران دروازے کا لاک کھول کر دروازہ کھول
تھی۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے باہر آئے اور تیزی سے آ
چوک کی طرف پیدل ہی بڑھتے چلے گئے۔

"تم نے کیسے جان لیا کہ ڈاکٹر کمال احسن نے پلاسٹک س
کرائی ہو گی اور اپنا چہرہ بدل لیا ہو گا"...... پارکر نے آگے ب
ہوئے حیرت بھرے لہجے میں مارگریٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس کی بہن نے کہا تھا کہ وہ پلاسٹک سرجری کے ماہ
کے پاس گیا ہے۔ پھر وہ واپس نہیں آیا اور نہ ہی اس نے اپ
کو دوبارہ شکل دکھائی۔ اس سے میں فوراً سمجھ گئی کہ کیا ہوا ہ
میرا خیال درست ثابت ہوا"...... مارگریٹ نے کہا۔

"مجھے ایک بار پھر اعتراف ہے کہ ذہانت میں تم مجھ س
ہو۔ میرے ذہن میں یہ خیال تک نہیں آیا"...... پارکر نے

سے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"اس تعریف کا شکریہ۔ ویسے تم نے بھی اس کامیابی تک پہنچنے
میں جس مستقل مزاجی سے کام لیا ہے وہ واقعی قابل تعریف ہے"۔
مارگریٹ نے جواب دیا تو وہ دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔ تھوڑی
دیر بعد وہ دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھے واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف
بڑھے چلے جا رہے تھے۔

عمران جولیا کے فلیٹ سے نکل کر واپس اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا
تھا۔

''چائے لے آؤں''...... سلیمان نے عمران کے چہرے پ
سنجیدگی دیکھ کر کہا۔

''ابھی نہیں۔ ابھی میں جولیا کے فلیٹ سے چائے پی کر آ ر
ہوں''...... عمران نے کہا اور سٹنگ روم میں بیٹھ کر اس نے رسیو
اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''داور بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی سرداور کی آواز سنا
دی۔ چونکہ یہ ان کا براہ راست نمبر تھا اس لئے کال انہوں نے ب
راست اٹنڈ کی تھی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''
عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''بولو۔ کیا بولتے ہو''...... دوسری طرف سے سرداور نے سنجیدہ
لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''آپ کو کہنا چاہئے تھا کہ بولو اگر میرے سامنے بول سکتے ہو۔
آخر آپ پاکیشیا کے اتنے بڑے سائنس دان ہیں کہ دنیا آپ کی
ذہانت کے گن گاتی ہے۔ ان حالات میں بے چارہ علی عمران جو
صرف ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی اور وہ بھی دنیا کی عام سی یونیورسٹی
آکسفورڈ کا ہو تو وہ کیسے بول سکتا ہے''...... عمران کی زباں رواں ہو
گئی۔

''بول لیا تم نے جو بولنا تھا۔ اب رسیور رکھ دوں کیونکہ میں
انتہائی اہم فائل پڑھ رہا ہوں''...... سرداور نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

''اس عمر میں فائلیں ہی پڑھی جا سکتی ہیں ورنہ سیانے کہتے ہیں
کہ جوانی میں تو نجانے کیا کیا پڑھا جاتا ہے''...... عمران بھلا کہاں
آسانی سے باز آنے والا تھا اور اس بار سرداور بے اختیار ہنس
پڑے۔

''اللہ بچائے تمہاری ان باتوں سے۔ نہ تمہیں کسی بڑے کا لحاظ
آتا ہے اور نہ ہی تم باز آتے ہو دوسروں کا مذاق اڑانے سے۔
بہرحال میں لاسٹ وارننگ دے رہا ہوں۔ پھر میں رسیور کریڈل پر
نہیں بلکہ علیحدہ میز پر رکھ دوں گا''...... سرداور نے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ جناب۔ لاسٹ وارننگ تو بڑی خطرناک

ہوتی ہے۔ اپنے پیارے گھوڑے کو گولی مارنا پڑتی ہے“...... عمران نے کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ گھوڑے کا یہاں کیا ذکر آ گیا“...... سرداور کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ایک صاحب کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ شادی کر کے اپنی دلہن کو گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھائے سسرال سے واپس اپنے گھر آ رہا تھا کہ ان کے پیارے گھوڑے نے شوخی کرتے ہوئے انہیں گرانے کی کوشش کی تو ان صاحب نے اپنی نئی دلہن پر رعب ڈالنے کے لئے گھوڑے سے کہا کہ میں تین بار گنوں گا۔ ایک بار تم شوخی دکھا چکے ہو۔ اب دوسری بار دکھائی تو پھر لاسٹ وارننگ دوں گا اور اگر تم نے پھر بھی شوخی دکھائی تو میں گولی مار دوں گا۔ گھوڑا بے چارہ جانور تھا۔ اس نے دوسری بار شوخی دکھائی تو ان صاحب نے اسے لاسٹ وارننگ دے دی۔ گھوڑے نے لاسٹ وارننگ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے تیسری بار شوخی دکھائی تو وہ صاحب گھوڑے سے نیچے اترے اور دلہن کو بھی نیچے اتارا اور جیب سے پسٹل نکال کر گھوڑے کو گولی مار دی اور پھر کہا جاتا ہے کہ ان کی دلہن نے اپنی زندگی میں کبھی لاسٹ وارننگ کی نوبت نہیں آنے دی“...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو سرداور بے اختیار کافی دیر تک ہنستے رہے۔

”حیرت ہے کہ تم کو وقت مل جاتا ہے ایسے لطیفے اور واقعات

پڑھنے کا۔ یا تم خود اپنے ذہن سے بنا لیتے ہو“...... سرداور نے کہا۔

”میری تو پوری زندگی ہی لطیفہ بن چکی ہے جناب“...... عمران نے جواب دیا۔

”اچھا۔ تو پھر تم اپنے آپ کو عمران لطیفہ کہا کرو“...... سرداور بھی شاید موڈ میں آ گئے تھے۔

”میں تو کہہ دوں لیکن پھر آپ نے ہنسنا شروع کر دینا ہے اور فائل بے حد اہم ہوتی ہے جو آپ نے پڑھنی ہوتی ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ ہاں۔ واقعی تم نے یاد دلا دیا۔ کیا کہنا تھا تمہیں“۔ سرداور نے یکلخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”گریٹ لینڈ کے حکام نے پاکیشیا کی وزارت سائنس کو باقاعدہ سرکاری طور پر مطلع کیا ہے کہ ان کے ہاں کام کرنے والا ایک سائنس دان ڈاکٹر کمال احسن ایٹمی توانائی کے سلسلے میں ایک انتہائی اہم فارمولا چرا کر پاکیشیا چلا گیا ہے۔ انہوں نے درخواست کی ہے کہ اسے ٹریس کر کے اس سے فارمولا واپس کرایا جائے لیکن نہ ہی وزارت سائنس اسے ٹریس کر سکی اور نہ ہی ملٹری انٹیلی جنس۔ کیا آپ کے نوٹس میں یہ بات ہے“...... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ درخواست میرے پاس بھجوائی گئی تھی۔ میں نے اسے وزارت سائنس کو مارک کیا تھا۔ سر سلطان نے بھی مجھے فون کر کے

اس بارے میں کہا تھا۔ گریٹ لینڈ کے چیف سیکرٹری نے فون پر
درخواست کی تھی لیکن پھر یہاں اطلاع ملی کہ ڈاکٹر کمال احسن ٹریس
ہی نہیں ہو سکا۔ بس مجھے اتنا معلوم ہے لیکن اس میں تمہارا کیا تعلق
بن گیا ہے''...... سرداور نے کہا۔
''مجھے صرف اطلاع ملی ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ فارمولا
پاکیشیا کے لئے بھی اہمیت رکھتا ہو تو اس کے لئے کام کیا جائے''۔
عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
''اہمیت کا تو مجھے علم نہیں ہے البتہ یہ معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر کمال
احسن گریٹ لینڈ کی سب سے اہم ایٹمی لیبارٹری ڈبل ایکس میں کئی
سالوں تک کام کرتا رہا ہے۔ یہ ایسی لیبارٹری ہے جس میں ایسے
سائنس دانوں کو تعینات کیا جاتا ہے جو غیر معمولی طور پر ذہین ہوں
کیونکہ ڈبل ایکس لیبارٹری میں ایٹمی توانائی کے سلسلے میں منفرد اور
اہم ترین فارمولوں پر کام کیا جاتا ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ
فارمولا ایٹمی توانائی کے سلسلے میں انتہائی اہمیت بہرحال رکھتا ہو
گا''...... سرداور نے کہا۔
''اس کا مطلب ہے کہ اس فارمولے کی کاپی حاصل کرنے کی
کوشش کی جائے۔ اس کے بعد فیصلہ ہو سکے گا کہ کیا یہ فارمولا
پاکیشیا کے لئے مفید ہے یا نہیں''...... عمران نے کہا۔
''ہاں۔ میرا خیال ہے کہ جس فارمولے کے پیچھے گریٹ لینڈ
حکومت اس انداز میں پریشان ہے اور سرسلطان پر اور حکومت

سخت دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ فارمولا واپس کرایا جائے تو اس سے
یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ فارمولا منفرد اور اہم ہے''...... سرداور نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔
''ڈاکٹر کمال احسن کی کوئی فائل تو بہرحال ہو گی جس میں اس
کی تصویر ہو اور آبائی ایڈریس وغیرہ موجود ہو''...... عمران نے کہا۔
''ہاں۔ ڈاکٹر کمال احسن نے گریٹ لینڈ سے واپسی پر یہاں
کسی ایٹمی لیبارٹری میں کام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا جس پر
اس کی قانون اور قاعدے کے مطابق فائل تیار کی گئی لیکن پھر اس
سے پہلے کہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ ہوتا وہ غائب ہو گیا اور
فائل موجود ہو گی وزارت سائنس کے پاس''...... سرداور نے کہا۔
''آپ وہ فائل مجھے میرے فلیٹ پر بھجوا سکتے ہیں''...... عمران
نے کہا۔
''وہاں کے لوگ تو تمہارے بارے میں اور تمہارے فلیٹ کے
بارے میں نہ جانتے ہوں گے۔ تم کسی اور کو وہاں بھجوا دو۔ میں
معلوم کر کے تمہیں فون پر بتاتا ہوں کہ تمہارے آدمی کو کس سے ملنا
ہو گا''...... سرداور نے کہا۔
''ٹھیک ہے۔ میں آپ کی کال کا انتظار کروں گا۔ اللہ حافظ''۔
عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد فون کی
گھنٹی بج اٹھی تو عمران سمجھ گیا کہ سرداور کی کال ہو گی۔ اس نے
ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ایکسٹو"...... دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنا دی۔

"ارے۔ ارے۔ ایکس ون سے ایکس ٹو ہو گئے اور ہمیں پ ہی نہیں چلنے دیا۔ یہ بتاؤ کہ ٹو بننا ترقی ہے یا تنزلی"...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ترقی اور تنزلی کا کیا مطلب ہوا عمران صاحب"...... بلیک زیرو نے اس بار اپنی اصل آواز میں کہا کیونکہ اسے پتہ چل گیا کہ عمران اکیلا ہے اس لئے اس نے اس انداز میں بات کی ہے۔

"ترقی اس طرح کہ ایک کے بعد دوسری سیڑھی چڑھنا اور تن اس طرح کہ نمبر ون مال کی قدر کی جاتی ہے اور نمبر ٹو مال کو ا نہیں سمجھا جاتا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسری طر بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"عمران صاحب۔ یہ عہدہ تو آپ کا دیا ہوا ہے۔ آپ ا ترقی سمجھیں یا تنزلی مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ میری استدعا ہے کہ آپ ایکس ون بن کر دانش منزل میں بیٹھ جائیں مجھے فیلڈ میں کام کرنے کا موقع دیں"...... بلیک زیرو نے ہوئے کہا۔

"تو تمہارا حال بھی آغا حشر کے ڈراموں جیسا ہو رہا ہے

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آغا حشر کے ڈرامے۔ کیا مطلب"...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آغا حشر کے لکھے ہوئے ڈرامے بے حد مشہور تھے۔ ان کے ڈرامے اسٹیج پر پیش کئے جاتے تھے تو بے حد پسند کئے جاتے تھے۔ ان کا تمام ڈرامہ باقاعدہ نثری شاعری میں ہوا کرتا تھا۔ ایک کردار دوسرے کردار سے پوچھتا، رفیق کس حال میں ہے تو دوسرا کردار جواب دیتا، شیر لوہے کے جال میں ہے۔ تم بھی جس انداز میں دانش منزل سے نکل کر فیلڈ میں آنے کی خواہش کا اظہار کر رہے ہو اس سے آغا حشر کا یہ معروف ڈائیلاگ یاد آ جاتا ہے کہ شیر لوہے کے جال میں ہے"...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو دوسری طرف بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"اپنی ہنسی کو بریک لگا کر بتاؤ کہ فون کیوں کیا ہے کیونکہ دوسری طرف سرداور نے مجھے کال کرنی ہے اور فون مصروف ہونے کی وجہ سے وہ مجھ پر چیخ رہے ہوں گے"...... عمران نے کہا۔

"کیوں۔ کیا کوئی خاص بات ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں"...... عمران نے جواب دیا اور پھر مختصر طور پر اس نے صدیقی کی رپورٹ سے لے کر سرداور سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں بتا دیا۔

"اوہ۔ پھر تو ضرور اسے چیک کرنا چاہئے۔ میں نے تو اس لئے

فون کیا تھا کہ جب مشن نہیں ہوتا تو آپ دانش منزل کو ہی بھول جاتے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''یہاں سلیمان میرے اندر اس طرح کوٹ کوٹ کر دانش بھرتا ہے کہ مزید کسی دانش کا سکوپ ہی باقی نہیں رہتا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے عمران صاحب۔ آپ سرداور کی کال اٹنڈ کریں۔ اللہ حافظ''...... بلیک زیرو نے کہااور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی رسیور رکھ دیا۔ اس کے رسیور رکھتے ہی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں''...... عمران نے قدرے شرارت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سرداور فون مصروف ہونے کی وجہ سے تپے بیٹھے ہوں گے۔

''میں سرداور کا شاگرد اور ان کا معاون ڈاکٹر الیاس بول رہا ہوں۔ سرداور ایک انتہائی اہم میٹنگ میں ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ کو بتا دیا جائے کہ وزارت سائنس کے سیکشن آفیسر عبدالغنی سے آپ کی مطلوبہ فائل مل سکتی ہے۔ آپ کا آدمی عبدالغنی صاحب کو سرداور کا حوالہ دے گا''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''اوکے۔ شکریہ''...... عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ کر اس نے

جیب سے سیل فون نکالا اور ٹائیگر کو کال کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد رابطہ ہو گیا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس''...... ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''تم اس وقت کہاں موجود ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''ڈائمنڈ کلب میں باس''...... دوسری طرف سے ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''وزارت سائنس کے آفس جاؤ۔ وہاں ایک سیکشن آفیسر ہیں عبدالغنی صاحب۔ انہیں سرداور کا حوالہ دے کر ایک سائنس دان کی فائل لے آؤ اور مجھے فلیٹ پر پہنچاؤ''...... عمران نے کہا۔

''یہ کس سلسلے کی فائل ہے باس''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''اب پہلے تمہیں تفصیل بتائی جائے تو پھر کام کیا جائے گا۔ کیوں''...... عمران کا لہجہ یکلخت سرد ہو گیا۔

''سوری باس۔ میں ابھی فائل لے کر فلیٹ پر پہنچ رہا ہوں''۔ ٹائیگر نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''اوکے''...... عمران نے کہا اور سیل فون آف کر دیا۔ ویسے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ٹائیگر کے ذمے ہی اس سائنس دان ڈاکٹر کمال احسن کی تلاش کا کام لگائے گا۔ اسے یقین تھا کہ وہ یہ کام آسانی سے اور بہت جلد کر لے گا کیونکہ اس کام میں اسے خاصی مہارت حاصل تھی۔

ڈاکٹر کاشف گلستان کالونی میں اپنی رہائش گاہ کے ایک کمر
میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کے ا
نے کل تک فارمولا نہ خریدا تو پھر وہ خاموشی سے کافرستان شف
ہو جائے گا اور کافرستان حکومت کو اس فارمولے کو فروخت کر
کی کوشش کرے گا۔ ٹی وی دیکھتے ہوئے وہ یہ ساری باتیں سوچ
تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ ب
کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ ڈاکٹر کاشف بول رہا ہوں''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا

''راجر بول رہا ہوں جناب''...... دوسری طرف سے راجر
آواز سنائی دی۔

''کوئی خاص بات''...... ڈاکٹر کاشف نے چونک کر پوچھا کیو
اسے معلوم تھا کہ راجر صرف گپ شپ کے لئے کال نہیں کرتا۔

''آرنلڈ کی طرف سے مجھے کال کیا گیا ہے کہ کے اے آپ کا فارمولا فوری طور پر پانچ کروڑ ڈالر میں خریدنے کا خواہش مند ہے اور آپ کو اطلاع دے دی جائے''...... راجر نے کہا۔

''کیا ہوا۔ اس نے اچانک یہ فیصلہ کیوں کر لیا۔ وہ تو دو کروڑ سے آگے نہیں بڑھ رہا تھا''...... ڈاکٹر کاشف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہی سوال میں نے آرنلڈ سے کیا تو اس نے کہا کہ کے اے نے سلجان ہوٹل میں گریٹ لینڈ کے گریڈ ون ایجنٹ پارکر کو دیکھا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ گریٹ لینڈ نے فارمولے کی واپسی کے لئے اپنے ایجنٹ وہاں بھیج دیئے ہیں اس لئے وہ چاہتا ہے کہ ان ایجنٹوں کے آپ تک پہنچنے سے پہلے وہ فارمولا لے کر کارمن واپس چلا جائے''...... راجر نے کہا۔

''مجھ تک وہ کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ میں نے کیا روپ دھارا ہوا ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے جناب۔ لیکن کے اے کا خیال ہے کہ گریٹ لینڈ کے گریڈ ون ایجنٹ بے حد تیز اور ذہین ہوتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی طریقے سے آپ کا سراغ لگا کر آپ تک پہنچ جائیں گے۔ بہرحال اگر آپ کو یہ رقم منظور ہے تو بات آگے بڑھائی جائے ورنہ ختم کر دی جائے''...... راجر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے لیکن اس کی ادائیگی کیسے ہو گی اور

فارمولا انہیں کہاں دینا ہو گا۔ یہ سب کچھ انتہائی محفوظ طریقے سے ہونا چاہئے''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''میں نے اس سے یہ بات کی ہے۔ آپ کو گریٹ لینڈ کے سرکاری بینک کا گارینٹڈ چیک دیا جائے گا اور آپ فارمولے کی فائل براہ راست کے اے کے حوالے کریں گے لیکن اس میں ایک خصوصی شرط ہے''...... راجر نے کہا تو ڈاکٹر کاشف چونک پڑا۔

''خصوصی شرط کون سی''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''کے اے کی شرط ہے کہ اس فارمولے کی کوئی کاپی نہ کی جائے''...... راجر نے کہا۔

''اوہ۔ یہ شرط لگانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ فارمولا جس کاغذ پر ہے اس کی نہ ہی کسی کیمرے سے تصویر اتاری جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کی کسی بھی طرح کاپی کی جا سکتی ہے۔ گریٹ لینڈ ساختہ یہ کاغذ خصوصی طور پر فارمولوں کے لئے ہی بنایا جاتا ہے۔ اگر اس کی کاپی ہو سکتی تو میں وہاں سے کاپی لے آتا۔ اصل فارمولا نہ لے آتا''...... ڈاکٹر کاشف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ پھر ٹھیک ہے۔ ایسا کریں کہ آپ فارمولا لے کر میرے آفس آ جائیں۔ یہاں ایک خصوصی روم ہے جس کو ہر لحاظ سے محفوظ بنایا گیا ہے۔ یہاں یہ ساری کارروائی اطمینان سے ہو سکتی ہے''...... راجر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔ میں بینک لاکر سے

فارمولا لے کر تمہارے پاس کل آ جاؤں گا دوپہر کو''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''نہیں جناب۔ یہ کام آج ہی ہونا ہے۔ آج ہی کے اے نے ملک چھوڑنا ہے۔ اس وقت صبح کے دس بجے ہیں۔ شام چار بجے اس کی فلائٹ ہے۔ بینک ابھی کھلے ہوئے ہیں اس لئے آپ دو گھنٹے کے اندر فارمولا لے کر میرے آفس پہنچ جائیں''...... راجر نے حتمی لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اگر تم کہتے ہو تو میں پہنچ جاؤں گا''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا اور پھر رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ذہن میں اتنی بڑی رقم کو استعمال کرنے کے پلان تیزی سے بن رہے تھے۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس رقم کے ساتھ وہ ایکریمیا پہنچ جائے گا اور وہاں اپنی ذاتی لیبارٹری بنا کر اس میں منفرد فارمولوں پر کام کرے گا اور پھر یہ منفرد فارمولے فروخت کر کے لاکھوں ڈالر کمائے گا۔ یہ سب سوچتے ہوئے اس نے لباس تبدیل کیا۔ الماری سے بینک لاکر کی چابی اور کاغذات اٹھائے اور انہیں جیب میں ڈالا اور پھر دیگر چھوٹا بڑا سامان بھی جیبوں میں رکھ کر وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار بینک کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ بینک لاکر سے فارمولے کی فائل نکال کر وہ کار میں سوار ہوا اور راجر کے آفس ماڈرن ٹریڈرز کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا جو مین روڈ پر تھا۔ اسے معلوم تھا کہ بزنس پلازہ

والوں کو صرف دکھانے کے لئے یہ آفس بنایا گیا ہے ورنہ راجر اور
اس کے ساتھیوں کا اصل کام نگرانی کرنا تھا حتیٰ کہ قتل تک کرنا تھا۔
ڈاکٹر کاشف کی راجر سے علیک سلیک ان دنوں ہوئی تھی جب
راجر گریٹ لینڈ میں ایک مقدمے میں پھنس گیا تھا۔ اس مقدمے ک
عینی شاہد گواہ اتفاق سے ڈاکٹر کاشف جو اس وقت ڈاکٹر کمال احسن
تھا، بن گیا تھا اور پھر اس نے راجر کو بچانے کے لئے عدالت میں
جھوٹ بول دیا۔ اس کی وجہ راجر کے ساتھ ایک خوبصورت لڑکی تھی
جس نے ڈاکٹر کاشف کے ساتھ ہوٹلوں میں شب بسری کا وعدہ ک
لیا تھا اور ڈاکٹر کاشف نے اس لڑکی کے لئے جھوٹ بول دیا۔ اس
طرح راجر اس مقدمے میں صاف بچ گیا اور اس نے ڈاکٹر کمال
احسن کا شکریہ ادا کیا اور اسے پاکیشیا میں اپنے بارے میں بھی
دیا۔ چنانچہ جب ڈاکٹر کمال احسن فارمولے سمیت پاکیشیا آیا تو اس
نے راجر سے رابطہ کیا اور پھر راجر کے مشورے سے ہی اس
ڈاکٹر رابرٹ سے پلاسٹک سرجری کرا کر اپنا چہرہ اور بنیادی خدوخا
اس طرح بدل لئے کہ کوئی اسے ڈاکٹر کمال احسن کے طور پر پہچا
ہی نہ سکتا تھا۔ راجر کے ذریعے ہی اس نے ڈاکٹر کاشف کے
سے نئے کاغذات بھی تیار کرائے اور جس رہائش گاہ میں وہ ا
رہائش پذیر تھا یہ بھی راجر نے ہی اسے دلوائی تھی۔ اس نے راجر
اس سارے کام کے سلسلے میں پانچ فیصد دینے کا وعدہ کیا تھا ا
لئے اسے معلوم تھا کہ پانچ کروڑ کا پانچ فیصد اسے راجر کو دینا تھا

چنانچہ اس نے چیک تیار کر لیا تھا تاکہ جیسے ہی پانچ کروڑ کی رقم
اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو راجر اپنے پانچ فیصد وصول کر سکے
اور پھر بینک سے فارمولا حاصل کرنے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد
وہ ماڈرن ٹریڈرز کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی
اور پھر کار سے نکل کر وہ مین گیٹ کی طرف جانے کی بجائے آگے
بڑھتا چلا گیا اور پھر سائیڈ گلی سے ہوتا ہوا وہ عقبی طرف آ گیا۔
یہاں گلی میں ایک دروازہ تھا جو بند تھا اور اس کے باہر ایک آدمی
موجود تھا۔

"میرا نام ڈاکٹر کاشف ہے"...... ڈاکٹر کاشف نے قریب جا کر
کہا تو وہ آدمی چونک پڑا۔

"یس سر۔ آیئے سر"...... اس آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور
مڑ کر اس نے دروازہ کھولا اور پھر ایک سائیڈ پر ہٹ کر اس نے
ڈاکٹر کاشف کو راستہ دیا تو ڈاکٹر کاشف اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک
راہداری تھی جس کا اختتام ایک بڑے ہال میں ہو رہا تھا۔

"آیئے سر"...... اس آدمی نے دروازے کو اندر سے بند کر کے
تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر ڈاکٹر کاشف اس آدمی
کے پیچھے چلتا ہوا ہال میں پہنچا۔ وہاں چار مسلح افراد موجود تھے۔
یک سائیڈ پر دروازہ تھا جس کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل رہا
تھا۔ وہ آدمی سیدھا اس دروازے کی طرف بڑھا اور اس نے دیوار
پر موجود ایک بٹن پریس کیا تو سرخ رنگ کا بلب بجھ گیا اور اس

آدمی نے دروازہ کھولا اور سائیڈ پر ہو گیا۔

"تشریف لے جائیے۔ باقی صاحبان بھی ابھی پہنچ جائیں گے"...... اس آدمی نے کہا تو ڈاکٹر کاشف اثبات میں سر ہلاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ یہ خاصا بڑا کمرہ تھا جس کے درمیان میں ایک بڑی سی میز اور اس کے گرد دس بارہ کرسیاں موجود تھیں۔ شاید راجر اور اس کے گروپ کا میٹنگ روم تھا۔ ڈاکٹر کاشف ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو راجر ایک اور آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"یہ آرنلڈ ہے جناب"...... راجر نے ساتھ آنے والے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کاشف نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔

"یہ کے اے کے آدمی ہیں اور ان سے پہلے یہ آپ سے بات چیت فائنل کرنے آئے ہیں"...... راجر نے کہا۔

"ابھی فائنل ہونے میں کوئی بات رہتی ہے"...... ڈاکٹر کاشف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جناب وہ فارمولا مجھے دکھائیں تاکہ میں چیک کر سکوں کہ اس کی کاپی ہو سکتی ہے یا نہیں اور یہ بھی چیک کر سکوں کہ یہ وہ فارمولا ہے جو آپ نے بتایا تھا یا کوئی دوسرا عام سا فارمولا ہے۔ معاف کیجئے۔ بڑے سودوں میں یہ احتیاطیں کرنی پڑتی ہیں"...... آرنلڈ نے کہا۔

"کیا تم سائنس دان ہو"...... ڈاکٹر کاشف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں۔ میں سائنس دان نہیں ہوں۔ میں اس فارمولے کے کاغذ کی تصویر اتاروں گا اور پھر تصویر کو سکین کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس کی کاپی ہو سکتی ہے یا نہیں اور جہاں تک فارمولے کی چیکنگ کا تعلق ہے تو ہمیں معلوم ہے کہ گریٹ لینڈ کے ہر فارمولے کو خصوصی نمبر دیا جاتا ہے جو اس فارمولے کے اندر موجود ہوتا ہے اور جسے ایک خاص طریقے سے چیک کیا جا سکتا ہے"۔ آرنلڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کو یہ معلومات کہاں سے ملی ہیں۔ یہ تو ٹاپ سیکرٹ ہوتی ہیں"...... ڈاکٹر کاشف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسے کاموں میں درست معلومات کی ضرورت سب سے پہلے پڑتی ہے"...... آرنلڈ نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کاشف نے کوٹ کی اندرونی جیب سے تہہ شدہ فائل نکال کر آرنلڈ کے سامنے رکھ دی۔ آرنلڈ نے جیب سے ایک چھوٹا سا خصوصی ساخت کا کیمرہ نکالا اور فائل کھول کر اس نے صفحے پلٹ کر تقریباً درمیان میں موجود ایک صفحے کی تصویر بنائی اور پھر کیمرے کے مختلف بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد کیمرے سے ایک مائیکرو فلم باہر آ گئی۔

"مائیکرو پروجیکٹر تو ہو گا تمہارے پاس"...... آرنلڈ نے راجر

سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں"...... راجر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر کے کسی کو مائیکرو پروجیکٹر لانے کا کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو ایک آدمی جدید ترین مائیکرو فلم پروجیکٹر اٹھائے اندر داخل ہوا۔ راجر کے اشارے پر اس نے مائیکرو فلم پروجیکٹر آرنلڈ کے سامنے رکھ دیا۔

"یہیں ٹھہرو۔ اب اسے واپس لے کر ہی جانا"...... راجر نے کہا۔

"یس سر"...... اس آدمی نے کہا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ آرنلڈ نے مائیکرو فلم اس پروجیکٹر میں ڈال کر اس کا بٹن پریس کر دیا۔ پروجیکٹر کی سکرین ایک جھماکے سے روشن ہو گئی آرنلڈ نے مزید بٹن پریس کئے لیکن سکرین صاف رہی۔ اس پر کوئی تحریر نہیں ابھری تھی۔

"ٹھیک ہے۔ اس کاغذ کی کاپی نہیں ہو سکتی"...... آرنلڈ نے تو ڈاکٹر کاشف کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمودار ہو گئے آرنلڈ نے فلم نکال کر جیب میں ڈالی اور پروجیکٹر کو لے آنے والے کو اسے واپس لے جانے کا اشارہ کیا تو وہ آدمی آگے بڑھا اس نے پروجیکٹر اٹھایا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد آرنلڈ نے جیب سے ایک چھوٹی سی پنسل ٹارچ نکالی جس

کا شیشہ سرخ رنگ کا تھا اور پھر اس نے فائل کے مختلف صفحات پر اس ٹارچ کی روشنی ڈالی اور جھک کر دیکھتا رہا۔ چار پانچ صفحوں کو اس طرح ٹارچ کی روشنی میں چیک کرنے کے بعد اس نے ٹارچ بند کر دی۔

"فارمولا وہی ہے جو ہم چاہتے ہیں اور اس کی کاپی بھی نہیں ہو سکتی"...... آرنلڈ نے کہا۔

"تو اب کیا کرنا ہے"...... راجر نے کہا۔

"اب میں چیف کو کال کر لوں"...... آرنلڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کر لو"...... راجر نے جواب دیا جبکہ ڈاکٹر کاشف نے فائل کھینچ کر اپنے سامنے رکھ لی۔ آرنلڈ نے سامنے میز پر موجود فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو چیف۔ میں آرنلڈ بول رہا ہوں ماڈرن ٹریڈرز کے آفس سے"...... آرنلڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سننے لگا۔

"یس چیف۔ میں نے اچھی طرح چیکنگ کر لی ہے۔ فارمولے کا کاغذ ایسا ہے کہ اس کی کسی طرح بھی کاپی نہیں ہو سکتی اور تصویر بھی نہیں اتاری جا سکتی اور چیف۔ میں نے فارمولے کا خصوصی نمبر بھی سپیشل ٹارچ کی مدد سے چیک کر لیا ہے۔ وہ بھی درست

ہے''...... آرنلڈ نے کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سننے لگا۔

''اوکے چیف۔ عقبی طرف میں خود آپ کا استقبال کروں گا''۔ آرنلڈ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''مجھے باہر جانا ہو گا۔ چیف میرے علاوہ اور کسی پر اعتماد نہیں کرتے''...... آرنلڈ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آؤ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے کچھ پینا ہو تو ریک میں ہر مشروب موجود ہے''...... راجر نے پہلے آرنلڈ سے بات کی اور پھر ڈاکٹر کاشف سے مخاطب ہو گیا۔

''نہیں۔ مجھے کسی چیز کی طلب نہیں ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا تو راجر اور آرنلڈ دروازہ کھول کر باہر چلے گئے۔

''نجانے میرا دل کیوں گھبرا رہا ہے۔ مجھے لگ رہا ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فائل کو اٹھا کر تہہ کیا اور ایک بار پھر اسے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔ ایسا کرنے سے اسے خاصا حوصلہ سا محسوس ہوا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور راجر اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے آرنلڈ اور آخر میں کے اے اندر داخل ہوا۔ کے اے نے ڈارک براؤن رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں تیز چمک تھی جیسے کسی انسان کی آنکھوں میں کوئی بڑی کامیابی حاصل کرنے پر ابھر آتی ہے۔ ڈاکٹر کاشف نے اٹھ کر کے اے سے مصافحہ کیا اور پھر کے اے اور

آرنلڈ ایک طرف جبکہ ڈاکٹر کاشف اور راجر میز کی دوسری طرف بیٹھ گئے۔

''فائل آرنلڈ کو دیں''...... کے اے نے کہا۔

''آپ چیک راجر کو دیں''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا تو کے اے نے مسکراتے ہوئے جیب سے ایک چیک نکال کر راجر کی طرف بڑھا دیا۔ راجر نے اسے غور سے دیکھا اور پھر تہہ کر کے اپنے سامنے رکھ لیا۔

''ٹھیک ہے جناب۔ اب آپ فائل دے دیں اور سودا ختم''۔ راجر نے کہا۔

''آرنلڈ نے فائل کو چیک کیا ہے تو اس چیک کو دیکھنا میرا بھی حق ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا تو راجر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چیک اس کی طرف کھسکا دیا۔ ڈاکٹر کاشف نے چیک کھولا۔ وہ واقعی اتنی مالیت کا تھا جو پاکیشیائی کرنسی میں پانچ کروڑ بنتا تھا۔

''چیک پر آپ نے میرا نام نہیں لکھا۔ جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ کیوں''...... ڈاکٹر کاشف نے کہا۔

''اس لئے ڈاکٹر صاحب کہ یہ گارینٹڈ چیک ہے اور اس میں نام کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس چیک کو جو بھی اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرائے گا رقم اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائے گی۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم معاملات میں ہمیشہ فیئر رہے ہیں''...... کے اے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایسا ہی ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب۔ ہمارے ادارے کو ایک ما
میں ایسے کئی چیک ملتے ہیں"...... راجر نے ڈاکٹر کاشف سے کہا ا
ڈاکٹر کاشف نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے چیک ک
تہہ کر کے اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالا اور فائل نکال کر آرنلڈ کی
طرف بڑھا دی۔ آرنلڈ نے فائل کھول کر جیب سے پنسل ٹارچ
نکال لی جس کے شیشے کا رنگ سرخ تھا۔ اس کی روشنی میں اس نے
باری باری فائل کے کئی صفحے چیک کئے اور پھر ٹارچ بند کر کے اس
نے فائل بند کر کے خاموشی سے کے اے کی طرف بڑھا دی۔

"تم نے پہلے ہی چیکنگ کر لی تھی۔ پھر کیا ضرورت تھی دوبار
چیک کرنے کی"...... ڈاکٹر کاشف نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنے بڑے سودے میں کچھ بھی ہوسکتا ہے اس لئے اطمینان
ضروری ہوتا ہے۔ آپ دو فائلیں بھی جیب میں ڈال کر آ سکتے
تھے۔ اصل پہلے چیک کرا لی اور اب دوسری بے کار فائل پکڑا سکتے
تھے اس لئے چیکنگ ضروری تھی"...... آرنلڈ نے جواب دیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ ہم بے ایمان ہیں۔ فراڈ کرتے ہیں"۔
ڈاکٹر کاشف نے کہا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"غصہ کھانے کی ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر صاحب۔ اطمینان کر
جانا ضروری ہے۔ اب ہمیں اجازت دیں"...... کے اے نے کہا اور
اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی آرنلڈ بھی کھڑا ہو گیا۔ ادھر ڈاکٹر
کاشف اور راجر بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپس میں مصافحے کئے اور

راجر نے ڈاکٹر کاشف کو بیٹھنے کا کہا اور خود کے اے اور آرنلڈ کو
چھوڑ کر واپس آنے کا کہہ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ان کے
باہر جانے کے بعد دروازہ بند ہو گیا تو ڈاکٹر کاشف نے جلدی سے
چیک جیب سے نکالا اور اسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے اسے اپنی
آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"پانچ کروڑ روپے۔ تو میں پانچ کروڑ روپے کا مالک بن گیا
ہوں۔ اب مزہ آئے گا"...... ڈاکٹر کاشف نے مسرت بھرے انداز
میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر چیک کو تہہ کر کے اس نے
جیب میں رکھ لیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور راجر اندر داخل ہوا۔

"مبارک ہو جناب۔ آپ کا سودا مکمل ہو گیا"...... راجر نے
اس بار میز کی دوسری طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم نے بھی اس معاملے میں میرا ساتھ دیا ہے۔ میں
تمہارے لئے بھی پانچ فیصد کا چیک پیشگی ساتھ لے آیا ہوں"۔
ڈاکٹر کاشف نے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چیک نکال
کر اسے کھول کر دیکھا اور پھر اسے راجر کی طرف بڑھا دیا۔

"بے حد شکریہ جناب"...... راجر نے کہا اور چیک لے کر اسے
ایک نظر دیکھا اور پھر اسے اپنے سامنے میز پر رکھ دیا۔

"آپ اپنا چیک مجھے دیں۔ میں اسے ایک اور زاویئے سے
چیک کرنا چاہتا ہوں"...... راجر نے کہا۔

"کیا ہوا۔ کیا کوئی گڑبڑ ہے"...... ڈاکٹر کاشف نے گھبرا کر کہا

اور پھر جیب سے چیک نکال کر اسے کھولا اور دیکھ کر راجر کی طرف بڑھا دیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے راجر کو سلام کیا۔

''فلپ۔ یہ دونوں چیک لے جا کر فارن اکاؤنٹ میں جمع کرا دو''...... راجر نے سامنے رکھے ہوئے دونوں چیک اٹھا کر آنے والے آدمی کو دیتے ہوئے کہا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ تمہارا تو ایک چیک ہے۔ دوسرا تو میرا ہے''...... ڈاکٹر کاشف نے یکلخت اچھلتے ہوئے کہا۔

''بیٹھ جاؤ۔ یہ دونوں چیک اب میرے ہیں۔ تمہارا کیا خیال تھا کہ میں صرف پانچ فیصد پر راضی ہو جاؤں گا''...... راجر نے یکلخت غصیلے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر کاشف کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے اندر لاوا سا ابل پڑا ہو۔

''میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا''...... ڈاکٹر کاشف نے چیختے ہوئے کہا اور تیزی سے گھوم کر اس کی طرف بڑھا۔

''شوٹ کر دو اسے فلپ''...... راجر نے چیختے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ڈاکٹر کاشف راجر تک پہنچتا فائر کی آواز کے ساتھ ہی جیسے آگ کے شعلے اس کے جسم کے اندر تک اترتے چلے گئے۔ ڈاکٹر کاشف کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے گلے میں جیسے سانس پتھر بن کر

اٹک گیا تھا۔ اس کے ذہن میں آخری خیال یہی ابھرا تھا کہ اس سے حماقت ہوئی کہ اس نے راجر جیسے جرائم پیشہ آدمی پر اس قدر اعتماد کر لیا تھا اور پھر اس کے ذہن پر تاریک چادر سی پھیلتی چلی گئی جس کے نتیجے میں اس کے تمام احساسات جیسے ختم ہو کر رہ گئے۔

کار تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر
آرنلڈ بیٹھا ہوا تھا جبکہ کے اے کار کی عقبی سیٹ پر موجود تھا۔
''میں نے چار بجے کی فلائٹ پر جانا ہے آرنلڈ۔ اس لئے کار
تیز چلاؤ تاکہ میں ضروری تیاری کر سکوں''...... عقبی سیٹ پر بیٹھے
ہوئے کے اے نے قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔
''لیس سر۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم بروقت ایئر پورٹ پہنچ جائیں
گے''...... آرنلڈ نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے
لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے کار کی رفتار مزید بڑھا دی۔ تھوڑی
دیر بعد کار ایک رہائشی کالونی میں داخل ہوئی تو آرنلڈ نے کار کی
رفتار کم کی اور تھوڑی دیر بعد اس نے کار ایک کوٹھی کے گیٹ کے
سامنے روکی اور تین بار ہارن دیا تو کوٹھی کا چھوٹا پھاٹک کھلا
ایک مسلح آدمی باہر آ گیا۔

''پیٹر۔ پھاٹک کھولو''...... آرنلڈ نے کار کی کھڑکی سے سر باہر
نکالتے ہوئے کہا۔
''لیس سر''...... اس مسلح آدمی نے کہا جسے پیٹر کہا گیا تھا اور پھر
تیزی سے مڑ کر پیٹر واپس اندر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد بڑا پھاٹک کھلا
تو آرنلڈ کار اندر لے گیا۔ اس نے کار پورچ میں لے جا کر روکی
اور پھر آرنلڈ اور کے اے دونوں اکٹھے ہی کار سے نیچے اترے۔
''سر۔ کوئی تحفہ پاکیشیا سے نہیں لے جائیں گے آپ''۔ آرنلڈ
نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔
''یہ تحفہ جو لے جا رہا ہوں۔ کیا یہ کم ہے''...... کے اے نے
کوٹ کی جیب کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔
''لیس سر۔ یہ واقعی بہت بڑا تحفہ ہے''...... آرنلڈ نے اثبات
میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے
اندرونی کمرے میں آ گئے۔
''اب میں نے جانے کی تیاری کرنی ہے۔ وقت کم رہ گیا
ہے۔ وہ کیمرہ اور فلیش جو میں نے تمہیں فارمولا چیک کرنے کے
لئے دیئے تھے پہلے وہ مجھے دو تاکہ میں انہیں بیگ میں رکھ
سکوں''...... کے اے نے کہا۔
''لیس سر''...... آرنلڈ نے کہا اور جیب سے کیمرہ اور وہ پنسل
ٹارچ نما فلیش نکال کر اس نے درمیانی میز پر رکھ دیا۔
''اب تم جاؤ اور میرے لئے ہاٹ کافی بنوا لاؤ''...... کے اے

نے کہا۔

''یس سر''...... آرنلڈ نے کہا اور واپس مڑ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک اور کمرے میں داخل ہوا اور وہاں میز پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ راجر بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے راجر کی آواز سنائی دی۔

''آرنلڈ بول رہا ہوں۔ کیا ہوا چیکس کا''...... آرنلڈ نے کہا۔

''میں نے بینک بھجوا دیئے ہیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اور اس سائنس دان کا''...... آرنلڈ نے پوچھا۔

''اس کی لاش نیچے گٹر میں تیرتی پھر رہی ہو گی۔ وہیں کیڑوں کی خوراک بن جائے گی''...... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ وہ کہیں کسی جگہ ٹریس نہ ہو جائے۔ اس کا قیمہ بنا کر گٹر میں ڈالنا تھا''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ارے۔ کون اس چکر میں پڑتا ہے۔ ویسے بھی وہ نقلی آدمی تھا۔ مل بھی گیا تو کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ کون ہے وہ''۔ راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ میں ایک گھنٹے بعد دوبارہ تمہیں فون کروں گا''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''کوٹھی پہنچ گئے ہو یا نہیں''...... راجر نے پوچھا۔

''ابھی پہنچا ہوں۔ صاحب کارمن جانے کی تیاری میں مصروف ہیں''...... آرنلڈ نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا تو دوسری طرف راجر اس طرح ہنس پڑا جیسے آرنلڈ نے کوئی دلچسپ لطیفہ سنا دیا ہو۔

''او کے۔ میں انتظار کروں گا تمہاری کال کا''...... راجر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو آرنلڈ نے رسیور رکھا اور کمرے سے نکل کر باہر برآمدے میں آ گیا۔ اسی لمحے ایک سائیڈ سے مسلح پیٹر نکل کر آرنلڈ کی طرف آیا۔

''سر۔ کارروائی کب کرنی ہے''...... پیٹر نے قریب آ کر سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

''فارمولا محفوظ ہو جائے۔ پھر۔ ابھی ٹھہرو''...... آرنلڈ نے کہا تو پیٹر اثبات میں سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

''سنو پیٹر''...... آرنلڈ نے اس آدمی کو آواز دی۔

''یس سر''...... پیٹر نے مڑ کر کہا۔

''ایک کپ ہاٹ کافی تیار کر کے صاحب کے کمرے میں لے آؤ''...... آرنلڈ نے کہا۔

''یس سر''...... پیٹر نے کہا اور پھر واپس مڑ کر سائیڈ گیلری میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں ہاٹ کافی کے برتن موجود تھے۔

''صاحب کے کمرے میں لے آؤ''...... آرنلڈ نے کہا تو مسلح پیٹر سر ہلاتا ہوا اس کمرے کی طرف مڑ گیا جہاں کے اے موجود

تھا۔ آرنلڈ وہیں برآمدے میں ہی کھڑا رہا۔ چند لمحوں بعد پ
کمرے سے نکل کر آرنلڈ کی طرف آ گیا۔

''صاحب آپ کو بلا رہے ہیں''...... پیٹر نے کہا۔

''سنو۔ تم بھی میرے ساتھ آؤ اور جس وقت میں تمہیں اشا
دوں تم نے فوری کارروائی کر دینی ہے۔ یہ سن لو کہ صاحب تربیہ
یافتہ ایجنٹ ہیں۔ اگر انہیں معمولی سا موقع بھی مل گیا تو ہم دونو
مارے جا سکتے ہیں''...... آرنلڈ نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

''میں بھی ان معاملات میں تربیت یافتہ ہوں باس۔ آپ
فکر رہیں''...... پیٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ آؤ''...... آرنلڈ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے
اور مڑ کر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں کے اے موجود
پیٹر نے جو آرنلڈ کے پیچھے چل رہا تھا، کاندھے سے مشین گن
رکھی تھی۔ اس نے جینز کی جیکٹ اور جینز کی پینٹ پہنی ہوئی تھی
اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنا ایک ہاتھ جیب میں
لیا۔ کے اے لباس تبدیل کر چکا تھا اور اب اپنا بیگ درست ک
تھا۔

''یس سر''...... آرنلڈ نے اندر داخل ہوتے ہی خوشامدانہ
میں کہا۔

''آرنلڈ۔ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے میری بے حد خ
کی ہے۔ گو تم سے طے شدہ رقم میں پہلے ہی تمہیں دے چکا

لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہیں مزید انعام دوں''...... کے اے نے
سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

''صاحب۔ مجھے بھی رقم دیں۔ میں نے بھی آپ کی بہت
خدمت کی ہے''...... دروازے کے قریب کھڑے پیٹر نے فوراً ہی
خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

''تم آرنلڈ کے ملازم ہو اس لئے آرنلڈ ہی تمہیں انعام دے
گا''...... کے اے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سر۔ آپ نے فارمولا محفوظ کر لیا ہے یا نہیں''...... آرنلڈ نے
کہا تو کے اے بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت
کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''ہاں۔ کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو''...... کے اے کے چہرے
پر قدرے شک کے تاثرات ابھر آئے تھے اور اس کا جسم تن سا گیا
تھا۔

''اس لئے سر کہ اصل اہمیت اس کی ہے۔ انعام وغیرہ تو اضافی
معاملات ہیں۔ آپ اسے بیگ میں رکھ لیں۔ جیب سے وہ گر بھی
سکتا ہے''...... آرنلڈ نے دانت نکالتے ہوئے انتہائی خوشامدانہ لہجے
میں کہا۔

''تم فکر نہ کرو۔ میں نے پہلے ہی اسے بیگ میں رکھ لیا ہے اور
پھر میں فارمولا چوری کر کے نہیں لے جا رہا۔ بھاری رقم اس کے
عوض میں نے ڈاکٹر کاشف کو دی ہے اس لئے اسے کیا خطرہ

ہوسکتا ہے''...... کے اے نے اس بار اطمینان بھرے لہجے میں کہا
اس کے ذہن پر ابھرنے والے شک کے بادل آرنلڈ کے خوشامدانہ
لہجے اور بات سن کر غائب ہو گئے تھے۔

''ٹھیک ہے صاحب۔ آپ واقعی قدر شناس ہیں''...... آرنلڈ
نے کہا تو کے اے نے اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چیک
بک نکال لی۔ جیب سے قلم نکال کر اس نے چیک پر آرنلڈ کا نام
اور ایک ہزار ڈالر کی رقم لکھ کر نیچے دستخط کئے اور پھر چیک کو بک
سے علیحدہ کر کے اس نے آرنلڈ کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ لو۔ ایک ہزار ڈالر دے رہا ہوں۔ عیش کرو''...... کے اے
نے کہا تو آرنلڈ نے چیک لے کر اسے دیکھا۔

''تھینک یو سر۔ یہ بھی گارینٹڈ چیک ہے''...... آرنلڈ نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں''...... کے اے نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے جناب۔ اب آپ کب روانہ ہوں گے یہاں
سے''...... آرنلڈ نے چیک کو تہہ کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے
تو کے اے نے سامنے دیوار پر موجود کلاک پر نظر ڈالی۔

''ابھی تو صرف دو بجے ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ تو یہاں گزارنا
پڑے گا''...... کے اے نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''آپ نے کافی نہیں پی جناب۔ یہ تو ٹھنڈی ہو گئی ہو گی
آرنلڈ نے کہا۔

''ہاں۔ میں بیگ کو درست کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔
پیٹر۔ دوبارہ ہاٹ کافی بنا لاؤ''...... کے اے نے کرسی پر بیٹھتے
ہوئے کہا۔

''یس سر۔ آپ کی قسمت میں نہیں تھی کہ آپ آخری بار کافی
پی لیں۔ پیٹر گو آن''...... آرنلڈ نے یکلخت سرد لہجے میں کہا تو کے
اے بے اختیار چونک پڑا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا
دروازے کے قریب کھڑے پیٹر نے بجلی کی سی تیزی سے جیب
سے ہاتھ باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا۔
دوسرے لمحے ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی کے اے چیختا
ہوا کرسی سمیت الٹ کر پیچھے جا گرا۔ اس نے قلابازی کھا کر سیدھا
ہونے کی کوشش کی لیکن پیٹر نے ٹریگر سے اس وقت ہاتھ اٹھایا
جب تک کہ کے اے نیچے گر کر چند لمحوں کے لئے تڑپنے کے بعد
ساکت نہ ہو گیا۔

''بس۔ اب کیا اسے چھلنی کرو گے۔ بچت کیا کرو بچت۔ خواہ
مخواہ گولیاں نہ ضائع کرو۔ بچت کی عادت اچھی ہوتی ہے''۔ آرنلڈ
نے ایک ہاتھ حلف کے انداز میں اوپر اٹھاتے ہوئے کہا تو پیٹر نے
گولیاں چلانا بند کر دیں۔

''جی اچھا''...... پیٹر نے معصوم سے لہجے میں کہا اور پھر وہ
دونوں بیک وقت ہنس پڑے۔ آرنلڈ نے آگے بڑھ کر گولیوں سے
چھلنی کئے ہوئے کے اے کی لاش پر جھک کر اس کے کوٹ کی

اندرونی جیبیں چیک کرنا شروع کر دیں۔ پھر وہ پیچھے ہٹا تو اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

''باس۔ گولیوں سے چھلنی اس کوٹ کو آپ کیوں چیک کر رہے ہیں''...... پیٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہی تو اصل فساد کی جڑ تھا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ کے اے فارمولے کی فائل کوٹ کی جیب میں تہہ کر کے رکھ کر نہ لے جائے اس لئے میں اس کی موت کو ٹالتا رہا تھا ورنہ گولیوں کی وجہ سے فارمولا بھی ضائع ہو جاتا۔ اب بھی میں نے پہلے اس سے تصدیق کی کہ فارمولا اس نے بیگ میں رکھ لیا ہے یا نہیں ورنہ تو میں اس کے یہاں پہنچتے ہی تمہیں اشارہ کر سکتا تھا۔ اب بھی میں نے اس لئے چیکنگ کی ہے کہ یہ غلط بیانی تو نہیں کر رہا تھا اور فارمولا اب بھی اس کے کوٹ کی جیب میں ہو لیکن ایسا نہیں ہے۔ فارمولا بیگ میں ہی ہے''...... آرنلڈ نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے بیگ کو کھولنا شروع کر دیا جبکہ پیٹر مشین پسٹل کو جیب میں رکھ کر مڑا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

پارکر اور مارگریٹ دونوں اپنی رہائش گاہ میں موجود تھے۔ وہ دونوں ناشتہ کرنے میں مصروف تھے اور ان دونوں کے چہروں پر گہری سنجیدگی اور سوچ بچار کے تاثرات نمایاں تھے۔

''ہاروے نے ابھی تک کوئی رزلٹ نہیں دیا۔ اب اسے کہاں اور کیسے تلاش کیا جائے''...... پارکر نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے سامنے بیٹھی مارگریٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہاروے تو کہہ رہا تھا کہ اس نے اس تصویر کی سینکڑوں کاپیاں کرا کر اپنے آدمیوں کو دے دی ہیں اور وہ اسے پورے شہر میں تلاش کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں اب تک اس کا کوئی نہ کوئی سراغ مل جانا چاہئے تھا بشرطیکہ''...... مارگریٹ نے چائے کی پیالی سے آخری گھونٹ لے کر اسے واپس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''بشرطیکہ کیا مطلب''...... پارکر نے اس کے بشرطیکہ کا لفظ کہنے

کے بعد خاموش ہو جانے پر چونک کر کہا۔
''بشرطیکہ وہ اس شہر میں موجود ہو''...... مارگریٹ نے کہا تو پار
بے اختیار چونک پڑا۔
''اوہ۔ تمہاری بات درست ہو سکتی ہے۔ ضروری نہیں کہ
یہاں رہے۔ وہ کسی مضافاتی علاقہ میں بھی رہ سکتا ہے''...... پا
نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
''نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا''...... مارگریٹ نے مسکراتے ہو
کہا تو پارکر ایک بار پھر چونک پڑا۔
''کیا مطلب۔ یہ تم کیسی الٹ پلٹ باتیں کر رہی ہو''...... پا
نے غصیلے لہجے میں کہا۔
''یہ پاکیشیا کا دارالحکومت ہے۔ وہ لازماً اس فارمولے کا س
کرنے کی کوشش کر رہا ہو گا ورنہ وہ فارمولا حکومت کے حوالے ک
کر سکتا تھا لیکن فائل کے مطابق حکومت پاکیشیا اور پاکیشیا کی ملٹ
انٹیلی جنس اسے تلاش نہیں کر سکی اس لئے لازماً وہ اس فارمو
کے سودے کے لئے چھپا بیٹھا ہو گا اور ایسے ایٹمی توانائی
فارمولے کو کسی مضافاتی قصبے میں بیٹھ کر فروخت نہیں کیا جا سکتا۔
لازماً یہاں موجود ہو گا''...... مارگریٹ نے اپنی بات کی وضاح
کرتے ہوئے کہا۔
''ہاں۔ تمہاری بات درست ہے لیکن جو میک اپ اس نے ک
ہے وہ مستقل نوعیت کا ہے اور وہ سائنس دان ہے۔ کسی ایجنٹ

نہیں ہے کہ بار بار میک اپ تبدیل کرتا رہے اس لئے لامحالہ
اس کے بارے میں کسی نہ کسی کو اب تک اطلاع مل جانی چاہئے۔
اب وہ کسی کمرے تک قید تو نہیں ہو گا''...... پارکر نے جواب دیتے
ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی سامنے موجود
میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔
''شاید کوشش کامیاب ہو چکی ہے''...... پارکر نے مسکراتے
ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔
''یس۔ پارکر بول رہا ہوں''...... پارکر نے رسیور اٹھا کر کان
سے لگاتے ہوئے کہا۔
''ہاروے بول رہا ہوں۔ ڈائمنڈ کلب سے''...... دوسری طرف
سے ہاروے کی مخصوص آواز سنائی دی۔
''یس۔ کوئی خاص خبر''...... پارکر نے امید بھرے لہجے میں کہا۔
''جی ہاں۔ ایک خاص خبر ہے۔ ڈاکٹر کمال احسن کو ہلاک کر دیا
گیا ہے اور ان کی لاش مین گٹر میں ایک سپاٹ پر پھنسی ہوئی پائی
گئی ہے اور اس وقت وہ سول ہسپتال کے مردہ خانے میں موجود
ہے۔ میں نے خود وہاں جا کر چیک کیا۔ گو لاش کا باقی حصہ تو
پھول کر ناقابل شناخت ہو چکا ہے لیکن اس کے چہرے پر موجود
پلاسٹک سرجری اتنی ناقابل شناخت نہیں ہو سکی کہ اسے پہچانا نہ جا
سکے''...... ہاروے نے جواب دیا تو پارکر اور سامنے بیٹھی ہوئی
مارگریٹ دونوں کے چہرے بگڑ گئے۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کس نے کیا ہے ایسا۔ تمہیں کیسے اطلاع ملی"...... پارکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آج کے لوکل اخبارات میں پولیس کی طرف سے اس کے چہرے کی تصویر شائع کرائی گئی ہے تاکہ اسے شناخت کیا جا سکے۔ مجھے میرے آدمیوں نے اس کی اطلاع دی تو میں نے خود لوکل اخبار میں دیکھا اور پھر معلومات حاصل کیں تو معلوم ہوا کہ اس کی لاش مین گٹر میں ایک سپاٹ پر پھنسنے کی وجہ سے گٹر کا نظام خراب ہوا تو اسے چیک کیا گیا اور پھر وہ لاش نکالی گئی۔ یہ ایریا پریڈ گراؤنڈ پولیس اسٹیشن کا تھا۔ وہاں سے رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ ڈیڈ باڈی سول ہسپتال میں ہے۔ چنانچہ میں خود وہاں گیا اور خود میں نے قریب سے اس ڈیڈ باڈی کو چیک کیا۔ وہ واقعی ڈاکٹر کمال احسن کی لاش ہے"...... ہاروے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا۔ کیوں ایسا ہوا اور وہ فارمولا۔ وہ کہاں ہوسکتا ہے"...... پارکر نے کہا۔

"اب تک تو ہم ڈاکٹر کو تلاش کرنے میں مصروف تھے۔ اب اس کی آمدورفت اور میل ملاپ کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ پھر ہی پتہ چلے گا کہ کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد ہی مزید صورت حال سامنے آ سکے گی"...... ہاروے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ بہرحال اب فارمولے کی تلاش ضروری ہو گئی ہے"

پارکر نے کہا۔

"جی ہاں۔ گڈ بائی"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو پارکر نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"یہ کیا ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی ڈیل بہرحال ہوئی ہے جس کے نتیجے میں ڈاکٹر کمال احسن کو ہلاک کر دیا گیا ہے"۔ مارگریٹ نے کہا۔

"ڈیل۔ کیسی ڈیل"...... پارکر نے چونک کر کہا۔

"اتنی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ڈاکٹر کمال احسن خود ہی گٹر میں گر کر ہلاک نہیں ہونے لگا۔ لامحالہ اسے ہلاک کر کے اس کی لاش گٹر میں پھینک دی گئی ہو گی۔ ایسا کیوں ہوا اس لئے کہ لازماً کوئی ڈیل ہوئی ہو گی جس میں ناکامی یا مزید لالچ کی وجہ سے یہ سب کچھ سامنے آیا"...... مارگریٹ نے کہا۔

"لیکن ڈیل کس بات کی"...... پارکر نے کہا۔

"فارمولے کی اور کس کی۔ ڈاکٹر کمال احسن کے پاس فارمولا ہی تھا ڈیل کے لئے"...... مارگریٹ نے جواب دیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ فارمولا ڈیل کے تحت کسی پارٹی نے خرید لیا اور پھر ڈاکٹر کمال احسن کو ہلاک کر دیا گیا تاکہ فارمولا خریدنے والی پارٹی سامنے نہ آ سکے"...... پارکر نے کہا۔

"ہاں اور یہ بھی بتا دوں کہ ڈاکٹر کمال احسن کو کسی گنجان آباد

علاقے میں ہلاک کیا گیا ہوگا“...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر بے
اختیار اچھل پڑا۔

”یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا ہے“...... پارکر نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر کمال احسن کی لاش کو باہر نکال کر کسی ویران جگہ پر
پھینکنے کی بجائے اسے گٹر میں ڈال دیا گیا۔ مین گٹر لائن میں۔
اس کا مطلب ہے کہ یہ انتہائی گنجان آباد علاقہ ہے۔ اتنا گنجان کہ
لاش کو نکال کر کسی کار میں نہیں لے جایا جا سکتا تھا“...... مارگریٹ
نے جواب دیا۔

”تمہاری بات بھی درست ہوسکتی ہے لیکن یہ سوچ بھی اس
کارروائی کے پیچھے کارفرما ہوسکتی ہے کہ لاش پانی میں گل سڑ کر
ناقابل شناخت ہو جائے گی اور اس طرح کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا
کہ ڈاکٹر کمال احسن کہاں گئے“...... پارکر نے کہا۔

”ہاں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے لیکن ایسی صورت میں ایسا کرنے
والے کو یقیناً یہ معلوم نہ تھا کہ ڈاکٹر کے چہرے پر پلاسٹک سرجری
کی گئی ہے ورنہ وہ شاید رسک نہ لیتا“...... مارگریٹ نے کہا۔

”اب اصل مسئلہ اس لاش کا نہیں ہے۔ ہمارا مسئلہ تو فارمولا
ہے۔ اسے کہاں اور کیسے تلاش کیا جائے“...... پارکر نے کہا۔

”ڈاکٹر کمال احسن کو کب، کس طرح اور کہاں ہلاک کیا گیا۔
اور کن لوگوں نے ایسا کیا ہے یہ معلوم ہو جائے پھر ہی فارمولا

کے بارے میں مزید معلومات مل سکتی ہیں“...... مارگریٹ نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کہیں یہ کے اے کا کام نہ ہو۔ اس نے فارمولا کارمن کے
لئے خریدا ہو اور پھر ڈاکٹر کمال احسن کو بھی ہلاک کر دیا ہو“...... چند
لمحوں کی خاموشی کے بعد پارکر نے کہا تو مارگریٹ چونک پڑی۔

”اوہ ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ ہمیں اس کو چیک کرنا
چاہئے“...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور
پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے
شروع کر دیئے۔

”یس۔ انکوائری پلیز“...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی
آواز سنائی دی۔

”سلجان ہوٹل کا نمبر دیں“...... پارکر نے کہا تو چند لمحوں کی
خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا تو پارکر نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون
آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر
میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ لاؤڈر کا بٹن پریس
ہوتے ہی دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر
رسیور اٹھا لیا گیا۔

”سلجان ہوٹل“...... رسیور اٹھائے جانے کے بعد ایک نسوانی
آواز سنائی دی۔

”آپ کے ہوٹل میں کارمن کے ایک صاحب کارلس الیگزینڈر

ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میرا نام پارکر ہے۔ میں نے ان سے بات کرنی ہے''...... پارکر نے کہا۔

''ہولڈ فرمائیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

'ہیلو'...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوبارہ نسوانی آواز سنائی دی۔

''یس''...... پارکر نے کہا۔

''مسٹر کارلس الیگزینڈر آج صبح سے ہوٹل چھوڑ کر جا چکے ہیں''۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی رابطہ ختم ہو گیا تو پارکر نے بھی ہونٹ چباتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ یہ کارروائی کے اے کی ہو سکتی ہے''۔ مارگریٹ نے کہا۔

''ہاں۔ بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے لیکن جب تک کنفرمیشن نہ ہو حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا''...... پارکر نے جواب دیا۔

''ایئر پورٹ فون کر کے معلوم کر لو''...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر بے اختیار چونک پڑا۔

''ارے ہاں۔ وہاں سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اب تو ہر جگہ کمپیوٹرائزڈ کام ہوتا ہے''...... پارکر نے کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھایا اور ایک بار پھر انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس۔ انکوائری پلیز''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی

آواز سنائی دی۔

''ایئر پورٹ کے آپریشنل آفس کا نمبر دیں''...... پارکر نے کہا تو دوسری طرف سے فوراً نمبر بتا دیا گیا تو پارکر نے کریڈل دبا دیا اور پھر انکوائری آپریٹر کا بتایا ہوا نمبر پریس کرنا شروع کر دیا۔

''ایئر پورٹ آپریشنل آفس''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''چیف مینجر سے بات کرائیں۔ میں پارکر آف گریٹ لینڈ بول رہا ہوں''...... پارکر نے جان بوجھ کر اپنے ملک کا نام بتایا تھا کیونکہ اس نے محسوس کیا تھا کہ اس کے ملک کے آدمیوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ چیف مینجر بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''پارکر بول رہا ہوں۔ میں نے معلوم کرنا ہے کہ کارمن کے ایک صاحب جن کا نام کارلس الیگزینڈر ہے آج کسی فلائٹ سے پاکیشیا سے باہر گئے ہیں یا نہیں''...... پارکر نے کہا۔

''کیا نام بتایا ہے آپ نے۔ پلیز دوہرائیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کارلس الیگزینڈر فرام کارمن''...... پارکر نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر دو منٹ تک

لائن پر خاموشی طاری رہی۔

''ہیلو۔ کیا آپ لائن پر ہیں''...... چند لمحوں بعد وہی آواز دوبارہ سنائی دی۔

''یس''...... پارکر نے کہا۔

''مسٹر کارلس الیگزینڈر آج کسی فلائٹ سے بھی پاکیشیا سے باہر نہیں گئے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ تھینکس''...... پارکر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''پھر وہ ہوٹل کیوں چھوڑ گیا''...... مارگریٹ نے کہا۔

''ہوسکتا ہے وہ کسی پرائیویٹ رہائش گاہ میں شفٹ ہو گیا ہو''...... پارکر نے کہا اور پھر وہ دونوں اس ٹاپک پر تقریباً ایک گھنٹے تک بات چیت کرتے رہے لیکن کوئی واضح لائن آف ایکشن سامنے نہ آ رہی تھی بلکہ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ ڈاکٹر کمال احسن کی ہلاکت کے بعد وہ ایک بار پھر گھپ اندھیرے میں چلے گئے ہیں۔ پھر اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو پارکر نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ پارکر بول رہا ہوں''...... پارکر نے کہا۔

''ہاروے بول رہا ہوں جناب۔ ڈائمنڈ کلب سے''...... دوسری طرف سے ہاروے کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ کوئی خاص بات''...... پارکر نے پوچھا اور ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''یس سر۔ خاص بات یہ ہے کہ کارمن ایجنٹ کے اے کی لاش ایک ویرانے سے ملی ہے۔ اسے گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو پارکر کے ساتھ ساتھ مارگریٹ بھی بے اختیار اچھل پڑی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔ سب لوگ ہلاک کئے جا رہے ہیں''۔ پارکر نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

''کوئی لمبا کھیل کھیلا جا رہا ہے دارالحکومت میں جناب۔ پہلے ڈاکٹر کمال احسن کی لاش گٹر سے ملی اور اب کے اے کی لاش ویرانے سے ملی ہے۔ میں نے پولیس آفیسر سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا ہے اور جہاں سے لاش ملی ہے وہاں خون کے داغ موجود نہیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے کہیں اور ہلاک کیا گیا اور پھر اس کی لاش کو ویرانے میں پھینک دیا گیا''...... ہاروے نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن وہ فارمولا کہاں ہوسکتا ہے۔ ہمارا تو خیال تھا کہ شاید اس کے اے نے فارمولا ڈاکٹر کمال احسن سے خرید لیا ہو لیکن اب اس کی لاش فوری سامنے آنے کا مطلب ہے کہ کوئی تیسرا فریق درمیان میں ہے جو یہ سارا کھیل، کھیل رہا ہے''...... پارکر نے کہا۔

''یس سر۔ ان حالات میں تو یہی نتیجہ نکلتا ہے لیکن معاملات بے حد پیچیدہ ہو گئے ہیں جناب۔ اب اس کام میں خاصا وقت

لگے گا“...... ہاروے نے کہا۔

”اگر یہاں تمہارے اعتماد کا کوئی ایسا گروپ ہے جو یہ کام جلد سے جلد کر سکتا ہو تو اسے انگیج کر لو۔ اس کا معاوضہ ہم دیں گے“...... پارکر نے کہا۔

”یس سر۔ میں معلوم کرتا ہوں۔ پھر آپ کو بتاؤں گا“۔ ہاروے نے کہا۔

”اوکے“...... پارکر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”کسی اور گروپ کو مت ملوث کرو۔ معاملات مزید پیچیدہ ہو جائیں گے“...... مارگریٹ نے کہا۔

”یہ مشن جس قدر آسان نظر آ رہا تھا اب اتنا ہی نہ صرف پیچیدہ ہو گیا ہے بلکہ انتہائی پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے“...... پارکر نے کہا۔

”ایسے مشن بظاہر پیچیدہ لگتے ہیں لیکن جب ان کا حل سامنے آتا ہے تو یہ بے حد سادہ نظر آتے ہیں“...... مارگریٹ نے جواب دیا۔

”دیکھو۔ مجھے تو یہ پیچیدہ مشن نظر آ رہا ہے بالکل تمہاری طرح“۔ پارکر نے کہا تو مارگریٹ بے اختیار اچھل پڑی۔

”میں کس لحاظ سے پیچیدہ ہوں۔ کیوں“...... مارگریٹ نے مصنوعی غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”ذہنی لحاظ سے کیونکہ کبھی تم بڑی گہری باتیں کرتی ہو جیسے پوری دنیا کی ذہانت تمہارے اندر ہو اور کبھی اتنی سادہ سی باتیں کر

ہو جیسے تم جیسی سادہ لوح کوئی اور نہ ہو“...... پارکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایسی کون سی سادہ بات کی ہے میں نے“...... مارگریٹ نے اور زیادہ آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”پہلے تم نے خود ہی اسے پیچیدہ کہا لیکن جب میں نے اسے پیچیدہ کہا تو تم نے اسے سادہ کہنا شروع کر دیا۔ اپنی بات کی خود ہی تردید کرنا کیا سادہ لوحی نہیں ہے“...... پارکر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے تمہیں سمجھانے کے لئے چکر تو چلانے پڑتے ہیں ورنہ میں تو بقول تمہارے سادہ لوح ہوں لیکن تم تو سرے سے بغیر لوح کے صرف سادہ ہو۔ مطلب ہے مکمل طور پر سادہ“۔ مارگریٹ نے ہنستے ہوئے کہا تو پارکر بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

ٹائیگر نے کار ہوٹل شالیمار کے کمپاؤنڈ گیٹ سے اندر موڑی اور
پھر اسے پارکنگ میں لے گیا۔ وہ کل سے ڈاکٹر کمال احسن کو تلاش
کرتا پھر رہا تھا کیونکہ عمران نے اسے فون کر کے کہا تھا کہ و
وزارت سائنس سیکرٹریٹ کے ایک سیکشن آفیسر عبدالغنی سے فائل
لے کر اس کے فلیٹ پر آئے۔ چنانچہ ٹائیگر نے وزارت سائنس
کے سیکشن آفیسر سے فائل لی اور فلیٹ پر پہنچ گیا۔ وہاں عمران نے
فائل کو دیکھا اور پھر فائل سے ایک فوٹو اتار کر اس نے ٹائیگر کی
طرف بڑھا دیا اور ساتھ ہی اسے بتایا کہ یہ فوٹو ڈاکٹر کمال احسن
ہے جو گریٹ لینڈ سے ایٹمی توانائی کا کوئی فارمولا چرا کر واپس
پاکیشیا آ گیا ہے اور حکومت گریٹ لینڈ نے یہاں پاکیشیا میں ا
ٹریس کرنے کی سرکاری طور پر حکومت پاکیشیا سے درخواست کی۔
لیکن وزارت سائنس باوجود کوشش کے جب اس کا پتہ نہ چلا سکی

یہ کیس ملٹری انٹیلی جنس کو بھجوا دیا گیا لیکن وہ بھی اسے ٹریس نہیں کر
سکے اس لئے اب یہ کام ٹائیگر نے کرنا ہے اور اس تصویر اور ڈاکٹر
کے نام کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں ہے۔ یہ کل کی بات ہے اور کل
سے آج تک ٹائیگر نے حتیٰ الوسع کوشش کر لی لیکن وہ اب تک
ڈاکٹر کمال احسن کو ٹریس نہ کر سکا تھا اس لئے اس نے کار ہوٹل
کے کمپاؤنڈ گیٹ میں موڑ دی تھی کہ وہ یہاں بیٹھ کر چائے پینے کے
ساتھ ساتھ اس مسئلے کے حل کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کر سکے۔

ہوٹل کا ہال تقریباً خالی تھا کیونکہ سہ پہر کے وقت یہاں رش
نہیں ہوتا تھا۔ اصل میں یہاں رش رات گئے ہوتا تھا لیکن یہاں
کی چائے ٹائیگر کو بے حد پسند تھی اور وہ اکثر یہاں آتا جاتا رہتا تھا
اس لئے یہاں کے ویٹر، سپروائزر اور کاؤنٹر پر موجود افراد کے علاوہ
یہاں کے مینجر اور دیگر سٹاف بھی اس سے اچھی طرح واقف تھا۔
خاص طور پر ٹائیگر ویٹرز میں بے حد مقبول تھا کیونکہ وہ نہ صرف ان
کے دکھ درد میں ان کا ساتھ دیتا تھا بلکہ بعض اوقات وہ ان کے
لئے اس حد تک چلا جاتا تھا کہ شاید وہ اس کی توقع بھی نہ کر سکتے
تھے۔ ٹائیگر ایک کونے میں موجود خالی میز کے گرد کرسی پر بیٹھ گیا۔
اسی لمحے ایک ادھیڑ عمر ویٹر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"سلام سر"...... ویٹر نے سر جھکا کر مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر
نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"اوہ سلامت تم۔ تم یہاں۔ تم تو اوبرائے ہوٹل میں تھے"۔

ٹائیگر نے اسے پہچانتے ہوئے کہا۔

''گزشتہ ایک ہفتے سے میں یہاں ہوں سر''...... ویٹر نے جواب دیا۔

''اوکے۔ کوئی مسئلہ ہو تو مجھے بتانا''...... ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو سر''...... ویٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اچھی سی چائے بنوا لاؤ۔ ساتھ کچھ بسکٹ بھی''...... ٹائیگر نے ویٹر سے کہا۔

''یس سر''...... ویٹر نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹرالی دھکیلتا ہوا قریب آیا۔ اس نے چائے کے برتن میز پر لگانے شروع کر دیئے۔

''سر۔ ایک بات کہوں اگر آپ ناراض نہ ہوں''...... ویٹر نے برتن لگانے کے بعد کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔

''ہاں۔ ہاں۔ کہو۔ کیا بات ہے۔ میں کیوں ناراض ہونے لگا''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''صاحب۔ آج آپ بہت متفکر، پریشان اور قدرے تھکے ہوئے لگ رہے ہیں حالانکہ اس سے پہلے میں نے آپ کو ایسے موڈ میں کبھی نہیں دیکھا''...... ویٹر سلامت نے کہا۔

''بے حد شکریہ تم نے محسوس کیا۔ تمہاری بات درست ہے۔ میں دراصل کل سے ایک آدمی کو تلاش کر رہا ہوں لیکن وہ مل نہیں

رہا اس لئے بوریت بھی ہو رہی ہے اور تھکاوٹ بھی''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈاکٹر کمال احسن کی تصویر نکالی اور ویٹر کی طرف بڑھا دی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ویٹر ایسی مخلوق ہوتی ہے جو بہت کچھ جانتی ہے۔

''نہیں جناب۔ میں نے تو انہیں کبھی نہیں دیکھا۔ ان کا نام کیا ہے''...... ویٹر نے تصویر دیکھتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر کمال احسن''...... ٹائیگر نے جواب دیا تو ویٹر بے اختیار چونک پڑا۔

''لیکن وہ تصویر تو اس سے مختلف تھی۔ یکسر مختلف۔ لیکن نام یہی تھا''...... ویٹر سلامت نے بے اختیار بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ٹرالی دھکیل کر واپس جانے لگا۔

''ٹھہرو''...... ٹائیگر نے کہا تو ویٹر سلامت مڑ کر رک گیا۔

''یس سر''...... ویٹر سلامت نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تم کس تصویر کی بات کر رہے تھے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''سر۔ وہ اس سے یکسر مختلف تصویر تھی۔ ڈائمنڈ کلب کا ایک آدمی وہ تصویر دکھا کر اس کے بارے میں معلومات کرتا پھر رہا تھا لیکن اس کا نام اس نے یہی بتایا تھا ڈاکٹر کمال احسن''...... ویٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تمہیں یاد ہے کہ اس نے یہی نام بتایا تھا''...... ٹائیگر نے کہا۔

"یس سر۔ دو روز پہلے کی تو بات ہے"...... ویٹر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو"...... ٹائیگر نے کہا اور پھر چائے بنانے میں مصروف ہو گیا۔ چائے پینے تک وہ ڈائمنڈ کلب کے مالک اور جنرل مینجر ہاروے سے ملنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ ہاروے اس کا خاصا اچھا دوست تھا اور ہاروے کو معلوم تھا کہ وہ غیر ملکی پارٹیوں کے لئے کام کرتا رہتا ہے لیکن یہ مختلف تصویر کا معمہ اسے سمجھ نہ آ رہا تھا۔ بہرحال اس نے یہ سب کچھ ہاروے سے معلوم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چائے پینے کے بعد اس نے بل ادا کیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے ڈائمنڈ کلب کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہاروے کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔

"اوہ۔ ٹائیگر تم۔ بڑے وقت پر آئے ہو"...... ہاروے نے اٹھ کر ٹائیگر کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا۔ کوئی خاص بات"...... ٹائیگر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"ایک کیس پر کام کر رہا ہوں لیکن اس کا کوئی سرا ہی نہیں مل رہا جبکہ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنی ذہانت اور تجربے سے ایسے کیس چٹکیوں میں حل کر لیتے ہیں"...... ہاروے نے کہا اور ساتھ ہی اس نے انٹرکام کا بٹن دبا کر کسی کو ٹائیگر کے لئے ایپل جوس لانے کا

کہہ دیا۔

"تو تم اب باقاعدہ کسی ایجنسی سے متعلق ہو چکے ہو جو کیس پر کام کر رہے ہو"...... ٹائیگر نے کہا تو ہاروے بے اختیار ہنس پڑا۔

"پیسہ کمانے کے لئے انسان کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ میں اس قسم کے کام کرتا رہتا ہوں۔ ایک سائنس دان کو ہلاک کیا گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کے قاتلوں کا کھوج لگاؤں لیکن کچھ سمجھ نہیں آ رہا"...... ہاروے نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار اچھل پڑا۔

"سائنس دان۔ تمہارا مطلب کہیں ڈاکٹر کمال احسن سے تو نہیں"...... ٹائیگر نے کہا تو اس بار اچھلنے کی باری ہاروے کی تھی۔

"تم اسے کیسے جانتے ہو"...... ہاروے نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا وہ ہلاک ہو چکا ہے"...... ٹائیگر نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے دوسرا سوال کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن تم نے کیسے یہ نام لے لیا"...... ہاروے کی حیرت ابھی تک قائم تھی۔

"میرے پاس اس کی تصویر ہے اور میں خود اسے تلاش کر رہا تھا کہ ہوٹل شالیمار کے ویٹر سلامت نے تصویر دیکھ کر کہا کہ تمہارا آدمی تو کوئی اور تصویر دکھا کر ڈاکٹر کمال احسن کے بارے میں پوچھتا پھر رہا تھا اس لئے میں یہاں تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم سے معلومات حاصل کروں"...... ٹائیگر نے جیب سے تصویر نکال کر

ہاروے کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک
نوجوان ٹرے میں ایپل جوس کا بڑا گلاس رکھے اندر داخل ہوا اور
پھر اس نے گلاس ٹائیگر کے سامنے رکھا اور خالی ٹرے اٹھائے
اور خاموشی سے واپس چلا گیا۔

''تو یہ اس کی اصل شکل ہے''...... ہاروے نے تصویر دیکھ کر
ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''اصل شکل۔ کیا مطلب۔ کھل کر بات کرو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''گریٹ لینڈ کا ایک جوڑا یہاں آیا ہوا ہے۔ مرد کا نام پارکر
اور اس کی بیوی کا نام مارگریٹ ہے۔ ان کا تعلق گریٹ لینڈ کی
ایک سرکاری ایجنسی گریڈ سے ہے اور یہ دونوں گریڈ کے ایجنٹ
ہیں۔ گریڈ سے میرا بھی تعلق ہے اور اکثر میں یہاں اس کے لئے
قانونی کام کرتا رہتا ہوں۔ ڈاکٹر کمال احسن بیس بائیس سالوں تک
گریٹ لینڈ کی ایک ایٹمی لیبارٹری میں کام کرتا رہا اور وہاں کا
شہری بھی ہے۔ پھر اچانک وہ ایک اہم فارمولے سمیت غائب ہو
گیا۔ حکومت گریٹ لینڈ نے انکوائری کرائی تو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ
پاکیشیا گیا ہے جس پر یہاں کی حکومت کو سرکاری طور پر کہا گیا کہ
اسے ٹریس کر کے اس سے فارمولا واپس کرایا جائے لیکن حکومت
نے شاید توجہ نہ دی یا انہیں معلوم نہ ہو سکا جس پر گریٹ لینڈ
حکومت نے گریڈ ایجنسی کے دو ایجنٹ اسے ٹریس کرنے اور اس
سے فارمولا واپس لانے کے لئے بھیجے۔ گریڈ ایجنسی کے چیف۔

مجھے یہاں ان کی مدد کرنے کے لئے کہا۔ میں نے حامی بھر لی لیکن
اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا تو پارکر اور مارگریٹ نے
اپنے طور پر کام کیا اور پھر وہ یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ
ڈاکٹر کمال احسن نے انتہائی ہوشیاری سے ایسا کھیل کھیلا کہ اگر
پارکر اور مارگریٹ اس کے پیچھے نہ لگتے تو کوئی بھی اسے ٹریس نہیں
کر سکتا تھا''...... ہاروے نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا تھا''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''ڈاکٹر کمال احسن نے یہاں کے معروف پلاسٹک سرجن ڈاکٹر
رابرٹ سے اپنے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرائی اور اس طرح
مستقل طور پر اپنی شناخت ختم کرا دی۔ اب وہ بالکل مختلف چہرے
کا مالک تھا۔ پارکر نے ڈاکٹر رابرٹ سے اس کے نئے چہرے کی
تصویر حاصل کی۔ یہ دیکھو۔ یہ ہے اس کی پلاسٹک سرجری کے بعد
کی تصویر''...... ہاروے نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک
تصویر اٹھا کر ٹائیگر کے سامنے رکھتے ہوئے کہا جو بیٹھا اس کی باتیں
سننے کے ساتھ ساتھ ایپل جوس سپ کر رہا تھا۔ ٹائیگر نے تصویر اٹھا
کر دیکھی۔ وہ واقعی پہلے سے یکسر مختلف تصویر تھی۔

''پھر یہ ہلاک کیسے ہو گیا۔ کس نے کیا ہے اسے ہلاک''۔
ٹائیگر نے تصویر واپس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''اس لئے تو میں تمہیں ہائر کرنا چاہتا تھا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ
اسے کس نے ہلاک کیا ہے لیکن تم شاید کسی کے کہنے پر پہلے ہی اس

پر کام کر رہے ہو''...... ہاروے نے کہا۔

''ہاں۔ میری ایک پارٹی نے میرے ذمے یہ کام لگایا ہے۔ تم مجھے بتاؤ کہ یہ کیسے ہلاک ہوا ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو ہاروے نے اسے وہ ساری تفصیلات بتا دیں جو اس سے پہلے وہ پارکر کو فون پر بتا چکا تھا۔

''اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ اسی لئے وہ ٹریس نہ ہو رہا تھا۔ ایک تو اس نے اپنی شناخت تبدیل کر لی تھی دوسرا اسے ہلاک کر دیا گیا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ایک اور بات بھی بتا دوں۔ کارمن کا ایک معروف ایجنٹ کارلس الیگزینڈر ہے جسے کے اے کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ بھی یہاں دارالحکومت میں موجود تھا۔ اسے سلیجان ہوٹل میں پارکر نے دیکھ لیا تھا۔ اس کی لاش بھی ایک ویرانے میں ملی ہے''۔ ہاروے نے کہا۔

''کیا اس کا بھی تعلق ڈاکٹر کمال احسن سے تھا''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ بھی اس فارمولے کے سلسلے میں ہی یہاں آیا ہوا تھا اور کسی تیسرے فریق نے فارمولا حاصل کرنے کے لئے ان دونوں کو ہلاک کر دیا ہے''...... ہاروے نے کہا۔

''پارکر اور مارگریٹ تو تمہارے گروپ سے کام لے رہے تھے۔

کے اے کا تعلق کس سے تھا''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم کیونکہ میرا اس سے کوئی تعلق نہ تھا اور پھر ہم تو ڈاکٹر کمال احسن کو ٹریس کرنے کے چکر میں تھے۔ پھر اچانک دونوں کی لاشیں ایک ہی روز سامنے آئیں اس لئے میں نے اس کا ذکر کر دیا ہے''...... ہاروے نے کہا۔

''پارکر اور مارگریٹ کہاں رہ رہے ہیں''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''سوری۔ جب تک میں ان سے پوچھ نہ لوں میں نہیں بتا سکتا۔ تم بتاؤ کہ کیا اس فارمولے پر اپنے طور پر کام کرو گے یا ہم سے مل کر''...... ہاروے نے کہا۔

''میں اپنے طور پر کام کر رہا ہوں۔ تم نے چونکہ بڑی قیمتی اور اہم معلومات مہیا کی ہیں اس لئے میں تمہیں اس بارے میں معلومات ملنے پر اطلاع ضرور دے دوں گا اور ہاں۔ اگر تم مجھ سے پہلے کامیاب ہو جاؤ تو تم نے مجھے ضرور اطلاع کرنی ہے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں کروں گا اطلاع''...... ہاروے نے کہا۔

''اوکے۔ یہ دونوں تصاویر مجھے دے دو تاکہ میں اس کے قاتلوں کو ٹریس کر سکوں''...... ٹائیگر نے کہا تو ہاروے نے دونوں تصاویر اٹھا کر ٹائیگر کو پکڑا دیں۔

''ایپل جوس کا شکریہ۔ اب اجازت''...... ٹائیگر نے دونوں تصاویر جیب میں رکھ کر اٹھتے ہوئے کہا تو ہاروے بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

ٹائیگر اس سے مصافحہ کر کے مڑا اور اس کے آفس سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار عمران کے فلیٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ وہ یہ ساری معلومات عمران کے سامنے رکھ کر اس سے مزید ہدایات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی اس نے تقریباً نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ اس کا ذہن بدل گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عمران سے فون پر بھی بات کر سکتا ہے لیکن پہلے اسے ڈاکٹر کمال احسن کی لاش کو چیک کرنا چاہئے۔ ہاروے نے اسے بتایا تھا کہ لاش پریڈ گراؤنڈ تھانے کی حدود میں سامنے آئی ہے اس لئے اس بارے میں انکوائری بھی وہی کر رہے ہوں گے اور اس کی پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی انہی کی تحویل میں ہو گی اس لئے اس نے کار کا رخ موڑا اور پھر کچھ آگے جا کر اس نے کار ایک پبلک فون بوتھ کے قریب روکی اور کار سے نیچے اتر کر وہ فون بوتھ میں داخل ہوا۔ یہ کارڈ والے فون بوتھ تھے۔ ٹائیگر نے پہلے تو بغیر کارڈ ڈالے انکوائری سے تھانہ پریڈ گراؤنڈ کا نمبر معلوم کیا اور پھر کارڈ فون پیس کے مخصوص خانے میں ڈال کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"پولیس اسٹیشن پریڈ گراؤنڈ سے بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"ایس ایچ او صاحب سے بات کرائیں۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں"...... ٹائیگر نے بھی آواز اور لہجے کو بھاری بناتے ہوئے کہا۔

"ایس ایچ او صاحب گشت پر ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا نام ہے ان کا"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"اللہ داد خان"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے کریڈل دبایا اور کارڈ کو مزید آگے دھکیل دیا تو ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"چیف کمشنر آفس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"میں ٹائیگر بول رہا ہوں۔ چیف صاحب سے بات کرائیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں جناب"...... ٹائیگر نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"آپ۔ فرمائیں کیسے فون کیا"...... دوسری طرف سے قدرے نرم لہجے میں کہا گیا۔

"تھانہ پریڈ گراؤنڈ کے ایس ایچ او سے ایک کام پڑ گیا ہے۔ آپ اسے میرے بارے میں بتا دیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں فون کرا دیتا ہوں۔ اور کچھ"...... دوسری

طرف سے کہا گیا۔

''نو۔ تھینکس''...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چیف کمشنر معروف کلبوں میں آنے جانے کا بے حد شوقین تھا اس لئے ٹائیگر کی اس سے اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ چونکہ دارالحکومت کی پولیس چیف کمشنر کے تحت تھی اس لئے ٹائیگر نے چیف کمشنر کو فون کیا تھا۔ پبلک فون بوتھ سے باہر آ کر وہ کار میں بیٹھا اور اس نے کار کا رخ پریڈ گراؤنڈ علاقے کی طرف موڑ دیا۔ اسے معلوم تھا کہ چیف کمشنر کی طرف سے فون جانے کے بعد ایس ایچ او چاہے کہیں بھی ہو وہ فوری طور پر پولیس اسٹیشن پہنچ جائے گا بلکہ پہنچ گیا ہو گا اور شدت سے ٹائیگر کا انتظار کر رہا ہو گا۔ پریڈ گراؤنڈ علاقے میں پہنچ کر وہ پوچھتا ہوا تھانے پہنچ گیا۔ اس نے کار تھانے کے باہر روکی اور نیچے اتر کر آگے بڑھ گیا۔ تھانے کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ سامنے ایس ایچ او آفس کا چھوٹا سا بورڈ بھی موجود تھا۔ ٹائیگر کا رخ اس آفس کی طرف تھا۔ دروازے کے باہر ایک مسلح سپاہی موجود تھا۔

''ایس ایچ او صاحب اندر موجود ہیں یا نہیں''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''اندر ہیں جناب۔ آپ کا نام''...... سپاہی نے بڑے مہذبانہ لہجے میں پوچھا۔

''میرا نام ٹائیگر ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو سپاہی نے اس طرح

اٹن شن ہو کر اسے سیلوٹ کیا جیسے ٹائیگر نے اپنے آپ کو چیف کمشنر کہہ دیا ہو۔ ٹائیگر نے اس کے سلام کا جواب دیا اور پھر آفس میں داخل ہو گیا۔ ایک سائیڈ پر ایک بڑی سی میز جس پر نیلے رنگ کا میز پوش موجود تھا اور میز پوش پر جگہ جگہ چکنائی کے دھبے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ میز کے ایک طرف پلاسٹک کی ٹرے تھی جس میں چند فائلیں اور کاغذ موجود تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی سامان نہ تھا۔ میز کے پیچھے کرسی پر ایک خرانٹ چہرے کا مالک بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے کاندھوں پر تین سٹار موجود تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس تھانے کا انچارج یہی ہے۔

''میرا نام ٹائیگر ہے۔ چیف کمشنر آفس سے آپ کو فون آیا ہو گا''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ آیئے۔ آیئے جناب۔ میں تو کافی دیر سے آپ کی آمد کا منتظر تھا۔ مجھے انسپکٹر اللہ داد کہتے ہیں جناب''...... انسپکٹر اللہ داد نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا اور اس نے ٹائیگر کا مصافحے کے لئے بڑھا ہوا ہاتھ بڑے مؤدبانہ انداز میں دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

''شکریہ۔ تشریف رکھیں''...... ٹائیگر نے کہا اور خود بھی میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ انار کا شربت، ملائی دار چائے یا بوتل''...... انسپکٹر اللہ داد نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے مسلتے

ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔ میں ڈیوٹی پر ہوں"...... ٹائیگر نے جواب دیا تو انسپکٹر اللہ داد بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"ڈیوٹی۔ وہ کیا جناب"...... انسپکٹر اللہ داد نے پوچھا۔

"میرا تعلق سپیشل پولیس کے سیکرٹ سیکشن سے ہے اس لئے میں نے چیف کمشنر سے کہا تھا کہ میرے بارے میں فون کر دیں۔ میں سیکرٹ سیکشن کی وجہ سے براہ راست آپ کو اپنے کاغذات شو نہیں کرا سکتا تھا"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ہم تو ویسے ہی خدمت گزار ہیں جناب۔ آپ مجھے فون کر دیتے۔ میں خود آپ کا گیٹ پر استقبال کرتا"...... انسپکٹر اللہ داد نے اور زیادہ مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ سپیشل پولیس اور سیکرٹ سیکشن جیسے الفاظ کے اثرات اس پر گہرے پڑے تھے۔

"آپ کے تھانے کی حدود میں گٹر سے ایک لاش برآمد ہوئی ہے۔ اس کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آپ کے پاس ہو گی"...... ٹائیگر نے کہا تو انسپکٹر چونک پڑا۔

"جی ہاں۔ موجود ہے۔ کیا آپ اس لاش کے بارے میں انکوائری کر رہے ہیں"...... انسپکٹر اللہ داد نے کہا اور میز پر موجود ٹرے سے ایک فائل اٹھا کر اسے کھولا اور اس میں سے کاغذات نکال کر ٹائیگر کے سامنے رکھ دیئے۔

"ہاں۔ وہ لاش کہاں ہے"...... ٹائیگر نے کاغذات اٹھاتے ہوئے کہا۔

"وہ لاش تو امانتاً دفن کرا دی گئی ہے کیونکہ اس کی شناخت ہی نہیں ہو سکی تھی حالانکہ اخبارات میں بھی تصاویر شائع کی گئی تھیں"۔ انسپکٹر اللہ داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے انکوائری کی ہو گی کہ اس کو کس نے ہلاک کیا ہے"...... ٹائیگر نے کاغذات کو غور سے پڑھتے ہوئے کہا۔

"ہم نے کوشش تو بہت کی اور اب بھی کر رہے ہیں لیکن ابھی تک ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے کیونکہ یہ مین گٹر جہاں سے لاش ملی ہے وہاں سے چار کلومیٹر پیچھے طویل ہے۔ دارالحکومت کے مضافاتی علاقے عیدگاہ ایریا سے یہ گٹر لائن شروع ہوتی ہے اور پھر شہر کے معروف ترین علاقے سے گزرتی ہوئی آگے چھ میل دور بڑی نہر میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ اب پتہ نہیں کہ کہاں اسے ہلاک کیا گیا اور کہاں لاش کو گٹر میں ڈالا گیا ہے۔ اب یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ لاش ہمارے تھانے کے علاقے میں گٹر میں پھنس گئی"۔ انسپکٹر اللہ داد نے منہ بناتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ اسے پولیس کی نفسیات کا علم تھا۔ ایسے کیسز جن میں کسی سے کچھ ملنے کی امید نہ ہو بلکہ اعلیٰ افسران سے کام نہ ہونے پر جھاڑ پڑ سکتی ہو اسے وہ اپنی بدقسمتی کہتے تھے۔ شاید گٹر کھولنے کے لئے محکمے کے افراد وہاں موجود تھے جنہوں نے لاش باہر نکالی ہو گی اس

لئے پولیس بے بس ہو گئی جبکہ پولیس والے ایسی لاشوں کو آگے بہا
دیتے ہیں تاکہ کسی اور تھانے کی حدود میں پہنچ جائے اور ان کی
جان چھوٹ جائے۔

"اس گٹر لائن کو جس کے بارے میں آپ بتا رہے ہیں۔ کیا
کہتے ہیں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"اسے کراؤن لائن یا کراؤن گٹر لائن کہتے ہیں جناب۔ یہ مین
لائنوں میں سے ایک لائن ہے"...... انسپکٹر نے خوش ہو کر کہا۔

"او کے۔ اس پوسٹ مارٹم رپورٹ کی ایک کاپی مجھے دے
دیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب"...... انسپکٹر نے کہا اور باہر موجود سپاہی کو
آواز دے کر بلایا اور اسے رپورٹ دے دی تاکہ وہ مارکیٹ سے
اس کی فوٹو کاپی کرا لائے۔

"اس لاش کو تو پہچانا ہی نہیں جا سکا جناب۔ پھر سپیشل پولیس
اس پر کیوں کام کر رہی ہے جناب"...... سپاہی کے جانے کے بعد
انسپکٹر اللہ داد نے فائل ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر صاحب۔ یہ لاش ایک سائنس دان ڈاکٹر کمال احسن کی
تھی۔ وہ گریٹ لینڈ سے ایک اہم سائنسی فارمولا چرا کر پاکیشیا آ
گیا تھا اور حکومت اسے تلاش کر رہی تھی لیکن اس نے ایک پلاسٹک
سرجن سے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرا کر اپنی شکل تبدیل کر لی
اس لئے اسے کوئی نہیں پہچان سکا لیکن اخبارات میں تصویر دیکھ کر

جو لوگ اس سرجری کے بارے میں جانتے تھے وہ اسے پہچان گئے
لیکن حکومتی مجبوریوں کی وجہ سے اسے اوپن نہیں کیا گیا۔ آپ
چونکہ پولیس کے ایک ذمہ دار افسر ہیں اس لئے آپ کو یہ بات بتا
دی گئی ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔ آپ کی بہت مہربانی جناب"......
انسپکٹر اللہ داد نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد سپاہی
کاغذات کی فوٹو کاپیاں کرا کر واپس آ گیا تو ٹائیگر نے ایک کاپی
لے کر اسے تہہ کیا اور کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر وہ اٹھا۔
انسپکٹر اسے تھانے کے باہر کار تک چھوڑنے آیا تھا۔ ٹائیگر نے اس
کا شکریہ ادا کیا اور پھر کار لے کر وہ وہاں سے سیدھا سیوریج
اتھارٹی کے آفس پہنچ گیا۔ یہاں سے بھی اسے کراؤن سیوریج لائن
جس سے لاش ملی تھی، کا تفصیلی نقشہ آسانی سے مل گیا۔ اس نقشے
میں بتایا گیا تھا کہ اس لائن سے کون کون سی سڑکیں اور عمارتیں
منسلک ہیں اور کن کن علاقوں کے نیچے سے گزر کر آگے بڑھتی
ہے۔ یہ نقشہ لے کر ٹائیگر نے اس بار اپنے ایک دوست ڈاکٹر
کرامت کے کلینک کا رخ کیا۔ ڈاکٹر کرامت سرکاری ہسپتال کے
اس شعبے میں طویل عرصہ تک کام کرتا رہا تھا جس میں لاشوں کا
پوسٹ مارٹم کیا جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈاکٹر کرامت کے سامنے
اس کے آفس میں موجود تھا۔ ڈاکٹر کرامت ادھیڑ عمر آدمی تھا۔

"آج پہلی بار کلب سے ہٹ کر ہماری ملاقات ہو رہی ہے"۔

ڈاکٹر کرامت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ایک معاملے میں آپ کی ماہرانہ رائے چاہئے تھی''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ بتاؤ کیا مسئلہ ہے''...... ڈاکٹر کرامت نے کہا تو ٹائیگر نے جیب سے ڈاکٹر کمال احسن کی پوسٹ مارٹم رپورٹ نکال کر ڈاکٹر کرامت کے سامنے رکھ دی۔

''ڈاکٹر صاحب۔ مختصر طور پر پس منظر سن لیں۔ ایک لاش گٹر لائن میں پھنسی ہوئی ملی ہے۔ اسے پریڈ گراؤنڈ کے علاقے سے باہر نکالا گیا ہے۔ اس کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہ ہے۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق لاش ملنے کے وقت سے کتنا عرصہ پہلے ان کی موت واقع ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ جس حد تک لاش خراب ہوئی ہے۔ وہ گندے پانی میں کتنی دیر رہنے کے بعد اس حد تک خراب ہوسکتی ہے اور تیسری بات یہ کہ گٹر میں بہتی ہوئی لاش کتنی سپیڈ سے سفر کر سکتی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تمہارے پہلے سوال کے جواب میں تمہیں بتا دوں کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق اس آدمی کی موت پوسٹ مارٹم سے چار گھنٹے پہلے ہوئی ہے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر نے لکھا ہے کہ جس حد تک لاش خراب پائی گئی ہے اس حد تک خراب لاش اس صورت میں ہوسکتی ہے جب

لاش پانی میں کم از کم تین گھنٹے تک رہے لیکن تم گندے پانی کی بات کر رہے ہو تو گندے پانی میں چونکہ تیزابیت سادہ پانی سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اس لئے تم اسے دو گھنٹے سمجھ سکتے ہو۔ میرا مطلب ہے کہ یہ لاش ملنے سے دو گھنٹے پہلے پانی میں ڈالی گئی ہو گی اور جہاں تک تمہارے آخری سوال کا جواب ہے تو سمندر اور دریا میں لاش کے بہنے اور گٹر میں بہنے میں زمین آسمان کا فرق ہوسکتا ہے۔ گندے پانی میں لاش کے بہنے کی رفتار کم ہو گی۔ یہ اسی رفتار سے بہے گی جس رفتار سے گندہ پانی بہہ رہا ہو گا۔ اسے تم اس طرح بھی سمجھ سکتے ہو کہ یہ لاش دو گھنٹوں میں ایک ہزار میٹر کا فاصلہ طے کر سکی ہو گی یا تھوڑا سا زیادہ یا تھوڑا سا کم۔ لیکن ہو گا تقریباً اتنا ہی فاصلہ''...... ڈاکٹر کرامت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو ڈاکٹر۔ آپ نے میری بے حد مدد کی ہے''۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور میز پر موجود پوسٹ مارٹم رپورٹ اٹھا کر اس نے اسے تہہ کیا اور جیب میں ڈال لیا۔

''اصل مسئلہ کیا ہے اور تم لاشوں کے بارے میں کیوں پوچھتے پھر رہے ہو''...... ڈاکٹر کرامت نے کہا۔

''میں نے بھی ایک ٹریسنگ ایجنسی کھولی ہوئی ہے۔ ہم ہر قسم کے معاملات میں کھوج لگاتے ہیں۔ میری ایک پارٹی نے ایک لاش کے قاتلوں کو ٹریس کرنے کا کام ہمیں دیا ہے۔ یہ لاش گٹر سے پولیس کو ملی ہے۔ اسے گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ اس

سلسلے میں آپ سے مدد لینے آیا تھا''...... ٹائیگر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''اوہ۔ بڑا دلچسپ لیکن خطرناک پیشہ ہے''...... ڈاکٹر کرامت نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ لیکن دلچسپ زیادہ ہے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ڈاکٹر کرامت سے مصافحہ کر کے وہ کلینک سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ایک خالی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ویٹر کو چائے لانے کا کہا تھا اور پھر اس نے جیب سے سیوریج آفس سے حاصل کردہ نقشہ نکال کر سامنے میز پر رکھا اور ڈاکٹر کرامت نے جو کچھ بتایا تھا اس کے پیش نظر اس نے نقشے میں اس مقام کو چیک کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی مقام سمجھ میں نہ آ رہا تھا کیونکہ جس جگہ کو اس نے مارک کیا تھا وہاں تمام بزنس والوں کے دفاتر اور شوروم تھے۔ اسے دراصل کسی کلب کی تلاش تھی لیکن ایک نام پڑھتے ہی ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔ یہ ماڈرن ٹریڈرز کا نام تھا اور ماڈرن ٹریڈرز کے بارے میں ٹائیگر جانتا تھا کہ اس کا مالک اور جنرل مینجر راجر ہے جو بظاہر ایکسپورٹ کا کام کرتا تھا اور آفس میں بھی آفس کا کام ہی ہوتا تھا لیکن اس راجر نے باقاعدہ ایک تنظیم بنائی ہوئی تھی جو ہر قسم کے معاملات میں ملوث رہتی تھی۔

تعاقب، نگرانی سے لے کر پیشہ ور قتل تک کا کام اس تنظیم

وہ لیتا تھا۔ انڈر گراؤنڈ ورلڈ میں وہ راجر اور اس کی تنظیم کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ گو اسے آج تک راجر سے ملاقات کا موقع نہیں ملا تھا لیکن اسے اس بارے میں کافی حد تک معلومات حاصل تھیں اس لئے نقشے میں تقریباً وہ جگہ جہاں ڈاکٹر کرامت کے مطابق لاش گٹر میں ڈالی جا سکتی تھی اسی ماڈرن ٹریڈرز کا آفس ہی بنتی تھی اور پھر کراؤن سیوریج لائن عین ماڈرن ٹریڈرز کے بالکل نیچے سے گزر رہی تھی حالانکہ اور بہت سے ایسے مراکز تھے جن کی سائیڈ سے یہ لائن گزرتی تھی۔ ٹائیگر چائے پینے کے دوران ان سب باتوں پر غور کرتا رہا اور جب چائے ختم ہوئی تو وہ اس فیصلے پر پہنچ چکا تھا کہ ماڈرن ٹریڈرز کو چیک کیا جائے۔

چنانچہ وہ بل ادا کر کے ہوٹل سے باہر نکلا اور اس نے کار کا رخ اس علاقے کی طرف موڑ دیا جدھر ماڈرن ٹریڈرز کا آفس تھا۔ خاصا گنجان آباد علاقہ تھا اس لئے کاروں کے لئے کچھ فاصلے پر ہٹ کر پارکنگ بنائی گئی تھی۔ ٹائیگر نے کار پارکنگ میں روکی اور نیچے اتر کر وہ پیدل چلتا ہوا ماڈرن ٹریڈرز کی طرف بڑھ گیا۔ گو اس نے راجر کے بارے میں سنا ہوا تھا لیکن آج تک اس سے ملاقات ہوئی تھی کیونکہ ٹائیگر ایسے لوگوں اور گروپوں کو چھوٹی مچھلیاں سمجھ کر نظرانداز کر دیا کرتا تھا لیکن آج وہ اس چھوٹی مچھلی کی طرف خود آ رہا تھا۔ گو وہ ذہنی طور پر کنفرم نہیں تھا کہ جو کچھ اس نے اپنے طور پر سوچا ہے وہ لازماً درست ہو گا لیکن وہ اپنی فطرت کے مطابق

اپنے شک کو چیک ضرور کرنا چاہتا تھا۔ اسے عمران کی یہ بات یاد تھی کہ سو امکانات پر کام کرنے سے ننانوے غلط ثابت ہو سکتے ہیں لیکن ایک درست بھی ہو سکتا ہے اس لئے کوشش ضرور کرنی چاہئے۔ بازار میں خاصی بھیڑ تھی۔ یہاں سب لوگ پیدل چل رہے تھے۔ ٹائیگر تھوڑی دیر بعد ماڈرن ٹریڈرز کے آفس میں داخل ہو گیا۔ یہاں باقاعدہ آفسز کے انداز میں کام ہو رہا تھا۔ ایک طرف استقبالیہ کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

''مسٹر راجر سے ملنا ہے۔ میرا نام ٹائیگر ہے''...... ٹائیگر نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر کہا۔

''کیا آپ نے ان سے وقت لیا ہوا ہے''...... لڑکی نے بڑے روکھے سے لہجے میں کہا۔

''سپیشل پولیس کو وقت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی''...... ٹائیگر نے کوٹ کی اندرونی جیب سے سپیشل پولیس کا خصوصی بیج نکال کر لڑکی کے چہرے کے سامنے لہراتے ہوئے خاصے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

''اوہ۔ اوہ اچھا۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں بات کرتی ہوں''۔ لڑکی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

''سپیشل پولیس کے مسٹر ٹائیگر آپ سے فوری ملاقات چاہتے ہیں''...... لڑکی نے کہا۔

''یس سر''...... اس نے دوسری طرف سے بات سننے کے بعد کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''تشریف رکھیں۔ صاحب اس وقت مصروف ہیں۔ نصف گھنٹے بعد ملاقات کا وقت دیا گیا ہے۔ آپ کیا پینا پسند کریں گے''۔ لڑکی نے رسیور رکھتے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اوکے۔ شکریہ''...... ٹائیگر نے اس انداز میں کہا جیسے لڑکی نے اسے اپنے پیچھے موجود شیشے کے دروازے سے جس پر جنرل مینجر کی پلیٹ تھی اندر جانے کا کہا ہو اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھا اور پھر سائیڈ بورڈ اٹھا کر اس نے دروازے تک کا راستہ بنایا اور شیشے کے دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

''یہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ کیا کر رہے ہیں آپ''۔ لڑکی نے چیخ کر اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز سن کر ہال میں موجود مختلف میزوں پر کام کرنے والے افراد سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''خاموش بیٹھی رہو''...... ٹائیگر نے مڑ کر غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جسے آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ بڑی سی آفس ٹیبل کے پیچھے کرسی پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کی سائیڈ پر رکھے صوفے پر ایک لمبے قد کا آدمی بیٹھا ہوا تھا اور وہ دونوں باتیں کرنے میں مصروف تھے۔

''آپ۔ آپ کون ہیں اور بغیر اجازت کیوں آئے ہیں''۔ میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے یکلخت غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ صوفے پر بیٹھا ہوا آدمی بھی حیرت بھری نظروں سے ٹائیگر کو دیکھ رہا تھا۔

''سپیشل پولیس۔ آپ باہر جائیں فوراً''...... ٹائیگر نے صوفے پر بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا تو وہ اٹھ کر اس قدر تیزی سے باہر کی طرف لپکا جیسے اس کے پیچھے پاگل کتے لگ گئے ہوں۔

''سپیشل پولیس کا یہاں کیا کام اور کیا عہدہ ہے تمہارا۔ سپیشل پولیس کا آئی جی سیف اللہ خان میرا دوست ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں''...... میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے انتہائی غصیلے اور بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور ایک بار پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

''اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ اس قسم کی حرکتیں کر کے اپنے آپ کو مشکوک مت بناؤ ورنہ گردن سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا ہیڈکوارٹر لے جاؤں گا۔ میں ایک اعلیٰ سطح کے قتل کی واردات کی تفتیش کر رہا ہوں''...... ٹائیگر نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''قتل کی تفتیش۔ لیکن میرا اس سے کیا تعلق ہے''...... اس آدمی نے ہاتھ واپس ہٹاتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہارا نام راجر ہے''...... ٹائیگر نے سائیڈ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں جنرل مینجر ہوں۔ لیکن تم کون ہو اور کیوں اس انداز میں آفس میں داخل ہوئے ہو''...... راجر نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے جیب سے ڈاکٹر کمال احسن کی پلاسٹک سرجری ہونے کے بعد کی تصویر نکال کر راجر کے سامنے رکھ دی۔ اس کی نظریں راجر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''یہ۔ یہ کون ہے۔ کیا مطلب''...... راجر نے تصویر دیکھتے ہی بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ ایک لمحے کے لئے زرد پڑ گیا تھا لیکن پھر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اس سے اس کے اعصاب کی مضبوطی ظاہر ہو رہی تھی۔

''یہ ایک سائنس دان ڈاکٹر کمال احسن کی تصویر ہے اور ایک گٹڑ سے اس کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ڈاکٹر کمال احسن کو آخری بار ماڈرن ٹریڈرز کے آفس میں جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ آپ بتائیں کہ کیا آپ انہیں جانتے ہیں اور اگر جانتے ہیں تو کیسے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سوری مسٹر ٹائیگر۔ نہ ہی میں کسی سائنس دان کو جانتا ہوں اور نہ ہی ان صاحب کو جن کی تصویر آپ دکھا رہے ہیں اور نہ ہی وہ کبھی یہاں آئے ہیں۔ آپ کو یقین نہ آئے تو آپ باہر سٹاف سے پوچھ سکتے ہیں۔ اگر وہ یہاں آتا تو لامحالہ سب کے سامنے سے گزر کر یہاں آتا''...... اس بار راجر نے بڑے اطمینان بھرے انداز میں کہا۔ وہ اپنے آپ پر مکمل طور پر قابو پا چکا تھا لیکن اس کا

چہرہ سخت دکھائی دینے لگا تھا۔

''سوچ لیں۔ اب بھی وقت ہے کہ آپ سچ بتا کر اپنے آپ کو بچا لیں۔ حکومت آپ کو وعدہ معاف گواہ بھی بنا سکتی ہے لیکن بعد میں اگر آپ کے خلاف ٹھوس ثبوت مل گئے تو آپ اس الزام سے بچ نہ سکیں گے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیسے ثبوت۔ آپ ہوش میں ہیں۔ پلیز آپ چلے جائیں ورنہ میں کچھ بھی کر سکتا ہوں''...... راجر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ میں جا رہا ہوں لیکن''...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر موجود لڑکی اسے باہر جاتے دیکھ کر تیزی سے اٹھی اور دروازہ کھول کر تیزی سے اندر غائب ہو گئی۔ ٹائیگر سمجھتا تھا کہ وہ راجر کو اپنی صفائی دینے گئی ہو گی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آفس سے باہر آ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ پارکنگ میں موجود اپنی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے ایک کنٹرول نما آلہ نکالا اور اس کا بٹن پریس کر دیا۔ آلے سے راجر کے غصے سے چیخنے اور لڑکی کی طرف سے معذرت بھری باتیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر راجر نے لڑکی کو باہر جانے کا کہہ دیا۔ چند لمحوں بعد رسیور اٹھائے جانے کی آواز سنائی دی۔ ٹائیگر نے راجر کی میز کے نیچے جو انتہائی طاقتور ڈکٹا فون لگایا تھا وہ کمرے میں ہونے والی انتہائی خفیف آواز بھی باقاعدگی سے کیچ کر رہا تھا۔

''ہیلو۔ برائٹ کلب''...... ایک بہت ہلکی سی آواز سنائی دی لیکن الفاظ باقاعدہ سنے گئے تھے اور ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا کیونکہ وہ پہلی بار یہ نام سن رہا تھا۔

''راجر بول رہا ہوں۔ آرنلڈ سے بات کراؤ''...... راجر کی واضح اور اونچی آواز سنائی دی۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں''...... وہی ہلکی سی آواز سنائی دی تو ٹائیگر سمجھ گیا کہ ہلکی آواز دوسری طرف سے بولنے والے کی ہے اور یہ اس طاقتور ڈکٹا فون کا کمال تھا کہ وہ فون پر دوسری طرف سے آنے والی آواز بھی باقاعدہ اپنے رسیور تک پہنچا رہا تھا۔

''ہیلو۔ آرنلڈ بول رہا ہوں''...... ایک دوسری آواز سنائی دی۔ گو آواز ہلکی تھی لیکن پہلی آواز سے قدرے بلند اور واضح تھی۔

''آرنلڈ۔ ڈاکٹر کی لاش میں نے گٹر میں ڈال دی تھی۔ وہ پولیس کو مل گئی ہے''...... راجر نے تیز لہجے میں کہا۔

''ہاں مجھے معلوم ہے۔ لوکل اخبارات میں اس لاش کے فوٹو بھی شائع کئے گئے ہیں''...... آرنلڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آج ایک آدمی ٹائیگر نامی میرے آفس میں زبردستی گھس آیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سپیشل پولیس کا آدمی کہہ رہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نے یہ لاش گٹر میں ڈالی ہے۔ اس کے پاس ڈاکٹر کی سرجری کے بعد والی تصویر بھی تھی۔ میں نے اسے سخت سست کہہ کر واپس بھجوا دیا ہے لیکن میں حیران ہوں کہ اس نے کیسے یہ بات کر

دی“...... راجر نے کہا۔

”ٹائیگر بتایا ہے تم نے نام“...... آرنلڈ نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ کیوں۔ کیا تم اسے جانتے ہو“...... راجر نے چونک کر پوچھا۔

”اس کے حلیئے اور قدوقامت کے بارے میں بتاؤ پہلے“۔ آرنلڈ نے کہا تو راجر نے واقعی ٹائیگر کا حلیہ اور قدوقامت کی تفصیل بتا دی۔

”اوہ۔ یہ واقعی اسی ٹائیگر کا حلیہ ہے۔ یہ سن لو کہ ٹائیگر زیر زمین دنیا کا انتہائی خطرناک آدمی ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک انتہائی خطرناک ایجنٹ علی عمران کا شاگرد بھی ہے اور اس کے لئے کام بھی کرتا ہے۔ اس کا تمہارے پاس آنے کا مطلب ہے کہ اب سیکرٹ سروس تمہارے خلاف کام کر رہی ہے۔ یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے۔ تم ایسا کرو کہ فوری طور پر پاکیشیا سے نکل جاؤ اور جب تک معاملات ختم نہ ہو جائیں تب تک غیر ملک میں چھپے رہو۔ تمہارے پاس بھاری رقم ہے۔ تم آسانی سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہو“...... آرنلڈ نے کہا۔

”لیکن اس فارمولے کا کیا ہو گا“...... راجر نے کہا۔

”فارمولا محفوظ ہے۔ فکر مت کرو۔ جیسے ہی اس کا سودا ہوا تمہارا حصہ تمہیں مل جائے گا۔ تم مجھ سے رابطہ رکھنا“...... آرنلڈ کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے“...... راجر کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی تو ٹائیگر نے ڈکٹا فون رسیور آف کر کے واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس گفتگو سے معاملات خاصی حد تک واضح ہو گئے تھے کہ ڈاکٹر کمال احسن کا قاتل راجر ہے لیکن فارمولا اس کے پاس نہیں ہے بلکہ آرنلڈ کی تحویل میں ہے اور آرنلڈ کسی برائٹ کلب میں موجود ہے۔ وہ کار میں بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے کیونکہ راجر کسی بھی وقت ملک سے فرار ہو سکتا تھا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ راجر کو پکڑ بھی لے تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا تھا کہ اسے پولیس کے حوالے کر دیا جائے اور پولیس ڈاکٹر کمال احسن کے قتل کا مقدمہ اس کے ذمے ڈال دے گی اور پھر مقدمہ چلتا رہے گا لیکن اس کے ذہن کے مطابق اصل مسئلہ فارمولے کا تھا اس لئے اسے فوری طور پر اس آرنلڈ کو تلاش کر کے اس سے فارمولا حاصل کرنا چاہئے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اس نے آج برائٹ کلب کا نام پہلی بار سنا تھا۔

چنانچہ برائٹ کلب اور آرنلڈ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنے ایک دوست سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ کار اس نے ایک پبلک فون بوتھ کے قریب روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اسے چونکہ اپنے اس دوست کا فون نمبر یاد تھا اس لئے انکوائری سے معلومات حاصل کرنے کی اسے ضرورت پیش نہ آئی اور اس نے فون باکس میں

کارڈ ڈال کر سبز بلب جلتے ہی رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سن شائن کلب"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں۔ رچرڈ سے بات کراؤ"...... ٹائیگر نے کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو۔ رچرڈ بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک دوسری مردانہ آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ برائٹ کلب کہاں ہے۔ وہ برائٹ کلب جس سے کوئی آدمی آرنلڈ وابستہ ہو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کیا ضرورت پڑ گئی ہے تمہیں"...... دوسری طرف سے ہنستے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"میں نے اس آرنلڈ سے ملنا ہے اور ایک انتہائی ضروری کام ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"فالکن کلب جانتے ہو"...... رچرڈ نے کہا۔

"ہاں۔ وہ جو ریلوے روڈ پر ہے"...... ٹائیگر نے چونک کر کہا۔

"اس کا دوسرا نام برائٹ کلب ہے جو خاص لوگوں تک محدود

ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ آرنلڈ بھی کوڈ نام ہے۔ فالکن کلب کے مالک جیمز کا کوڈ نام آرنلڈ ہے"...... رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا۔ میرے لئے یہ دونوں نئے نام تھے۔ بہرحال بے حد شکریہ"...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ کر فون باکس سے کارڈ نکال کر جیب میں ڈالا اور پھر واپس آ کر کار میں بیٹھا اور اس کا رخ اس علاقے کی طرف کر دیا جہاں فالکن کلب موجود تھا۔

’’اس ٹائیگر کا خاتمہ ضروری ہے ورنہ یہ بھوت کی طرح فارمولے کے پیچھے پڑا رہے گا۔ اگر یہ راجر تک پہنچ گیا ہے تو پھر مجھ تک بھی پہنچ سکتا ہے‘‘...... آرنلڈ نے فون کا رسیور رکھتے ہوئے کہا۔ وہ راجر کا فون سن رہا تھا اور راجر نے اسے بتایا تھا کہ ٹائیگر، ڈاکٹر کمال احسن کو ٹریس کرتے ہوئے اس تک پہنچ گیا ہے۔ آرنلڈ، ٹائیگر کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ گو ان کے درمیان کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی کیونکہ آرنلڈ کارمن نژاد تھا اور اسے کارمن سے آئے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا اور اس نے یہاں اپنے آپ کو اس انداز میں خفیہ رکھا ہوا تھا کہ کلب کا نام بھی کوڈ ورڈ میں رکھا ہوا تھا اور اپنا نام بھی اس لئے اسے یقین تھا کہ ٹائیگر اسے آسانی سے ٹریس نہ کر سکے گا۔ ابھی وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اس ٹائیگر کو کور کرنے کے لئے کس گروپ کو ہائر کرے کہ فون

کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

’’یس۔ جیمز بول رہا ہوں‘‘...... آرنلڈ نے اپنا اصل نام لیتے ہوئے کہا۔ وہ یہاں اسی نام سے متعارف تھا۔

’’سمتھ بول رہا ہوں سن شائن کلب سے‘‘...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی تو آرنلڈ ایک بار پھر چونک پڑا۔

’’کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات‘‘...... آرنلڈ نے کہا۔

’’آپ انڈر ورلڈ میں کام کرنے والے ایک آدمی ٹائیگر کے بارے میں تو جانتے ہوں گے‘‘...... سمتھ نے کہا۔

’’ہاں۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو‘‘...... آرنلڈ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

’’ٹائیگر اور باس رچرڈ کی بڑی گہری دوستی ہے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ باس رچرڈ کی تمام فون کالز کا ریکارڈ میرے پاس ہوتا ہے۔ ٹائیگر نے باس رچرڈ سے فون پر بات کی ہے اور یہ بات آپ کے بارے میں تھی‘‘...... سمتھ نے کہا۔

’’میرے بارے میں۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔ میرے بارے میں کیا بات ہوئی ہے اور کیوں‘‘...... آرنلڈ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

’’ٹائیگر نے باس رچرڈ کو فون کر کے اس سے پوچھا کہ برائٹ کلب کہاں ہے۔ وہ برائٹ کلب جس کے ساتھ آرنلڈ نامی آدمی وابستہ ہو تو باس نے اسے بتا دیا کہ فالکن کلب کا کوڈ نام برائٹ

کلب ہے اور آرنلڈ دراصل جیمز کا کوڈ نام ہے“...... سمتھ نے کہا تو آرنلڈ کا چہرہ سخت ہوتا چلا گیا۔

”رچرڈ نے میرے بارے میں اسے کیوں بتایا ہے“...... آرنلڈ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”میں نے بتایا ہے کہ باس رچرڈ اور ٹائیگر کے درمیان خاصی گہری دوستی ہے اور ویسے بھی اگر باس نہ بتاتا تو ٹائیگر کے انڈر ورلڈ میں ایسے تعلقات ہیں کہ وہ کسی دوسرے سے معلوم کر لیتا۔ میں نے آپ کو اس لئے اطلاع دی ہے کہ اگر ٹائیگر کے ساتھ آپ کا کوئی خطرناک سلسلہ ہے تو پھر آپ اپنی حفاظت کا کوئی فول پروف انتظام کر لیں اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے کر لیں ورنہ یہ شخص پورے انڈر ورلڈ میں اپنی تیز ترین کارکردگی کی وجہ سے مشہور ہے“...... سمتھ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے اطلاع کر دی۔ اب میں خود ہی اس ٹائیگر سے رابطہ کر کے اس سے معلوم کرتا ہوں کہ وہ میرے بارے میں کیوں معلومات اکٹھی کرتا پھر رہا ہے“...... آرنلڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”گروٹ بول رہا ہوں“...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”آرنلڈ بول رہا ہوں برائٹ کلب سے“...... آرنلڈ نے کہا۔

”اوہ آپ۔ حکم فرمائیں۔ کیا خدمت کر سکتا ہوں میں آپ کی“...... گروٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”انڈر ورلڈ میں ایک صاحب ہیں ٹائیگر نامی۔ کیا تم اسے جانتے ہو“...... آرنلڈ نے کہا۔

”جی ہاں۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ خاصا تیز اور فعال آدمی ہے۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں“...... گروٹ نے کہا۔

”میں اسے فوری طور پر اور یقینی طور پر ہلاک کرانا چاہتا ہوں۔ بولو۔ کیا تم یہ کام کر سکتے ہو یا پھر بتاؤ کہ کون ایسا کر سکتا ہے۔ معاوضہ منہ مانگا دوں گا لیکن کام فوری اور یقینی ہونا چاہئے“۔ آرنلڈ نے کہا۔

”جناب۔ اسے ہلاک کرنے کا مشن بہت خطرناک ہے۔ وہ آپ کے تصور سے بھی زیادہ خطرناک آدمی ہے۔ البتہ ایک آدمی ایسا ہے جو یہ کام کر سکتا ہے۔ وہ ویسے بھی ٹائیگر کے لئے بے حد انتقامی جذبات رکھتا ہے اور انتہائی خطرناک پیشہ ور قاتل ہے۔ اس کا نام کومب ہے۔ اسے وائٹ وولف بھی کہا جاتا ہے۔ آپ اس سے بات کر لیں“...... گروٹ نے کہا۔

”کیا تم اس کی ضمانت دیتے ہو کہ وہ یہ کام حتمی طور پر کر لے گا“...... آرنلڈ نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن ضمانت کے دس فیصد آپ کو دینا ہوں گے جو

یہاں کا اصول ہے''...... گروٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب کومب سے میری بات کراؤ''...... آرنلڈ نے کہا۔

''آپ اس کا نمبر نوٹ کر لیں۔ میں اسے آپ کے بارے میں بتا دیتا ہوں ورنہ وہ اجنبی سے بات نہیں کرتا۔ آپ نصف گھنٹے بعد اسے کال کر لیں اور سودا مکمل کر لیں۔ آپ کا جو سودا ہو گا اس معاوضے کا دس فیصد آپ مجھے بھجوا دیں گے اور ہاں۔ یہ بھی بتا دوں کہ کومب معاوضہ ایڈوانس لیتا ہے''...... گروٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سب ہو جائے گا لیکن کام حتمی اور فوری ہونا چاہئے''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''ایسا ہی ہوگا۔ آپ نمبر نوٹ کر لیں''...... گروٹ نے جواب دیا اور ساتھ ہی فون نمبر بتا دیا۔ آرنلڈ نے سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر فون نمبر لکھ لیا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے رسیور اٹھایا اور پیڈ پر لکھا ہوا نمبر پریس کرنا شروع کر دیا۔

''ڈبلیو۔ ڈبلیو کلب''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی تو آرنلڈ سمجھ گیا کہ وائٹ وولف کہنے کی بجائے ڈبلیو ڈبلیو کا کوڈ استعمال کیا جاتا ہے۔

''کومب سے بات کرائیں۔ میں آرنلڈ بول رہا ہوں''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''کومب بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا تو آرنلڈ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''مسٹر کومب۔ گروٹ نے آپ سے بات کی ہو گی''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''یس مسٹر آرنلڈ۔ آپ مجھ سے ٹائیگر کو فنش کرانا چاہتے ہیں''۔ کومب نے کہا۔

''ہاں۔ کیا تم تیار ہو۔ لیکن شرط یہی ہو گی کہ یہ کام فوری اور حتمی طور پر ہونا چاہئے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''کومب ایسے ہی کرتا ہے۔ ٹائیگر سے تو میں نے ویسے بھی بدلہ لینا ہے۔ اس نے ایک فائٹ کے دوران میرے بھائی کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ میرے بھائی نے ہی اچانک اس پر حملہ کیا تھا اور اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ٹائیگر نے الٹا اسے ہلاک کر دیا تھا۔ تب سے میں ہر لمحہ اس ٹائیگر کو ہلاک کرنے کا خواہش مند ہوں لیکن تم جانتے ہو کہ میں پیشہ ور قاتل ہوں اور ہم پیشہ ور قاتلوں کی نفسیات عام لوگوں سے ہٹ کر ہوتی ہے۔ ہمیں جب تک کسی کام کے لئے ہائر نہ کیا جائے اور باقاعدہ ادائیگی نہ کی جائے ہم کوئی کام نہیں کرتے اس لئے ٹائیگر بھی میرے ہاتھوں سے بچا رہا کہ کسی نے مجھے اس کے خلاف ہائر ہی نہ کیا تھا لیکن اب اگر تم مجھے اس کام کے لئے ہائر کرتے ہو تو پھر اسے فوری اور حتمی طور پر ہلاک ہونا پڑے گا''...... کومب نے مسلسل

بولتے ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر آرنلڈ کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات پھیل گئے کیونکہ اس کی یہ باتیں بتا رہی تھیں کہ وہ واقعی پیشہ ور قاتل ہے اور یہ کام بڑی آسانی سے کر دے گا۔

''اوکے۔ بولو۔ کتنا معاوضہ لو گے اور کب تک اسے ہلاک کر دو گے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''دس لاکھ ڈالر اور وہ بھی ایڈوانس۔ ٹائم صرف کل تک کیونکہ آج کی رات ٹائیگر کو ہر صورت میں ہلاک کر دیا جائے گا''۔ کومب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اپنا اکاؤنٹ نمبر اور بینک کے بارے میں بتا دو۔ ابھی چند منٹ بعد تمہارے اکاؤنٹ میں دس لاکھ ڈالر ٹرانسفر کرا دیئے جائیں گے لیکن اگر کل تک تم یہ کام مکمل نہ کر سکے تو پھر''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''کومب کوئی بات کہے اور وہ پوری نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ بے فکر رہیں اور اگر آپ کو کوئی خدشہ ہے تو پھر سن لیں کل تک کام مکمل نہ ہونے کی صورت میں بیس لاکھ ڈالر واپس کر دوں گا اور پھر مشن بھی بالکل مفت مکمل کروں گا''...... کومب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ تو پھر لکھواؤ بینک اکاؤنٹ کے بارے میں تفصیل''۔ آرنلڈ نے کہا تو دوسری طرف سے تفصیلات بتائی جانے لگیں او

آرنلڈ نے سامنے پڑے ہوئے پیڈ پر تفصیلات انتہائی تیزی سے لکھنا شروع کر دیں۔

''اوکے۔ میں ابھی اپنے بینک کو ہدایت کر دیتا ہوں''۔ آرنلڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھا اور میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک ڈائری نکالی اور اسے کھول کر اس نے بینک کا فون نمبر دیکھا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

پارکر اور مارگریٹ دونوں اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں موجود تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو پارکر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ پارکر بول رہا ہوں''...... پارکر نے کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہاں فون صرف ہاروے کا ہی آ سکتا ہے۔

''ہاروے بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ہاروے کی آواز سنائی دی۔

''یس۔کوئی خاص بات''...... پارکر نے کہا۔

''جناب۔آپ کے کہنے پر میں نے سوچا تھا کہ میں یہاں کی انڈر ورلڈ کے ایک تیز طرار آدمی ٹائیگر کو ہائر کروں گا تا کہ وہ ڈاکٹر کمال احسن کے قاتلوں اور کے اے کے قاتلوں کا پتہ چلا سکے لیکن وہ تو خود پہلے سے ہی ڈاکٹر کمال احسن کے قاتلوں کا کھوج لگاتا پھر

رہا تھا''...... ہاروے نے کہا۔

''کیوں۔ اس کا کیا تعلق ہے اس معاملے سے''...... پارکر نے چونک کر کہا۔

''جناب۔ وہ انڈر ورلڈ کا ایک خطرناک آدمی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ پاکیشیا کے انتہائی خطرناک ایجنٹ عمران کا شاگرد ہے اور انڈر ورلڈ میں اس کے لئے کام کرتا ہے اور یہ عمران پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اس لئے ٹائیگر کا اس معاملے میں حرکت میں آنے کا مطلب ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس معاملے میں حرکت میں آ چکی ہے''...... ہاروے نے کہا۔

''لیکن اس کام کا کوئی تعلق پاکیشیا سے سرکاری طور پر نہیں ہے اس لئے اگر ایسا ہے بھی تو پاکیشیا سیکرٹ سروس گریٹ لینڈ کے مطالبے پر حرکت میں آئی ہو گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور کے کہنے پر کام کر رہی ہو۔ تمہیں اس بارے میں کیسے معلوم ہوا''...... پارکر نے کہا۔

''وہ ڈاکٹر کمال احسن کی پرانی تصویر اٹھائے ہوئے تھا۔ ایک کلب کے ہال میں اس نے ایک ویٹر کو یہ تصویر دکھائی اور معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو ویٹر نے اسے بتایا کہ وہ اس تصویر میں موجود آدمی کو نہیں جانتا لیکن جب ٹائیگر نے اس کا نام لیا تو اس ویٹر نے بتایا کہ میرے آدمی بھی ایک مختلف تصویر کے ساتھ یہ نام لے رہے تھے اور ٹائیگر جو میرا دوست بھی ہے میرے پاس آ گیا۔

میں نے اسے تفصیل بتائی کہ ڈاکٹر کمال احسن کی لاش پولیس کو گٹر سے ملی ہے تو اس نے کہا کہ وہ اب ڈاکٹر کمال احسن کے قاتلوں کا پتہ وہیں سے لگائے گا''...... ہاروے نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''تم نے ہمارے بارے میں اسے کیا بتایا ہے''...... پارکر نے کہا۔

''میں نے آپ کے بارے میں کوئی بات نہیں کی کیونکہ آپ کی اجازت کے بغیر یہ کام نہیں کر سکتا لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ آپ اس ٹائیگر کو اپنے لئے بھی ہائر کر لیں۔ وہ انتہائی تیز رفتاری سے کام کرنے میں مشہور ہے اور ہو سکتا ہے کہ اب تک وہ ڈاکٹر کمال احسن کے قاتلوں کا پتہ بھی چلا چکا ہو''...... ہاروے نے کہا۔

''لیکن ہم تو غیر ملکی ہیں اور ہمارا تعلق بھی بہرحال ایک ایجنسی سے ہے۔ کیا وہ ہمارے لئے کام کرے گا''...... پارکر نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ وہ بھی فارمولے کو تلاش کر رہا ہے اور آپ فارمولے کے حصول کے لئے یہاں آئے ہیں اور بقول آپ کے آپ کی حکومت نے بھی فارمولے کی واپسی کا سرکاری طور پر حکومت پاکیشیا کو مطالبہ کر رکھا ہے۔ ایسی صورت میں آپ کو اس ٹائیگر سے کافی مدد مل سکتی ہے''...... ہاروے نے کہا۔

''کیا تمہارا اس سے رابطہ ہے''...... پارکر نے پوچھا۔

''رابطہ تو نہیں ہے لیکن اسے تلاش کیا جا سکتا ہے''...... ہاروے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم اسے ٹریس کرو اور پھر اس سے بات کرو۔ اگر وہ رضامند ہو تو پھر میری اس سے بات کراؤ''...... پارکر نے کہا۔

''اوکے۔ گڈ بائی''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ چونکہ پارکر نے رسیور اٹھاتے ہی لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا تھا اس لئے میز کی دوسری طرف کرسی پر خاموش بیٹھی ہوئی مارگریٹ ان دونوں کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سن رہی تھی۔ اس کے رسیور رکھتے ہی وہ بول پڑی۔

''یہ کیا کر رہے ہو تم۔ ٹائیگر ہماری کیا مدد کر سکتا ہے۔ وہ الٹا ہمارے خلاف کام کرنا شروع کر دے گا''...... مارگریٹ نے کہا۔

''وہ کیوں۔ ہم پاکیشیا کے خلاف تو کوئی کام نہیں کر رہے''۔ پارکر نے چونک کر کہا۔

''ہمارا تعلق ایک ایجنسی سے ہے اور ہم پاکیشیا کے خلاف کام نہیں کر رہے تو پاکیشیا میں تو کام کر رہے ہیں اور پھر ہم نے فارمولے کو نہ صرف ٹریس کرنا ہے بلکہ اسے واپس بھی لے جانا ہے اور ظاہر ہے یہاں کی سیکرٹ سروس ایسا آسانی سے نہ ہونے دی گی''...... مارگریٹ نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہاروے نے اسے ہمارے بارے میں بتا دیا ہو گا۔ ہم نے یہاں کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا اس لئے ہمارے خلاف پاکیشیا سیکرٹ سروس کیا ایکشن لے سکتی ہے۔ پھر ہم باقاعدہ قانونی کاغذات پر بطور سیاح

یہاں آئے ہیں اس لئے ہمارے خلاف وہ لوگ کوئی اقدام نہیں کر سکتے“...... پارکر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن کیا ہم ازخود یہ کام نہیں کر سکتے۔ ہم دوسروں کا سہارا کیوں لیتے ہیں“...... مارگریٹ اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

”حالات ہی ایسے ہو گئے ہیں۔ پہلے ڈاکٹر کمال احسن نہیں مل رہا تھا۔ پھر محنت کر کے اس کو ٹریس کیا تو اسے ہلاک کر دیا گیا اور اب اس کے قاتلوں کا پتہ نہیں چل رہا۔ نجانے وہ کہاں ہلاک ہوا اور کہاں سے اس کی لاش کو گٹر میں ڈالا گیا۔ اب کیا کیا جا سکتا ہے اور جب تک قاتلوں کا پتہ نہ چلے اس وقت تک فارمولے کا پتہ نہیں چل سکتا“...... پارکر نے کہا۔

”ضروری تو نہیں کہ فارمولے کی خاطر اسے ہلاک کیا گیا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور چکر میں مارا گیا ہو اور اس کے قاتلوں کو سرے سے فارمولے کے بارے میں علم ہی نہ ہو“۔ مارگریٹ نے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے لیکن بہرحال کوئی سراغ سامنے آئے گا تو بات آگے بڑھے گی“...... پارکر نے کہا اور اس بار مارگریٹ نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر رات کافی گہری ہو گئی لیکن ہاروے کا فون دوبارہ نہ آیا۔

”ہاروے کو شاید ٹائیگر نہیں ملا ہو گا۔ آؤ کسی کلب میں چلتے ہیں۔ میں تو کمرے میں بیٹھی بیٹھی اکتا گئی ہوں“...... مارگریٹ نے

کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو پارکر اور مارگریٹ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیئے اور پھر پارکر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور دوسرے ہاتھ سے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

”پارکر بول رہا ہوں“...... پارکر نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”ہاروے بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے ہاروے کی آواز سنائی دی۔

”بہت وقت لگا دیا تم نے ٹائیگر سے رابطہ کرنے میں“۔ پارکر نے کہا۔

”وہ ایسا ہی آدمی ہے جناب۔ کہیں ایک جگہ ٹکتا ہی نہیں۔ اب جا کر بڑی مشکل سے اس سے رابطہ ہوا ہے۔ میں نے اس سے آپ کے بارے میں بات کی ہے اور اسے بتایا کہ آپ نے ڈاکٹر کمال احسن کی پلاسٹک سرجری کے بارے میں معلومات انتہائی محنت سے حاصل کی ہیں ورنہ تو شاید ان کی لاش کسی صورت پہچانی ہی نہ جا سکتی تھی اور ہم سب اسے کسی صورت ٹریس ہی نہ کر سکتے۔ اس پر وہ آپ کی محنت پر بے حد خوش ہوا۔ اس نے کہا کہ وہ بھی فارمولے کو ٹریس کر رہا ہے اور اس نے معلومات بھی حاصل کر لی ہیں کہ ڈاکٹر کمال احسن کا قتل کس نے کیا ہے اور کہاں کیا ہے اور فارمولا اب کس کے پاس ہے۔ وہ کل اس آدمی پر ہاتھ ڈال دے

گا جس کے پاس فارمولا موجود ہے“...... ہاروے نے کہا۔

”کل کیوں۔ آج کیوں نہیں۔ ایسا کیوں کہا گیا ہے“...... پارکر نے چونک کر پوچھا۔

”اس آدمی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ملک سے باہر ہے اور کل کسی بھی وقت اس کی واپسی ہے“...... ہاروے نے کہا۔

”کیا یہ بات یقینی ہے کہ اس آدمی کے پاس فارمولا ہے۔ کیسے اس بارے میں معلوم ہوا ہے“...... پارکر نے پوچھا۔

”ہاں۔ میرے پوچھنے پر ٹائیگر نے مختصر طور پر مجھے جو کچھ بتایا ہے اس کے مطابق ٹائیگر نے شہر کی سیوریج اتھارٹی کے دفتر سے شہر کی بڑی سیوریج لائنوں اور اس پر موجود علاقوں کے بارے میں نقشہ حاصل کیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹائیگر نے ڈاکٹر کمال احسن کی لاش کی پوسٹ مارٹم رپورٹ پولیس سے حاصل کی اور پھر پوسٹ مارٹم ایکسپرٹ ڈاکٹر سے اس نے یہ رپورٹ دکھا کر معلومات حاصل کیں کہ پوسٹ مارٹم میں ڈاکٹر کمال احسن کی موت کا جو وقت دیا گیا ہے اس سے لاش کی دستیابی میں کتنا وقفہ ہے اور پھر اس نے یہ بھی معلوم کیا کہ گندے پانی میں لاش کتنی دیر میں کتنا سفر کر سکتی ہے۔ اس طرح وہ اس بلڈنگ میں پہنچ گیا جہاں ڈاکٹر کمال احسن کو ہلاک کر کے ان کی لاش گٹڑ میں ڈالی گئی تھی لیکن بقول اس کے اس نے اصل واقعات معلوم کرنے کے لئے اس آدمی کی میز کے نیچے ایک طاقتور ڈکٹا فون لگا دیا اور پھر باہر آ کر اس نے اس ڈکٹا

فون کے رسیور کے ذریعے اس آدمی کی فون کال چیک کی۔ اس طرح بات کھل کر سامنے آ گئی اور جس نے ڈاکٹر کمال احسن کو ہلاک کیا وہ بھی سامنے آ گیا اور جس کے پاس فارمولا تھا وہ بھی سامنے آ گیا“...... ہاروے نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یہ آدمی تو بے حد ذہین ہے۔ حیرت انگیز کارکردگی ہے اس کی۔ بہرحال اس سے ملاقات کہاں ہو گی اور کس وقت“۔ پارکر نے کہا۔

”اب سے دو گھنٹے بعد اس نے اپنے ہوٹل کے کمرے میں ملاقات کرنے کی بات کی ہے کیونکہ اس کے مطابق اس کا کمرہ ہر لحاظ سے محفوظ ہے“...... ہاروے نے کہا۔

”لیکن کیا تم ہمارے ساتھ نہیں چلو گے“...... پارکر نے کہا۔

”میں آپ کو آپ کی رہائش گاہ سے پک کر لوں گا۔ پھر ہم اکٹھے ہی اس کے ہوٹل چلیں گے“...... ہاروے نے کہا۔

”اوکے۔ ہم دونوں تمہارے منتظر رہیں گے“...... پارکر نے کہا اور پھر دوسری طرف سے گڈ بائی کی آواز سن کر اس نے بھی گڈ بائی کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”کمال ہے۔ یہ آدمی ٹائیگر تو انتہائی ذہین آدمی ہے“۔ مارگریٹ نے کہا۔

”ہاں۔ اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ یہ آدمی فارمولا نکال لائے گا“...... پارکر نے کہا تو مارگریٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر

تقریباً دو گھنٹوں بعد وہ دونوں ہاروے کی کار میں موجود تھے اور کار ایک سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ رات ہونے کے باوجود سڑک پر کاروں کا اس قدر رش تھا کہ جیسے تمام لوگ گھروں سے باہر نکل آئے ہوں۔

''پاکیشیا کو ہمارے ملک میں پسماندہ ملک کہا اور سمجھا جاتا ہے لیکن یہاں آ کر تو الٹا ہمیں اپنا ملک پسماندہ لگتا ہے''۔ مارگریٹ نے کہا تو ہاروے اور پارکر دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

''یہ ٹائیگر ہوٹل میں کیوں رہتا ہے۔ کیا اس کو باقاعدہ گھر میں رہنا پسند نہیں ہے یا کوئی اور وجہ ہے''...... پارکر نے کہا تو ہاروے بے اختیار ہنس پڑا۔

''وہ اکیلا آدمی ہے اور اس نے شادی وغیرہ تو کی نہیں اور ہوٹل میں چونکہ وہ مستقل رہائش پذیر ہے اس لئے وہ لوگ اس کا خصوصی خیال بھی رکھتے ہیں''...... ہاروے نے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ یہ اس کا مخصوص لائف سٹائل ہے''۔ پارکر نے کہا تو ہاروے نے ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑا آگے جانے کے بعد ہاروے نے جو کار ڈرائیو کر رہا تھا، ایک سائیڈ روڈ پر کار موڑی اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک چار منزلہ عمارت کے کمپاؤنڈ میں کار موڑ دی۔ یہ ہوٹل الاسکا تھا جہاں ٹائیگر اس کی تیسری منزل پر رہائش پذیر تھا۔ ہاروے نے انہیں بتایا کہ اس ہوٹل کی پہلی دو منزلیں تو عام مسافروں کے لئے ہیں جبکہ تیسری اور

چوتھی منزل پر مستقل بنیاد پر لوگ رہائش پذیر ہیں جن میں بڑے بڑے سرکاری افسر، تاجر اور صنعت کار بھی شامل ہیں۔ ہوٹل کا ماحول بے حد پرسکون تھا کیونکہ ہوٹل مین روڈ سے تھوڑا سا ہٹ کر سائیڈ روڈ پر تھا۔ ہاروے نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر وہ تینوں نیچے اتر آئے۔ ہاروے نے پارکنگ بوائے سے کارڈ لے کر جیب میں ڈالا اور پھر وہ تیزی سے پارکنگ سے نکل کر ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

مین ہال میں خاصے افراد موجود تھے جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ ہاروے انہیں لے کر ایک سائیڈ پر موجود لفٹ کی طرف بڑھ گیا اور چند لمحوں بعد وہ تیسری منزل پر اترے تو ایک لمبے قد اور ورزشی جسم کا آدمی لفٹ میں داخل ہو گیا۔ ہاروے اسے دیکھ کر چونک پڑا لیکن لفٹ تیزی سے اوپر کو اٹھتی چلی گئی۔ ہاروے نے کاندھے جھٹکے اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر وہ ایک بند دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کال بیل کا بٹن پریس کیا لیکن جب چند لمحوں تک کوئی جواب نہ ملا تو وہ دروازے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ وہ اندر سے لاکڈ نہ تھا۔

''اوہ۔ ویری بیڈ''...... ہاروے نے بے اختیار ہو کر کہا اور تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے پارکر اور مارگریٹ بھی اندر داخل ہوئے اور وہ دونوں بھی اندر کا خوفناک منظر دیکھ کر بے اختیار

اچھل پڑے۔ سامنے فرش پر ایک آدمی شدید زخمی حالت میں بے حس وحرکت پڑا تھا۔

''اوہ۔ تو یہ کومب تھا جس نے اس پر حملہ کیا ہے''...... ہاروے نے اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ اس آدمی پر جھک گیا۔

''یہ زندہ تو ہے لیکن اس کی حالت بے حد مخدوش ہے۔ اس کا سانس رکنے ہی والا ہے''...... ہاروے نے کہا۔

''یہی ٹائیگر ہے''...... پارکر نے کہا۔

''ہاں۔ اس پر ایک مشہور پیشہ ور قاتل نے حملہ کیا ہے''۔ ہاروے نے جواب دیا۔

''میں اسے سنبھالتی ہوں۔ میں نے اس کام میں اعلیٰ سطح تک ٹریننگ لی ہوئی ہے۔ تم ہوٹل والوں کو کال کر کے فوراً ایمبولینس منگواؤ''...... مارگریٹ نے کہا اور پھر اس بے ہوش پڑے ہوئے زخمی آدمی کے ساتھ فرش پر اکڑوں بیٹھ کر اس نے اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھا تو اس کے چہرے پر شدید تشویش کے تاثرات پھیلتے چلے گئے کیونکہ ٹائیگر کی حالت انتہائی حد تک خطرناک تھی۔ کسی بھی لمحے اس کا سانس رک سکتا تھا۔ اس کے جسم پر چار گولیوں کے نشانات تھے جن میں سے دو سینے پر اور دو پیٹ پر لگی تھیں۔ مارگریٹ نے ایک ہاتھ کو مٹھی کی صورت میں ٹائیگر کے نیم وا منہ پر رکھا اور اپنی مٹھی پر اپنا منہ رکھ کر اس نے زور زور سے سانس اندر پھونکنا شروع کر

دی۔ اس کا دوسرا ہاتھ مستقل طور پر ٹائیگر کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔ زور زور سے سانس پھونکنے کے بعد اس نے سر اٹھایا اور ایک لمبا سانس اپنے پھیپھڑوں میں بھر کر اس نے ایک بار پھر اپنی مٹھی پر منہ رکھ کر سانس پھونکنا شروع کر دیا۔ وہ مسلسل اور تیزی سے اس کارروائی میں اس طرح مصروف تھی کہ اسے اردگرد کے ماحول کا بھی کوئی علم نہ رہا تھا جبکہ ہاروے نے تیزی سے فون کا رسیور اٹھا کر زیرو پریس کر کے ہوٹل سروس سے رابطہ کر کے اسے ٹائیگر کے بارے میں بتایا تو اسے بتایا گیا کہ ہوٹل کی اپنی ایمرجنسی ایمبولینس اور ڈاکٹر موجود ہیں جو پہنچ رہے ہیں تو ہاروے نے رسیور رکھ دیا۔ پارکر ہونٹ بھینچے خاموش کھڑا تھا لیکن اس کے چہرے پر نظر آ رہا تھا کہ اسے ٹائیگر کے زندہ بچ جانے کی کوئی امید نہیں ہے لیکن مارگریٹ مسلسل اپنے کام میں لگی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اسی لمحے مارگریٹ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

''کیا ہوا''...... ہاروے نے چونک کر پوچھا۔

''یہ فوری خطرے سے باہر آ گیا ہے''...... مارگریٹ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے دو آدمی ہاتھوں میں ایمرجنسی آکسیجن باکس اور میڈیکل باکس اٹھائے دوڑتے ہوئے اندر داخل ہوئے جبکہ ان کے پیچھے دو اور آدمی اسٹریچر کو دھکیلتے ہوئے اندر آ گئے۔

''اوہ۔ اسے کس نے ایمرجنسی میڈیکل ایڈ دی ہے''...... ایک ڈاکٹر نے ٹائیگر کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

''میں نے اس کے پھیپھڑوں میں اپنا سانس پھونکا ہے ورنہ یہ آپ لوگوں کے آنے سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہوتا''...... مارگریٹ نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

''آپ نے واقعی کارنامہ سرانجام دیا ہے میڈم''...... ڈاکٹر نے کہا۔ اس دوران اس نے ٹائیگر کے منہ پر آکسیجن بیگ چڑھا کر ایمرجنسی آکسیجن آن کر دی تھی جبکہ دوسرے ڈاکٹر نے میڈیکل بیگ سے تیار شدہ انجکشن نکال کر یکے بعد دیگرے دو انجکشن ٹائیگر کے بازو پر لگا دیئے۔

''اسے فوری ہسپتال پہنچانا ہوگا۔ اب بھی اس کی حالت شدید خطرے میں ہے''...... ڈاکٹر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر ان چاروں نے مل کر احتیاط سے ٹائیگر کو اٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا اور اسٹریچر کو تیزی سے موڑ کر وہ واپس دروازے سے باہر نکل گئے۔

''کس ہسپتال میں لے جائیں گے آپ اسے''...... ان ڈاکٹروں کے مڑتے ہی ہاروے نے پوچھا۔

''سول ہسپتال''...... ایک ڈاکٹر نے جواب دیا اور پھر وہ بھی باہر چلے گئے۔

''میں نے محنت تو کی ہے۔ خدا کرے یہ بچ جائے''۔ مارگریٹ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ میں عمران کو اطلاع دے دوں لیکن اس کا نمبر انکوائری سے معلوم کرنا ہوگا''...... ہاروے نے کہا اور رسیور اٹھا کر نچلے حصے میں موجود بٹن پریس کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔ انکوائری سے اسے عمران کے فلیٹ کا نمبر مل گیا تو اس نے وہ نمبر پریس کر دیا۔ فون کسی سلیمان نے رسیو کیا۔ اس نے بتایا کہ عمران موجود نہیں ہے تو ہاروے نے سلیمان سے کہہ دیا کہ وہ عمران کو پیغام دے دے اور پھر اس نے ٹائیگر کے بارے میں بتا کر رسیور رکھ دیا۔

''یہ آدمی اگر بچ بھی گیا تو طویل عرصے تک کام کرنے کے قابل نہیں رہے گا اس لئے اب ہمیں خود ہی کچھ کرنا ہوگا''۔ پارکر نے باہر کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے سوٹ پہنے ہوئے ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پولیس افسران تھے۔

''میں ہوٹل کا مینجر اور مالک ہوں''...... آنے والے نے کہا اور پھر ہاروے نے اسے اپنے بارے میں اور پارکر کے بارے میں بتا دیا۔ پولیس والوں نے بھی سرسری سی معلومات لیں اور پھر انہیں جانے کی اجازت دے دی گئی۔

عمران نے کار سپیشل ہسپتال کی پارکنگ میں روکی اور پھر کار سے اتر کر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا ہسپتال کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت رات کا پچھلا پہر تھا۔ وہ رات کو بہت دیر بعد آوارہ گردی کرتے ہوئے واپس فلیٹ پر پہنچا تو سلیمان اس کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔ اس نے کسی ہاروے کی کال کے بارے میں بتایا اور پھر سلیمان نے اسے یہ بھی بتایا کہ اس نے فوری طور پر طاہر کو فون کیا اور اسے اطلاع دی جس پر طاہر نے ڈاکٹر صدیقی کو حکم دے کر ٹائیگر کو سول ہسپتال سے سپیشل ہسپتال بھجوا دیا ہے جس پر عمران نے ہسپتال فون کیا تو اسے بتایا گیا کہ ٹائیگر ابھی آپریشن تھیٹر میں ہے اور ڈاکٹر اس کا آپریشن کرنے میں مصروف ہیں۔ البتہ اس کی حالت ابھی مخدوش ہے۔ یہ سن کر عمران کار لے کر فوراً ہسپتال پہنچ گیا۔ رات کی شفٹ کا انچارج ڈاکٹر صدانی ابھی آپریشن

تھیٹر میں تھا اس لئے عمران اس کے آفس میں جانے کی بجائے آپریشن تھیٹر کی طرف بڑھ گیا اور پھر آپریشن تھیٹر کے باہر ہی بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تو ڈاکٹر صدانی کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صدیقی کو باہر آتے دیکھ کر عمران چونک پڑا۔

''کیا ہوا''...... عمران نے انتہائی بے چین سے لہجے میں پوچھا۔

''اللہ کا فضل و کرم ہو گیا ہے۔ آپریشن کامیاب ہو گیا ہے اور ٹائیگر کی حالت اب خطرے سے باہر ہے''...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو عمران نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''آپ کی ڈیوٹی تو نہیں ہوتی اس وقت۔ ڈاکٹر صدانی صاحب کی ہوتی ہے۔ پھر آپ کیسے''...... عمران نے کہا۔

''ٹائیگر کی حالت بے حد مخدوش تھی اس لئے میں نے ڈاکٹر صدیقی صاحب کو کال کر لیا تھا کیونکہ یہ ایسے آپریشن میں ماہر سمجھے جاتے ہیں''...... ڈاکٹر صدانی نے کہا۔

''اصل کام تو اس نے کیا ہے جس نے ٹائیگر کے پھیپھڑوں میں اپنا سانس پھونکا ہے ورنہ ٹائیگر کسی صورت ہسپتال تک نہ پہنچ سکتا''...... ڈاکٹر صدیقی نے

''کس نے یہ کام کیا ہے۔ یہ تو انتہائی مہارت طلب کام ہے''...... عمران نے چونک کر کہا۔ وہ سب اب آفس کی طرف جا

رہے تھے۔

"ٹائیگر کو ہوٹل کی ایمبولینس میں سول ہسپتال پہنچایا گیا اور پھر چیف کا فون مجھے آیا تو میں فوری ایمبولینس لے کر سول ہسپتال پہنچا۔ وہاں کے ڈاکٹر اسے بچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایمبولینس ڈاکٹر نے انہیں بتایا کہ گریٹ لینڈ نژاد لڑکی نے اس کے پھیپھڑوں میں اپنا سانس پھونک کر اسے بچانے کی کوشش کی ہے اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب رہی ہے۔ جب ڈاکٹر صدیقی نے ٹائیگر کی حالت دیکھ کر اس کے زندہ رہنے پر طبی طور پر حیرت کا اظہار کیا تو میں نے انہیں بتایا کہ ایسا ہوا ہے"۔ ڈاکٹر صمدانی نے کہا۔

"کیا ٹائیگر ہوش میں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ ابھی چار گھنٹوں تک اسے بے ہوش رکھا جائے گا"...... ڈاکٹر صمدانی نے کہا۔

"کتنی گولیاں ماری گئی ہیں اور کتنے فاصلے سے"...... دفتر میں جا کر بیٹھتے ہی عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ چار گولیاں ماری گئی ہیں۔ دو سینے میں اور دو پیٹ میں اور انتہائی قریب سے سینے پر پڑنے والی ایک گولی نے پھیپھڑوں کو زخمی کر دیا ہے۔ دوسری تقریباً دل کے قریب پہنچ گئی اس لئے اگر وہ عورت جو یقیناً اس حالت میں مصنوعی سانس دینے کی ماہر ہو گی بروقت ٹائیگر کو مصنوعی سانس نہ دیتی تو ٹائیگر کا زندہ

بچنا ناممکن تھا لیکن اس نے ماہرانہ انداز میں ٹائیگر کے اندر مصنوعی سانس پھونکا اور زخمی پھیپھڑا حرکت میں آ گیا اور ٹائیگر مرنے سے بچ گیا۔ ٹائیگر کو اس بار اپنے بچ جانے پر اللہ تعالیٰ کے بعد اس عورت کا ممنون ہونا چاہئے"...... ڈاکٹر صمدانی نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ نے معلوم کیا تھا کہ اس پر حملہ کہاں ہوا تھا اور کہاں سے اسے لایا گیا تھا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ ہمیں چونکہ مریض کے کوائف رجسٹر میں درج کرنے ہوتے ہیں اس لئے ہمیں بتایا گیا کہ ہوٹل الاسکا کی ایمبولینس میں مریض کو لایا گیا ہے اور اس پر حملہ ہوٹل الاسکا میں ہی ہوا ہے"۔ ڈاکٹر صمدانی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ آپ دونوں ڈاکٹرز کا شکریہ۔ خاص طور پر ڈاکٹر صدیقی صاحب کا۔ اب مجھے اجازت۔ میں پھر آؤں گا تاکہ ٹائیگر سے بات چیت کی جا سکے"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اس میں شکریہ کی کیا بات ہے عمران صاحب۔ یہ سب کچھ تو ہمارے فرائض میں شامل ہے"...... دونوں ڈاکٹروں نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر عمران ان سے مصافحہ کر کے کار لے کر ہسپتال سے نکلا اور سیدھا ہوٹل الاسکا پہنچ گیا جہاں ٹائیگر رہتا تھا۔ نائب منیجر ابھی تک ڈیوٹی پر تھا۔ اس نے اٹھ کر استقبال کیا کیونکہ ٹائیگر کی وجہ سے وہ عمران کو بھی اچھی طرح جانتا تھا۔

"عمران صاحب۔ آپ کو ٹائیگر کے بارے میں اطلاع مل چکی ہو گی"...... نائٹ مینجر نے مصافحہ کرنے کے بعد کہا۔

"ہاں۔ میں ابھی ہسپتال سے ہی آ رہا ہوں۔ یہ سب کیسے ہوا"...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"روم سروس کی طرف سے فون آیا کہ ٹائیگر کو کسی نے اس کے کمرے میں گولی مار دی ہے فوری طور پر ایمبولینس اور ڈاکٹر بھجوائیں۔ چنانچہ میں نے انہیں فوری بھجوایا اور خود میں نے انچارج کے طور پر پولیس کو کال کیا۔ فوری طور پر دو آفیسرز یہاں پہنچ گئے۔ میں ان کے ساتھ ٹائیگر کے کمرے میں گیا تو طبی عملہ ٹائیگر کو ایمبولینس میں لے جانے کے لئے لے جا رہے تھے۔ ہم جب اس کے کمرے میں پہنچے تو وہاں ایک مقامی اور دو گریٹ لینڈ نژاد افراد موجود تھے۔ ایک مرد اور ایک عورت۔ لیکن مقامی آدمی کو میں جانتا ہوں۔ اس کا نام ہاروے ہے۔ اس ہاروے نے بتایا کہ وہ اپنے دو ساتھیوں سمیت یہاں پہنچا کیونکہ ٹائیگر نے انہیں ملاقات کا وقت دیا ہوا تھا لیکن یہاں ٹائیگر شدید زخمی حالت میں موجود تھا۔ پولیس نے ان کے بیانات لئے۔ اس مرد کا نام پارکر تھا جبکہ عورت کا نام مارگریٹ۔ دونوں کہکشاں کالونی میں رہ رہے تھے اور دونوں سیاح تھے۔ وہ بیانات دینے کے بعد چلے گئے۔ اب ٹائیگر کی کیا پوزیشن ہے۔ میں نے سول ہسپتال فون کیا تھا لیکن انہوں نے بتایا کہ اس کی حالت انتہائی مخدوش تھی اس لئے اسے کسی بڑے ہسپتال

منتقل کر دیا گیا ہے جس کے بارے میں ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر جانتا ہی نہ تھا کیونکہ اس کی ڈیوٹی ابھی شروع ہوئی تھی"...... نائٹ مینجر نے کہا۔

"آپ نے مقامی آدمی کا نام ہاروے بتایا ہے۔ کون ہے یہ ہاروے۔ کیا آپ اسے جانتے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"ہاروے ایرو روڈ پر واقع ڈائمنڈ کلب کا مالک ہے اور وہ ہر قسم کے معاملات میں شامل رہتا ہے"...... نائٹ مینجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر اب خطرے سے باہر ہے۔ آپ کا شکریہ"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ نائٹ مینجر سے مصافحہ کر کے وہاں سے نکلا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے ڈائمنڈ کلب کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ گو اب صبح ہونے والی تھی اور اس وقت کلب میں لوگ نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں لیکن بہرحال عملہ موجود رہتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہاروے بھی موجود ہو کیونکہ ہوٹل کے مالک یا جنرل مینجر دن چڑھے ہی واپس جاتے ہیں اور رات کا حساب کتاب تیار کرتے رہتے ہیں۔ ابھی وہ کلب نہ پہنچا تھا کہ ں نے صبح کی اذان سنی تو اس نے راستے میں آنے والی ایک ڑی مسجد کی طرف کار موڑ دی۔ کار روک کر وہ نیچے اترا اور کار اک کر کے وہ مسجد میں داخل ہو گیا۔ وہاں وضو کر کے اس نے جماعت نماز ادا کی اور پھر باہر آ کر جوتے پہن کر وہ ایک بار پھر کار

لے کر ڈائمنڈ کلب کی طرف بڑھ گیا۔ ڈائمنڈ کلب پہنچ کر اس نے
کار پارکنگ میں روکی تو وہاں اکا دکا کاریں موجود تھیں۔
''ہاروے کی کار یہاں موجود ہے یا وہ چلا گیا ہے''...... عمران
نے پارکنگ بوائے سے پوچھا۔
''جی ہاں۔ یہ سرخ رنگ کی کار ان کی ہے۔ بس جانے ہی
والے ہوں گے۔ ٹائم تو ہو گیا ہے ان کے جانے کا''...... پارکنگ
بوائے نے جواب دیا تو عمران سر ہلاتا ہوا کلب کے مین گیٹ کی
طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مینجر کے آفس کے سامنے پہنچ
گیا۔ وہاں اس وقت کوئی گارڈ موجود نہ تھا۔ عمران نے دروازے کو
دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا تو آفس خالی تھا۔ البتہ سائیڈ پر موجود
دروازے سے جس پر واش روم لکھا ہوا تھا، روشنی نکل رہی تھی۔
عمران سمجھ گیا کہ ہاروے واش روم میں گیا ہے۔ چند لمحوں بعد واش
روم کا دروازہ کھلا اور ہاروے باہر آ گیا۔ عمران اسے دیکھ کر پہچان
گیا کہ وہ اس سے پہلے بھی کہیں مل چکا ہے۔
''عمران صاحب آپ اور اس وقت۔ ٹائیگر کا کیا حال ہے۔
میں نے سول ہسپتال فون کیا تھا لیکن وہ وہاں نہیں تھا اور نہ ہی وہ
بتا رہے تھے کہ وہ کہاں گیا ہے''...... ہاروے نے چونک کر پہلے
عمران کی طرف دیکھا اور پھر تیز تیز لہجے میں اس نے بات شروع
کر دی۔
''اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو گیا ہے''...... عمران نے کہا اور کرسی

پر بیٹھ گیا۔
''اوہ۔ شکر ہے۔ آپ کا اس وقت کیسے آنا ہوا''...... ہاروے
نے کہا اور اپنے لئے مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔
''مجھے اندازہ ہے کہ تم ساری رات کے جاگے ہوئے ہو اور تم
نے جا کر سونا ہے لیکن میں نے تم سے جو کچھ پوچھنا ہے وہ بھی
انتہائی ضروری ہے۔ پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم جن گریٹ لینڈ نژاد
جوڑے کو ساتھ لے کر ٹائیگر کے کمرے میں گئے تھے وہ کون تھے
اور یہ ساری کارروائی کیوں ہو رہی ہے''...... عمران نے کہا۔
''اس جوڑے میں مرد کا نام پارکر ہے اور عورت کا نام
مارگریٹ۔ یہ دونوں میاں بیوی ہیں اور ان دونوں کا تعلق گریٹ
لینڈ سے ہے۔ وہاں کی سرکاری ایجنسی گریڈ کے یہ دونوں رکن ہیں
اور گریڈ ون کہلاتے ہیں''...... ہاروے نے بولنا شروع کیا اور پھر
اس نے ڈاکٹر کمال احسن کے بارے میں ہونے والی تمام کارروائی
بتانے کے بعد اس کی لاش ملنے اور ٹائیگر کا اس تک پہنچنے تک کی
ساری تفصیل بتا دی۔
''پھر''...... عمران نے کہا۔
''ٹائیگر میرا دوست ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ بے حد ذہین
اور تیز رفتاری سے کام کرنے والا آدمی ہے۔ خاص طور پر ٹریسنگ
میں تو اس کی بے حد شہرت ہے۔ چنانچہ میں نے انہیں مشورہ دیا
کہ وہ ٹائیگر کو ہائر کر لیں کیونکہ ڈاکٹر کمال احسن تو ہلاک کر دیا گیا

ہے۔ اب فارمولا بغیر کسی سخت انکوائری کے نہ مل سکے گا اور انہیں بھی صرف فارمولے سے مطلب تھا ڈاکٹر کمال احسن سے نہیں۔ چنانچہ وہ مان گئے۔ اس کے بعد میں نے ٹائیگر کو ٹریس کیا تو وہ رات کو مل سکا اور پھر کافی رات گئے اس نے ملاقات کا وقت دے دیا اور وہ بھی اپنے ہوٹل کے رہائشی کمرے میں تاکہ وہاں اطمینان سے بیٹھ کر بات چیت ہو سکے۔ چنانچہ میں ان دونوں کو اپنی کار میں وہاں لے گیا''...... ہاروے نے ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتا دیا کہ مارگریٹ نے کس طرح ٹائیگر کے اندر اپنا سانس پھونکا جس کی تعریف ایمبولینس ڈاکٹر نے بھی کی ورنہ ٹائیگر کے بچنے کا ایک فیصد بھی امکان نہ تھا۔

''کیا مارگریٹ نے اس کام کی تربیت لی ہوئی ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ اس نے کہا تھا کہ اس نے اعلیٰ سطح پر اس کی تربیت لی ہوئی ہے اور واقعی اس نے بڑی دیر تک ٹائیگر کے پھیپھڑوں میں سانس پھونکا اور پھر جب ڈاکٹر پہنچے تو ٹائیگر جس کے بارے میں خدشہ تھا کہ شاید وہ دوسرا سانس بھی نہ لے سکے گا اس کا سانس کافی حد تک بحال ہو گیا تھا''...... ہاروے نے جواب دیا۔

''لیکن ٹائیگر پر حملہ کس نے کیا تھا اور وہ بھی اس انداز میں کہ ٹائیگر کوئی مداخلت ہی نہ کر سکا۔ مجھے تو یہ کسی پیشہ ور قاتل کا کام لگتا ہے لیکن پیشہ ور قاتل بغیر کسی پارٹی کے ہائر ہوئے از خود ایسا

کام نہیں کرتے''...... عمران نے کہا۔

''آپ کا اندازہ درست ہے اور میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ میں نے کومب کو وہاں دیکھا تھا۔ جب ہم تیسری منزل پر لفٹ سے باہر آئے تو وہ تیسری منزل سے نکلا اور لفٹ میں سوار ہو گیا تھا۔ وہ انتہائی خطرناک اور تیز ترین پیشہ ور قاتل ہے اور اسے وائٹ وولف بھی کہتے ہیں لیکن میں نے اسے صرف لفٹ میں سوار ہوتے دیکھا ہے۔ حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ پھر بھی میں نے آپ کو بتا دیا ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ میرا نام سامنے نہیں آنے دیں گے''...... ہاروے نے کہا۔

''تم بے فکر رہو اور اس کومب کے بارے میں تفصیل بتاؤ''۔ عمران نے کہا۔

''ہائی روڈ پر ایک چھوٹا سا کلب ہے جس کا نام بلیو کلب ہے۔ اس کے جنرل مینجر کا نام رابرٹ ہے لیکن اس کلب کا کوڈ نام ڈبلیو ڈبلیو ہے اور اس کا اصل مالک کومب ہے جو وائٹ وولف کہلاتا ہے لیکن وہ کسی اجنبی سے بات نہیں کرتا مگر اس رابرٹ کے ذریعے بات ہو سکتی ہے''...... ہاروے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس وقت کومب کہاں ہو گا''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''وہ اپنے کلب کی دوسری منزل پر کسی کمرے میں رہتا ہے اور سنا ہے کہ وہ اپنا کمرہ روزانہ بدل لیتا ہے''...... ہاروے نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن اب میرے جانے کے بعد وہاں فون نہ کر دینا ورنہ مجھے تمہارے بارے میں دوسرے انداز میں سوچنا پڑے گا''...... عمران نے کہا۔

''اوہ نہیں عمران صاحب۔ میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں''۔ ہاروے نے کہا۔

''اوکے''...... عمران نے کہا اور تیزی سے مڑ کر آفس سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے ہائی روڈ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں کومب کا کلب تھا۔ چونکہ سڑکوں پر اس وقت ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا اس لئے عمران کی کار کی رفتار آخری حدوں کو چھو رہی تھی اور پھر جلد ہی عمران نے کار ایک چوک سے دائیں طرف جانے والی ہائی روڈ پر موڑ دی اور اس کے ساتھ ہی اس نے رفتار بھی آہستہ کر دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلیو کلب کو تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی دو منزلہ عمارت تھی جس کا کمپاؤنڈ گیٹ بند تھا۔ عمران نے کار باہر ہی ایک سائیڈ پر روک دی اور نیچے اتر کر وہ پھاٹک کی طرف بڑھ گیا لیکن پھاٹک کو اندر سے بند کر کے تالا لگا دیا گیا تھا اور وہاں کوئی آدمی بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور جب ایسا کوئی آدمی اسے نظر نہ آیا جسے کہہ کر وہ پھاٹک کھلواتا تو وہ تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے وہ کسی بندر کی طرح پھاٹک پر چڑھ کر اندر کود گیا۔ اس کے کودنے پر ہلکا سا دھماکہ ہوا تو عمران نے

سامنے برآمدے میں موجود ایک دروازہ کھلتے دیکھا تو وہ اس طرف کو بڑھ گیا۔ اسی لمحے ایک مسلح گارڈ باہر آیا اور پھر وہ سامنے عمران کو اپنی طرف آتے دیکھ کر حیرت سے بت بن گیا۔ اسے شاید سمجھ نہ آ رہی تھی کہ بند پھاٹک کے باوجود عمران اندر کیسے آ گیا لیکن پھر جیسے اسے ہوش سا آ گیا اور اس نے تیزی سے کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن اتاری اور ہاتھ میں لے لی۔

''رک جائیں۔ کون ہیں آپ''...... گارڈ نے مشین گن کو سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

''سپیشل پولیس''...... عمران نے جیب سے ایک بیج سا نکال کر اس کے سامنے لہرایا تو گارڈ کے چہرے پر یکلخت خوف کے تاثرات ابھر آئے۔ اس کا مشین گن والا ہاتھ یکلخت ڈھیلا پڑ گیا۔

''کلب تو بند ہے جناب۔ شام کو کھلے گا''...... گارڈ نے کہا۔

''میں نے کومب سے ملنا ہے۔ وہ دوسری منزل پر موجود ہو گا''...... عمران نے برآمدے میں چڑھتے ہوئے کہا۔

''کون کومب جناب۔ یہاں تو مینجر رابرٹ صاحب ہیں''۔ گارڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کب سے یہاں ملازمت کر رہے ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''جی چھ ماہ سے''...... گارڈ نے جواب دیا۔

''اس لئے تمہیں معلوم نہیں ہے۔ بہرحال چلو مل کر تلاش کرتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''سوری جناب۔ آپ واپس جائیں۔ شام کو جب کلب کھلے گا پھر آئیں۔ اس وقت میری ڈیوٹی ہے کہ میں کسی کو اندر نہ آنے دوں''...... گارڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا اچھل کر عقبی دیوار سے ٹکرایا اور نیچے گرا۔ نیچے گر کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اٹھنے میں کامیاب ہوتا، عمران کی لات حرکت میں آئی اور اٹھتے ہوئے گارڈ کی کنپٹی پر بھرپور ضرب لگی اور وہ چیختا ہوا واپس نیچے گرا اور پھر ساکت ہو گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

''میں تو تمہیں اس حالت تک پہنچانا نہیں چاہتا تھا لیکن تم نے خود ہی اپنے ساتھ یہ سب کچھ کرایا ہے''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے جھک کر اس کا بازو پکڑا اور گھسیٹتا ہوا دروازہ کھول کر اندر کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ گارڈ کا کمرہ تھا۔ البتہ اس کا ایک دروازہ عقبی طرف تھا جہاں سے آگے کلب کا دروازہ تھا۔ یہ مین گیٹ نہ تھا کیونکہ مین گیٹ وہاں سے کافی ہٹ کر تھا۔ عمران بے ہوش گارڈ کو وہیں چھوڑ کر عقبی دروازہ سے کلب کے چھوٹے گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو ایک طرف سے ایک اور گارڈ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

''آپ اندر کیسے آ گئے ہیں۔ وقار نے آپ کو نہیں روکا۔ کلب تو بند ہے''...... آنے والے گارڈ نے کہا۔

''سپیشل پولیس کو کون روک سکتا ہے''...... عمران نے جیب سے

بیج نکال کر اس کے سامنے لہراتے ہوئے کہا تو گارڈ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گیا۔

''جناب۔ کلب تو بند ہے''...... گارڈ نے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''میرے ساتھ آؤ۔ میں نے کومب سے ملنا ہے جو دوسری منزل پر رہتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کومب۔ وہ کون ہے جناب۔ یہاں تو کوئی کومب نہیں رہتا۔ دوسری منزل پر تو مینجر رابرٹ کا آفس ہے''...... گارڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

''تم کبھی دوسری منزل پر گئے ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''جی ہاں جناب۔ کئی بار گیا ہوں''...... گارڈ نے کہا۔

''تو پھر آؤ۔ کوئی نہ ہوا تو ہم واپس آ جائیں گے''...... عمران نے کہا۔

''سوری جناب۔ میری ڈیوٹی یہاں ہال میں ہے۔ ویسے بھی دوسری منزل پر بغیر مینجر صاحب کی اجازت کے کوئی نہیں جا سکتا''...... گارڈ نے کہا۔

''میں تو نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی گڑبڑ ہو لیکن تم خود ہی چاہتے ہو تو مجبوری ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی۔ کون سی گڑبڑ''...... گارڈ نے شاید کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا لیکن ابھی اس کا فقرہ مکمل نہ ہوا تھا کہ عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی

سے گھوما اور گارڈ چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا ہی تھا کہ عمران کی لات حرکت میں آئی اور نیچے گر کر اچھل کر اٹھنے کی کوشش کرنے والا گارڈ کنپٹی پر ضرب کھا کر ایک بار پھر چیختا ہوا نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر دوسری منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا کیونکہ یہاں کوئی لفٹ سرے سے موجود ہی نہ تھی۔ ابھی وہ سیڑھیوں پر ہی تھا کہ اوپر سے اسے ایک آواز سنائی دی۔

''اکرم۔ تم اوپر کیوں آ رہے ہو''...... بولنے والا زور سے کہہ رہا تھا اور عمران سمجھ گیا کہ اوپر موجود ایک اور گارڈ اسے نیچے ہال والا گارڈ سمجھ رہا ہے۔

''ایک ضروری بات کرنی ہے تم سے''...... عمران نے ہال والے گارڈ کی آواز اور لہجے میں جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ آ جاؤ''...... دوسری طرف سے اس بار مطمئن سے انداز میں کہا گیا تو عمران مسکراتا ہوا اوپر چڑھتا چلا گیا۔ سیڑھیاں بل کھاتی ہوئی اوپر جا رہی تھیں۔ اس لئے وقت زیادہ لگتا تھا۔ ایسا شاید اس لئے کیا گیا تھا کہ سیڑھیاں کم سے کم جگہ گھیریں۔ عمران جس قدر غیر متعلقہ افراد کے خلاف کارروائی کرنے سے کتراتا تھا اتنے ہی غیر متعلقہ افراد سامنے آتے جا رہے تھے۔ گیٹ کے قریب موجود گارڈ کے ساتھ ساتھ ہال میں موجود گارڈ اور اب یہ دوسری منزل پر موجود گارڈ سامنے آ گیا تھا لیکن ظاہر

ہے عمران نے بہرحال اپنا کام کرنا تھا اس لئے وہ سیڑھیاں پھلانگتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر جیسے ہی وہ گھوم کر دوسری منزل کی گیلری کے سامنے آیا اس نے ایک خاصے کیم شحیم گارڈ کو وہاں کنارے پر کھڑا دیکھا۔

''تم۔ تم کون ہو۔ اکرم کہاں ہے''...... گارڈ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ آ رہا تھا۔ راستے میں واپس مڑ گیا ہے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ آخری سیڑھی سے اچھل کر اوپر چڑھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ گارڈ کچھ سمجھتا عمران کا ہاتھ حرکت میں آیا اور گارڈ کے سینے پر پڑنے والی ضرب نے ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے پیر اکھاڑ دیئے اور وہ چیختا ہوا ایک دھماکے سے پشت کے بل گرا اور اس طرح اچانک نیچے گرنے کی وجہ سے چند لمحوں کے لئے ساکت ہو گیا اور انہی لمحات میں عمران نے ایک قدم بڑھایا اور پیر اٹھا کر اس نے اس گارڈ کی گردن پر رکھ کر اسے سائیڈ پر موڑ دیا تو یکلخت اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا گارڈ ایک جھٹکے سے ساکت ہو گیا۔ اس کا چہرہ یکلخت مسخ سا ہو گیا تھا اور آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔

''بولو۔ کومب کہاں ہے۔ وائٹ وولف۔ بولو''...... عمران نے پیر کو تھوڑا سا اوپر کو اٹھاتے ہوئے کہا تو گارڈ کا مسخ ہوتا ہوا چہرہ دوبارہ نارمل ہونا شروع ہو گیا اور باہر کو نکلی ہوئی آنکھیں بھی تھوڑی

سی اندر کو واپس چلی گئی تھیں۔ گارڈ ویسے تو جسمانی طور پر لحیم شحیم اور خاصا مضبوط نظر آ رہا تھا لیکن عمران کے پیر کی معمولی سی حرکت سے اس کی حالت اس طرح خراب اور پیر کو ذرا سا اٹھانے سے اس طرح ٹھیک ہو رہی تھی کہ جیسے گارڈ ربڑ کا بنا ہوا کوئی کھلونا ہو۔

''وہ۔ وہ''...... گارڈ کے منہ سے الفاظ رک رک کر نکل رہے تھے۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سخت تکلیف کے عالم میں بولنے کی کوشش کر رہا ہے۔

''بولو۔ کہاں ہے کومب۔ بولو ورنہ''...... عمران نے پیر کو تھوڑا سا اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

''وہ یہاں نہیں ہے''...... اس بار گارڈ نے قدرے آسانی سے کہا۔

''تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی پیر کا دباؤ تھوڑا سا بڑھا دیا۔

''مم۔ مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں''...... گارڈ نے رک رک کر کہا۔

''آخری بار کہہ رہا ہوں کہ سچ بول دو ورنہ تم تو ہلاک ہو جاؤ گے اور پھر میں خود اسے تلاش کر لوں گا۔ سچ بولو''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے پیر کا دباؤ بڑھا دیا۔

''کمرہ۔ کمرہ۔ کمرہ نمبر ایک سو بارہ۔ کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں''...... گارڈ نے رک رک کر کہا تو عمران نے پیر کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو اس گارڈ کے جسم نے بھی ایک زور دار جھٹکا کھایا اور

پھر وہ ساکت ہو گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ اسے فکر لاحق ہو گئی تھی کہ کہیں اس کی آواز کومب تک نہ پہنچ گئی ہو لیکن پھر وہ ہوٹل کی ساخت دیکھ کر مطمئن ہو گیا کیونکہ دروازوں کی ساخت بتا رہی تھی کہ اس دوسری منزل کے تمام کمرے ساؤنڈ پروف ہیں۔ وہ کمرہ نمبر ایک سو بارہ کے سامنے رک گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور چند لمحوں بعد ایک چھوٹا سا چمڑے کا پیکٹ باہر نکالا اور اسے کھول کر اس میں سے ایک مڑی ہوئی تار نکال لی۔ اسے معلوم تھا کہ اس وقت کومب گہری نیند میں مدہوش پڑا ہو گا اس لئے اس نے اطمینان سے مڑی ہوئی تار دروازے کے کی ہول میں ڈالی اور پھر ہاتھ کو دائیں بائیں مخصوص انداز میں گھمانے لگا۔ چند لمحوں بعد کٹاک کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور لاک کھل گیا۔ عمران نے تار نکال کر اسے واپس چمڑے کے پیکٹ میں ڈالا اور پیکٹ کو جیب میں رکھ کر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا گیس پسٹل نکال کر اس کی نال کو لاک ہول کے ساتھ لگا کر ٹریگر دبا دیا۔ اس کے ہاتھ کو جھٹکا سا لگا لیکن عمران تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ لاک ہول سے اب سفید رنگ کا ہلکا سا دھواں باہر آتا دکھائی دے رہا تھا۔ عمران کو اطمینان ہو گیا کہ گیس اندر فائر ہو چکی ہے۔ اس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس کومب سے یہاں پوچھ گچھ کرنے کی بجائے اسے رانا ہاؤس لے جائے کیونکہ یہاں وقت زیادہ لگ سکتا تھا اور گارڈ ہوش میں آ سکتے تھے

اور دوسری صورت یہ تھی کہ وہ ان تینوں گارڈز کو ہلاک کر دیتا لیکن وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے لاک گھمایا اور دروازے کو کھول دیا تاکہ اندر موجود گیس باہر نکل جائے۔ پھر تقریباً پانچ منٹ تک انتظار کرنے کے بعد وہ اندر داخل ہوا تو اس کے چہرے پر ناگواری اور کوفت کے تاثرات ابھر آئے۔ کمرے میں ایک مرد اور دو عورتیں ناگفتہ حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ عمران نے ایک کمبل اٹھا کر ان عورتوں پر ڈالا اور ایک طرف پڑی ہوئی شرٹ اٹھا کر اس نے اس مرد کو زبردستی پہنائی کیونکہ پینٹ وہ پہنے ہوئے تھا۔ پھر اس نے مرد کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور دروازے سے باہر آ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سیڑھیاں اترتا ہوا ہال میں پہنچ گیا۔ وہاں اکرم نامی گارڈ ویسے ہی بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ عمران کو معلوم تھا کہ وہ دو اڑھائی گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔ پھر وہ ہال کے دروازے سے نکل کر اس کمرے میں آیا جہاں پہلا گارڈ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس نے کاندھے پر موجود کومب کو وہیں صوفے پر ڈالا اور فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے گارڈ کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔ اسے پھاٹک پر لگے ہوئے تالے کی چابی کی تلاش تھی اور پھر وہ مطلوبہ چابیاں تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ چابیاں لے کر وہ کمرے سے باہر نکلا اور پھاٹک کے پاس پہنچ کر اس نے تالا کھولا اور پھر پھاٹک کھول کر وہ سڑک پر آ گیا۔ یہاں اس کی کار موجود تھی۔ وہ کار پھاٹک کے اندر لے

آیا اور پھر اس نے کار کمرے کے دروازے کے ساتھ روکی اور نیچے اتر کر اس نے کار کا عقبی دروازہ کھولا اور پھر وہ کمرے میں آ گیا۔ اس نے صوفے پر بے ہوش پڑے کومب کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور کمرے سے باہر لا کر اس نے اسے کار کے عقبی دروازے سے دونوں سیٹوں کے درمیان ڈالا اور کار کا دروازہ بند کر کے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار کو پھاٹک سے باہر لا کر اس نے روکا اور پھر نیچے اتر کر اس نے واپس جا کر پھاٹک بند کیا اور باہر سے ہاتھ اندر کر کے تالا لگا کر اس نے چابیاں دور ایک سائیڈ پر پھینک دیں اور واپس آ کر کار میں بیٹھ گیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے رانا ہاؤس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

آرنلڈ اپنے کلب کے خفیہ آفس میں موجود تھا۔ اس کی نظریں بار بار سامنے دیوار پر موجود کلاک کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ کومب نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ٹائیگر کو صبح ہونے سے پہلے ہلاک کر دے گا اور اب وہ اس کی طرف سے کال کا شدت سے منتظر تھا۔ رات گہری ہونے کے باوجود وہ ابھی تک آفس میں موجود تھا کیونکہ اس نے کومب کو آفس کا ہی فون نمبر دیا تھا۔ رات گئے تک انتظار کرنے کے بعد جب مسلسل شراب پینے کی وجہ سے وہ اکتا سا گیا تو اس نے اٹھنے اور اپنے بیڈ روم میں جانے کا سوچا تو عین اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے جھپٹ کر ہاتھ بڑھایا اور رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ آرنلڈ بول رہا ہوں''...... آرنلڈ نے کہا۔

''کومب بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے کومب کی آواز

سنائی دی تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

''اوہ۔ میں نجانے کب سے تمہاری طرف سے کال کا منتظر تھا۔ کیا ہوا''...... آرنلڈ نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''ڈن''...... دوسری طرف سے کومب نے کہا۔

''کھل کر بات کرو کومب۔ یہ انتہائی اہم اور سنجیدہ معاملہ ہے''۔ آرنلڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

''میں نے اپنا مشن مکمل کر دیا ہے۔ ٹائیگر کو اس کے رہائشی کمرے میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا ہے اور اس کی لاش سول ہسپتال بھجوا دی گئی ہے''...... کومب نے تیز لہجے میں کہا۔

''میں کہہ رہا ہوں تفصیل بتاؤ اور تم پھر مختصر بات کر رہے ہو''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ٹائیگر ہوٹل الاسکا کی تیسری منزل پر رہتا ہے۔ اسے تلاش کرنا چونکہ مشکل تھا اس لئے میں نے اس کے رہائشی کمرے کے ساتھ والے ایک خالی کمرے پر قبضہ کر لیا۔ دونوں کمروں کے درمیان روشندان ہے اس لئے ٹائیگر کی آمد کا مجھے فوری علم ہو جانا تھا کیونکہ وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی لازماً لائٹ آن کرتا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ میرے والا کمرہ چونکہ ہوٹل انتظامیہ کے مطابق خالی تھا اس لئے کسی ویٹر یا کسی آدمی نے مجھے ڈسٹرب نہیں کیا۔ پھر لائٹ جلی تو میں سمجھ گیا کہ ٹائیگر آ گیا ہے۔ میں اپنے کمرے سے باہر آیا تو گیلری خالی تھی۔ میں نے مشین پسٹل نکال لیا اور

دروازے پر اس انداز میں دستک دی جیسے ویٹر عام طور پر دیا کرتے ہیں۔ ٹائیگر نے جیسے ہی دروازہ کھولا میں نے اس پر فائر کھول دیا۔ دو گولیاں اس کے سینے پر اور دو گولیاں اس کے پیٹ پر لگی اور وہ وہیں کمرے میں گر گیا۔ میں نے اس کی موت کی تصدیق کی اور پھر دروازہ بند کر کے خاموشی سے واپس آ گیا''...... کومب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''گولیوں کی آوازیں تو ہوٹل میں گونج اٹھی ہوں گی''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''میں نے کبھی کچا کام نہیں کیا۔ میرے مشین پسٹل پر خصوصی سائیلنسر نصب تھا اس لئے ہلکی سی ٹک کی آواز ضرور نکلتی ہے اور کچھ نہیں''...... کومب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''دوبارہ بھی تصدیق کی ہے تم نے یا نہیں''...... آرنلڈ نے پوچھا۔

''ہاں۔ میں نے ایک پبلک فون بوتھ سے ہوٹل فون کر کے مینجر سے معلوم کیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ ٹائیگر کو سول ہسپتال لے جایا گیا ہے اور یقیناً پوسٹ مارٹم کے لئے اس کی لاش سول ہسپتال لے جائی گئی ہو گی''...... کومب نے کہا۔

''اوکے۔ تم نے واقعی ڈن کر دیا ہے بلکہ گڈ ڈن کر دیا ہے''۔ آرنلڈ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

''چلو خطرہ تو ٹل گیا۔ اب اطمینان سے اس فارمولے کو فروخت کیا جا سکتا ہے''...... آرنلڈ نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اٹھنے لگا تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔

''اس وقت کس نے فون کر دیا''...... آرنلڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ آرنلڈ بول رہا ہوں''...... آرنلڈ نے کہا۔

''جارج بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی تو آرنلڈ بے اختیار چونک پڑا۔

''کوئی خاص بات جو اس وقت فون کیا ہے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''آپ قیمت تھوڑی سی کم نہیں کر سکتے مسٹر آرنلڈ تاکہ سودا ہو سکے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوہ نہیں مسٹر جارج۔ ایک کروڑ ڈالر سے ایک ڈالر بھی کم نہیں ہو سکے گا۔ ویسے یہ بھی شاید دو چار روز تک ہی ہو گا ورنہ ایک سپر پاور ملک سے میری بات چیت چل رہی ہے۔ شاید دو چار روز میں سودا ہو جائے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''میری پارٹی بھی سپر پاور ہی ہے لیکن وہ پہلے فارمولے کے بارے میں تفصیل معلوم کرنا چاہتی ہے تاکہ اس کی قدر و قیمت کو جانچ سکیں''...... جارج نے کہا۔

''اس کے بارے میں مائیکروفلم میں نے آپ کو دی تھی۔ ویسے

یہ یہاں کے ایک ایٹمی سائنس دان کی تیار کردہ ہے لیکن اس سے فارمولے کو اس کے صحیح انداز میں جانچا جا سکتا ہے اور اس کی قدر و قیمت کا تعین کیا جا سکتا ہے“...... آرنلڈ نے کہا۔

”یہ مکمل نہیں ہے۔ اس سے درست طور پر معلوم نہیں ہو سکتا۔ آپ اصل فارمولا سامنے لے آئیں۔ ہمارے ملک کے دو سائنس دان یہاں پاکیشیا آ کر اور جہاں آپ کہیں آپ کے سامنے اسے چیک کر سکتے ہیں۔ پھر سودا ہو جائے گا“...... جارج نے کہا۔

”سوری مسٹر جارج۔ ایسا ممکن نہیں ہے اور فارمولا بھی یہاں اس ملک میں نہیں ہے۔ اسے دوسرے ملک سے لانے میں چوبیس گھنٹے لگ جائیں گے اور فارمولا اس وقت آ سکتا ہے جب تمام رقم ایڈوانس ادا کر دی جائے گی“...... آرنلڈ نے دوٹوک لہجے اور انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”اس صورت میں میری پارٹی آپ کو پچھتر لاکھ ڈالرز دینے کے لئے تیار ہے“...... جارج نے کہا۔

”سوری مسٹر جارج۔ میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ ایک ڈالر بھی کم نہیں ہو سکتا“...... آرنلڈ نے کہا۔

”مسٹر آرنلڈ۔ بہتر ہے کہ آپ سودا کر لیں ورنہ معاملات بگڑ بھی سکتے ہیں“...... یکلخت جارج کے لہجے میں سرد مہری پیدا ہو گئی۔

”سوری۔ جو آپ سے ہو سکتا ہے کر لیں اور آئندہ مجھے فون بھی نہ کریں۔ اب میں آپ کو دس کروڑ ڈالر میں بھی فارمولا نہیں

فروخت کروں گا“...... آرنلڈ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ اس کا چہرہ غصے سے پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ آنکھوں میں بھی تیز سرخی ابھر آئی تھی۔

”نانسنس۔ نجانے اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے۔ نانسنس“۔ آرنلڈ نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا اور میز کی دراز کھول کر اس نے شراب کی ایک بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر اس نے بوتل کو منہ سے لگا لیا اور اس وقت منہ سے علیحدہ کیا جب اس میں موجود آخری قطرہ تک اس کے حلق سے نیچے نہ اتر گیا۔ پھر خالی بوتل اور ڈھکن اس نے میز کے ساتھ پڑی ہوئی باسکٹ میں پھینک دیا۔ اس کا بے حد سرخ چہرہ اب آہستہ آہستہ نارمل ہوتا چلا جا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے شراب نے اس کے اندر جلنے والے غصے کے الاؤ کو سرد کر دیا ہو۔

”یہ جارج خطرناک آدمی ہے۔ اس نے جو دھمکی دی ہے اس پر مجھے سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے“...... آرنلڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحے وہ آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا جیسے کسی خاص بات پر غور کر رہا ہو اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

”ہاں۔ مجھے فارمولے کو ہر صورت میں بچانا ہو گا“...... آرنلڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا

اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''روگر بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''آرنلڈ بول رہا ہوں''...... آرنلڈ نے قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''یس باس حکم''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''روگر۔ تم فوراً سپیشل پوائنٹ پر پہنچ جاؤ۔ اور سنو۔ تیار ہو کر آنا کیونکہ تمہیں وہاں سے فوری طور پر ڈونگری جانا ہو گا۔ کالا ناتھ کے پاس''...... آرنلڈ نے کہا۔

''یس باس۔ میں پندرہ منٹ میں پہنچ جاؤں گا''...... روگر نے جواب دیا۔

''اوکے''...... آرنلڈ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر وہ اٹھا اور مڑ کر عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پھر ایک مضافاتی کالونی میں پہنچ کر آرنلڈ نے ایک کوٹھی کے بند پھاٹک کے سامنے کار روکی اور پھر مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک نوجوان باہر آ گیا۔

''پھاٹک کھولو وکی''...... آرنلڈ نے کہا۔

''یس باس''...... نوجوان نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ کر اندر

چلا گیا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھلا اور آرنلڈ نے کار آگے بڑھائی اور پھر اسے ایک سائیڈ میں کھڑی کر کے وہ نیچے اتر آیا۔ اسی لمحے نوجوان پھاٹک بند کر کے تیزی سے کار کی طرف بڑھا۔

''وکی۔ ابھی روگر آ رہا ہے۔ جیسے ہی وہ آئے اسے میرے آفس میں لے آنا''...... آرنلڈ نے کہا۔

''یس باس''...... وکی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا تو آرنلڈ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ خصوصی پوائنٹ تھا جس کا علم آرنلڈ کے علاوہ صرف چند افراد کو تھا۔ آرنلڈ ایک تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ یہاں دیوار پر موجود ایک فریم کو اس نے اتار کر ایک طرف رکھا اور پھر اپنا سیدھا ہاتھ دیوار پر رکھ کر اسے دبایا تو سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار درمیان سے پھٹ کر سائیڈ پر چلی گئی۔ اب وہاں ایک راستہ موجود تھا۔ دوسری طرف بھی ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ وہ اس چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا اور پھر اس نے اس کمرے کی دیوار میں موجود سیف کو مخصوص انداز میں ہینڈل گھما کر کھولا۔ سیف میں غیر ملکی کرنسی کے بڑے بڑے بنڈل بھرے ہوئے تھے جبکہ نچلے خانے میں ایک فائل موجود تھی۔ یہ ڈاکٹر کمال احسن کا فارمولا تھا۔ اس نے فائل باہر نکالی اور پھر سیف بند کر کے وہ واپس مڑا اور اس نے بڑے کمرے میں آ کر زمین پر ایک جگہ پیر مارا تو سرر کی آواز کے ساتھ دیوار برابر ہو گئی تو اس نے ایک طرف رکھی ہوئی تصویر اٹھا کر اسے دوبارہ دیوار پر

موجود کیل پر لٹکایا اور فائل اٹھائے وہ مڑ کر تہہ خانے سے باہر آ گیا۔ تہہ خانے کو بند کر کے وہ ایک اور کمرے میں داخل ہوا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ آرنلڈ نے ایک سائیڈ پر موجود ایک الماری کھول کر اس میں سے ایک موٹے کاغذ کا لفافہ نکالا اور فارمولے والی فائل اس لفافے میں ڈال کر اس نے اس لفافے کو بند کر کے اسے ایک چھوٹی سی مشین کی مدد سے باقاعدہ سیلڈ کر دیا۔ مشین اٹھا کر اس نے میز کی سب سے نچلی دراز میں رکھ کر اس نے فائل والا لفافہ میز پر رکھا اور خود وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد اسے دور سے کار کے ہارن کی مخصوص آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ روگر آ گیا ہے۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ہاں۔ کالا ناتھ بول رہا ہوں۔ کون بات کر رہا ہے''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

''آرنلڈ بول رہا ہوں دارالحکومت سے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''اوہ آپ۔ آج بڑے عرصے بعد فون کیا ہے آپ نے۔ کوئی حکم کالا ناتھ کے لئے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''جلد ہی ملاقات ہو گی کالا ناتھ۔ البتہ میں روگر کے ہاتھ ایک لفافہ بھیج رہا ہوں۔ یہ تمہارے پاس میری امانت ہو گی۔ یہ میرے لئے بہت قیمتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری امانت کی بخوبی حفاظت کرو گے۔ میرے دشمن اس لفافے کو حاصل کرنے کے لئے

میرے خلاف کام کر رہے ہیں۔ جب میں ان سب دشمنوں کا خاتمہ کر دوں گا تو پھر خود تمہارے پاس آ کر اپنی امانت واپس لے جاؤں گا اور ہاں۔ یہ بھی بتا دوں کہ اس لفافے میں ایک سائنسی فارمولا ہے اور کچھ نہیں''...... آرنلڈ نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

''بے فکر ہو کر بھجوا دیں۔ آپ جانتے تو ہیں کہ کالا ناتھ جان تو دے سکتا ہے لیکن امانت میں خیانت نہیں ہونے دے سکتا''...... کالا ناتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ اپنے چہرہ مہرے اور چلنے کے انداز سے ہی زیر زمین دنیا کا فرد دکھائی دیتا تھا۔ گھنی مونچھوں اور عقابی آنکھوں نے اسے خاصا بارعب بنا دیا تھا۔ اس نے اندر داخل ہو کر سلام کیا تو آرنلڈ نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں روگر کو فوری بھجوا رہا ہوں۔ وہ تمہارے پاس پہنچ کر مجھے کال کرے گا تاکہ میری تسلی ہو جائے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے جناب''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو آرنلڈ نے رسیور رکھ دیا۔

''روگر۔ یہ لفافہ لے کر فوری طور پر کالا ناتھ کے پاس پہنچو اور اسے یہ لفافہ دے دو۔ پھر وہیں سے مجھے یہاں فون کرو۔ پھر میں تمہیں مزید ہدایات دوں گا''...... آرنلڈ نے لفافہ میز سے اٹھا کر

روگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''لیس باس''...... روگر نے لفافہ لے کر اٹھتے ہوئے کہا۔

''یہ انتہائی قیمتی لفافہ ہے۔ اپنی جان سے بھی زیادہ اس کی حفاظت کرنی ہے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''لیس باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ روگر اپنا کام اچھی طرح کرنا جانتا ہے''...... روگر نے کہا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر تک آرنلڈ خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور اٹھایا اور ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''لیس۔ ریموس بول رہا ہوں''...... ایک سرد سی آواز سنائی دی۔

''آرنلڈ بول رہا ہوں''...... آرنلڈ نے کہا۔

''اوہ آپ۔ آج کیسے یاد کر لیا ہے مجھے۔ کوئی خاص بات''۔ دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''تمہیں ایک کام دے رہا ہوں لیکن یہ کام فوری کرنا ہے''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''آپ حکم دیں۔ پھر دیکھیں کہ کیسے اس کی تعمیل ہوتی ہے''۔ ریموس نے کہا۔

''تم روگر کو تو جانتے ہو''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ہاں۔ بہت اچھی طرح۔ آپ کا خاص آدمی ہے''...... ریموس نے جواب دیا۔

''وہ ابھی چند منٹ پہلے یہاں سے کالا ناتھ کے پاس گیا ہے۔ اس نے وہاں سے مجھے فون کرنا ہے اور پھر وہ وہاں سے واپسی کے لئے روانہ ہو جائے گا۔ میں آسے اس انداز میں فنش کرانا چاہتا ہوں کہ کسی کو علم نہ ہو سکے کہ کس نے ایسا کیا ہے۔ وہ واپسی پر تمہارے ایریا سے ہی گزرے گا۔ کیا تم یہ کام کر سکتے ہو''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں نہیں۔ لیکن فوری کام کے لئے معاوضہ دوگنا ہو گا۔ دو لاکھ ڈالر''...... ریموس نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ مل جائیں گے۔ اپنا اکاؤنٹ نمبر اور بینک کے بارے میں بتا دو۔ میں ابھی فون پر ہی رقم تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرا دیتا ہوں''...... آرنلڈ نے کہا تو ریموس نے تفصیلات بتا دیں اور آرنلڈ نے سامنے موجود پیڈ پر تفصیلات نوٹ کر لیں۔

''رقم تو ابھی تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرا دیتا ہوں اور میں تمہیں اس وقت فون کروں گا جب روگر وہاں سے واپس چل پڑے گا۔ تم تیار رہنا''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ کام ہو جائے گا اور بے داغ انداز میں ہو جائے گا''...... ریموس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو آرنلڈ نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور ہاتھ ہٹانے کے بعد جب ٹون آ گئی تو اس نے اپنے خاص آدمی کو فون کر کے اسے حکم دیا کہ وہ دو لاکھ ڈالر ریموس کے اکاؤنٹ میں فوری طور پر ٹرانسفر کرا

روگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یس باس''...... روگر نے لفافہ لے کر اٹھتے ہوئے کہا۔

''یہ انتہائی قیمتی لفافہ ہے۔ اپنی جان سے بھی زیادہ اس کی حفاظت کرنی ہے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''یس باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ روگر اپنا کام اچھی طرح کرنا جانتا ہے''...... روگر نے کہا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر تک آرنلڈ خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور اٹھایا اور ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ ریموس بول رہا ہوں''...... ایک سرد سی آواز سنائی دی۔

''آرنلڈ بول رہا ہوں''...... آرنلڈ نے کہا۔

''اوہ آپ۔ آج کیسے یاد کر لیا ہے مجھے۔ کوئی خاص بات''۔ دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''تمہیں ایک کام دے رہا ہوں لیکن یہ کام فوری کرنا ہے''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''آپ حکم دیں۔ پھر دیکھیں کہ کیسے اس کی تعمیل ہوتی ہے''۔ ریموس نے کہا۔

''تم روگر کو تو جانتے ہو''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ہاں۔ بہت اچھی طرح۔ آپ کا خاص آدمی ہے''...... ریموس نے جواب دیا۔

''وہ ابھی چند منٹ پہلے یہاں سے کالا ناتھ کے پاس گیا ہے۔ اس نے وہاں سے مجھے فون کرنا ہے اور پھر وہ وہاں سے واپسی کے لئے روانہ ہو جائے گا۔ میں آسے اس انداز میں فنش کرانا چاہتا ہوں کہ کسی کو علم نہ ہو سکے کہ کس نے ایسا کیا ہے۔ وہ واپسی پر تمہارے ایریا سے ہی گزرے گا۔ کیا تم یہ کام کر سکتے ہو''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں نہیں۔ لیکن فوری کام کے لئے معاوضہ دوگنا ہو گا۔ دو لاکھ ڈالر''...... ریموس نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ مل جائیں گے۔ اپنا اکاؤنٹ نمبر اور بینک کے بارے میں بتا دو۔ میں ابھی فون پر ہی رقم تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرا دیتا ہوں''...... آرنلڈ نے کہا تو ریموس نے تفصیلات بتا دیں اور آرنلڈ نے سامنے موجود پیڈ پر تفصیلات نوٹ کر لیں۔

''رقم تو ابھی تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرا دیتا ہوں اور میں تمہیں اس وقت فون کروں گا جب روگر وہاں سے واپس چل پڑے گا۔ تم تیار رہنا''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ کام ہو جائے گا اور بے داغ انداز میں ہو جائے گا''...... ریموس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو آرنلڈ نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور ہاتھ ہٹانے کے بعد جب ٹون آ گئی تو اس نے اپنے خاص آدمی کو فون کر کے اسے حکم دیا کہ وہ دو لاکھ ڈالر ریموس کے اکاؤنٹ میں فوری طور پر ٹرانسفر کر

دے اور ساتھ ہی ریموس کے بینک اکاؤنٹ کی تفصیلات بھی بتا کر اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ آرنلڈ بول رہا ہوں''...... آرنلڈ نے کہا۔

''روگر بول رہا ہوں باس۔ میں اس وقت کالا ناتھ کے ڈیرے پر موجود ہوں اور امانت اسے دے دی گئی ہے''...... دوسری طرف سے روگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کالا ناتھ کہاں ہے''...... آرنلڈ نے پوچھا۔

''موجود ہے۔ بات کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ کالا ناتھ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد کالا ناتھ کی آواز سنائی دی۔

''کالا ناتھ۔ امانت پہنچ گئی ہے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ہاں۔ یہ سیلڈ لفافہ ہے۔ یہی ہے نا''...... کالا ناتھ نے کہا۔

''ہاں۔ یہی ہے۔ اس کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کرنا''۔ آرنلڈ نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں۔ آپ جانتے تو ہیں کالا ناتھ کو''۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ روگر سے بات کراؤ''...... آرنلڈ نے قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ روگر بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد روگر کی آواز

سنائی دی۔

''تم کب وہاں سے واپس کے لئے روانہ ہو رہے ہو''۔ آرنلڈ نے پوچھا۔

''ابھی باس۔ میرا کام مکمل ہو گیا ہے۔ اب میں نے یہاں ٹھہر کر کیا کرنا ہے''...... روگر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... آرنلڈ نے کہا اور کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ریموس بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ریموس کی سرد سی آواز سنائی دی۔

''آرنلڈ بول رہا ہوں۔ رقم مل گئی ہے یا نہیں''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ابھی ابھی بینک سے اطلاع آئی ہے۔ شکریہ''...... ریموس نے کہا۔

''روگر، کالا ناتھ کے ڈیرے سے واپسی کے لئے روانہ ہو گیا ہے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں نے رقم ملتے ہی احکامات دے دیئے ہیں۔ کام بے داغ انداز میں اور حتمی طور پر ہو جائے گا''...... دوسری طرف سے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''اوکے۔ مجھے فون کر کے بتا دینا۔ میں تمہارے فون کا انتظار

کروں گا''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے''...... ریموس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو آرنلڈ نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''اب جارج جتنی مرضی آئے کوشش کر لے وہ فارمولے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اب میں اطمینان سے اس کا سودا کروں گا''۔ آرنلڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر اس نے سائیڈ ریک میں موجود شراب کی بڑی بوتل اور ایک گلاس اٹھا کر میز پر رکھے اور ایک بار پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا اور اس نے شراب گلاس میں انڈیلی اور پھر گلاس اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ آرنلڈ بول رہا ہوں''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ریموس بول رہا ہوں۔ آپ کا کام ہو گیا ہے''...... دوسری طرف سے ریموس نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

''تفصیل بتاؤ''...... آرنلڈ نے چونک کر کہا۔

''آپ کو تو معلوم ہے کہ روگر بے حد تیز کار چلانے کا عادی ہے۔ چنانچہ ہم نے بلیو ایریئے میں مخصوص ساخت کا موبل آئل سڑک پر اس انداز میں ڈال دیا کہ اس کی انتہائی تیز رفتار کار لازماً سلپ ہو جائے اور پھر وہی ہوا۔ نہ صرف اس کی کار بلکہ اس کے

پیچھے دو اور اس کے بعد چار کاریں سلپ ہو گئیں اور سب کی سب تباہ ہو گئیں۔ بہرحال باقی افراد تو روگر کی وجہ سے مارے گئے جبکہ روگر کی کار اس بری طرح الٹ پلٹ کر تباہ ہوئی ہے کہ روگر کے جسم کی تقریباً تمام ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اس کی ٹوٹی پھوٹی لاش اس وقت بلیو ایریا کے پولیس اسٹیشن میں موجود ہے''...... ریموس نے کہا۔

''اطلاع حتمی ہے''...... آرنلڈ نے کہا۔

''ہاں۔ حتمی ہے''...... ریموس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ تھینک یو''...... آرنلڈ نے کہا اور رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر شراب سے بھرا ہوا گلاس اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور اندر داخل ہونے والے آدمی کو دیکھ کر آرنلڈ اس بری طرح سے اچھلا کہ اس کے ہاتھ سے شراب کا گلاس میز پر گرا اور پھر اچھل کر فرش پر جا گرا اور آرنلڈ کی آنکھیں تیزی سے پھیلتی چلی گئیں۔

پارکر اور مارگریٹ دونوں کار میں موجود تھے اور یہ کار اس وقت دارالحکومت کی سب سے معروف سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک مقامی آدمی تھا جبکہ پارکر اور مارگریٹ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ کار انہوں نے ہاروے سے کہہ کر ڈرائیور سمیت منگوائی تھی۔ ڈرائیور کا نام مارکر تھا۔ وہ ادھیڑ عمر آدمی تھا اور اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اپنے آپ تک محدود رہنے والا آدمی ہے۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں''...... مارگریٹ نے ساتھ بیٹھے ہوئے پارکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''لائزن کلب''...... پارکر نے مختصر سا جواب دیا۔

''وہاں کیا کرنا ہے''...... مارگریٹ نے پوچھا۔ وہ دونوں گریٹ لینڈ کی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔

''ہاروے نے بتایا ہے کہ لائزن کلب کا مینجر مرفی سپر پاورز کے ساتھ سائنسی فارمولوں کی خرید و فروخت کا کام کرتا رہتا ہے اور ہاروے کو یہ اطلاع مل چکی ہے کہ نہ صرف ڈاکٹر کمال احسن بلکہ کے اے بھی مرفی سے ملتے رہے ہیں۔ اب یہ دونوں ہلاک ہو چکے ہیں تو پھر ہو سکتا ہے کہ مرفی کو اس فارمولے کے بارے میں کسی خاص بات کا علم ہو''...... پارکر نے کہا۔

''کیا خاص بات''...... مارگریٹ نے چونک کر پوچھا۔

''یہی کہ فارمولا اس وقت کہاں ہو سکتا ہے یا دوسرے لفظوں میں کس کی تحویل میں ہو سکتا ہے کیونکہ بقول ہاروے فارمولا جس کے پاس بھی ہو گا وہ اسے فروخت کرنے کے لئے لامحالہ مرفی سے رابطہ کرے گا''...... پارکر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو کیا مرفی یہ بات ہمیں بتا دے گا''...... مارگریٹ نے کہا۔

''ہاروے کی اس سے فون پر بات ہوئی ہے۔ وہ ایک لاکھ ڈالر لے کر زبان کھولنے پر آمادہ ہو چکا ہے اور میں ایک لاکھ ڈالر کیش ساتھ لے جا رہا ہوں''...... پارکر نے کہا۔

''وہ رقم ہتھیانے کے لئے کوئی کہانی بھی سنا سکتا ہے''۔ مارگریٹ نے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن اب کیا کیا جائے۔ مشن کی گاڑی تو اسی طرح آگے بڑھ سکتی ہے''...... پارکر نے مسکراتے ہوئے کہا تو مارگریٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر

بعد ڈرائیور نے کار ایک تین منزلہ عمارت کے احاطے میں موڑی تو وہ دونوں چونک پڑے کیونکہ سامنے عمارت پر لائزن کلب کا نیون سائن بورڈ جل بجھ رہا تھا۔ ڈرائیور نے کار مین گیٹ کے سامنے روک دی تو پارکر اور مارگریٹ نیچے اتر آئے۔

''ہمیں کچھ دیر لگے گی''...... پارکر نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس سر۔ میں انتظار کروں گا سر''...... ڈرائیور نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو پارکر سر ہلاتا ہوا مڑا اور پھر مین گیٹ میں داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ مارگریٹ تھی۔ ہال میں خاصا رش تھا اور ایک طرف کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے دو لڑکیاں موجود تھیں۔

''یس سر''...... ایک لڑکی نے ان دونوں کے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ لڑکی کا لہجہ بڑا کاروباری لیکن مؤدبانہ تھا۔

''میرا نام پارکر ہے اور یہ میری وائف ہے مارگریٹ۔ مینجر مرفی نے ہمیں ملاقات کا وقت دیا ہوا ہے''...... پارکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ ہاں۔ یس سر۔ آپ تیسری منزل پر تشریف لے جائیں۔ باس آپ کے منتظر ہیں''...... لڑکی نے کہا تو پارکر اور مارگریٹ دونوں سائیڈ پر موجود لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ ہاروے نے ان کے کہنے پر مرفی سے ان کی ملاقات کا بندوبست کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد لفٹ نے انہیں تیسری منزل پر پہنچا دیا۔ وہاں دو مسلح گارڈ

موجود تھے لیکن انہوں نے انہیں روکا نہیں۔ ایک دروازے پر مینجر کی پلیٹ موجود تھی۔ دروازہ بند تھا لیکن پارکر نے جب اسے دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور پارکر اور اس کے پیچھے مارگریٹ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا اور فرنیچر اعلیٰ معیار کا دکھائی دے رہا تھا۔ میز کے پیچھے کرسی پر ایک لمبے قد اور گنجے سر والا آدمی سوٹ پہنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی طوطے کی طرح ناک تھی لیکن آنکھوں میں تیزی اور تندی کے ساتھ ساتھ ذہانت کی تیز چمک بھی موجود تھی۔ وہ ایکریمین نژاد دکھائی دے رہا تھا۔

''میرا نام پارکر ہے اور یہ میری وائف ہے مارگریٹ''۔ پارکر نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے مرفی کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ پھر مصافحے اور رسمی فقرات کی ادائیگی کے بعد وہ دونوں میز کی سائیڈ پر پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''ہاروے نے مجھے آپ کے بارے میں بتا دیا تھا۔ آپ ڈاکٹر کمال احسن کے فارمولے کے سلسلے میں مجھ سے ملاقات چاہتے تھے۔ فرمائیں۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں''...... مرفی نے شراب منگوا کر ان کے سامنے رکھوانے کے بعد ان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''آپ کی ڈاکٹر کمال احسن سے ملاقات تو ہوتی رہتی ہو گی''۔ پارکر نے کہا تو مرفی بے اختیار ہنس پڑا۔

''مسٹر پارکر۔ میرا امتحان لینے کی کوشش نہ کریں۔ یہاں اڑنے

والی مکھی بھی مرفی کے نیٹ ورک سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ مجھے معلوم ہے کہ اس ایٹمی توانائی کے فارمولے کے سلسلے میں یہاں کیا ہوتا رہا ہے۔ مختصر یہ کہ ڈاکٹر کمال احسن کی لاش گٹڑ میں تیرتی ہوئی ملی ہے اور کارمن ایجنٹ کے اے کی لاش ویرانے سے دستیاب ہوئی ہے۔ انڈر ورلڈ کا ٹائیگر موت اور زندگی کی کشمکش سے گزر رہا ہے۔ زیادہ امکانات یہی ہیں کہ وہ ہلاک ہو جائے گا''...... مرفی نے فاتحانہ انداز میں بولتے ہوئے کہا۔

''اب فارمولا کہاں ہے اور کس کے پاس ہے''...... پارکر نے بھی کھل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

''آپ اس فارمولے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں''...... مرفی نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

''یہ ہمارا فارمولا ہے۔ گریٹ لینڈ سے چوری کر کے یہاں لے آیا گیا ہے اور ہم اسے واپس لینے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ آپ اگر اس مشن میں ہماری مدد کریں تو آپ کو آپ کا معاوضہ دیا جا سکتا ہے''...... پارکر نے کہا۔

''سوری مسٹر پارکر۔ میں تو فارمولوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا ہوں۔ مجھے یہ فارمولا تلاش کر کے اس آدمی سے جس کی تحویل میں یہ فارمولا ہو گا اسے قیمت دے کر خریدنا ہو گا اور پھر آپ کو مع منافع فروخت کرنا ہو گا۔ میرا کام یہی ہے۔ اس سے ہٹ کر میں اور کوئی کام نہیں کرتا''...... مرفی نے واضح الفاظ میں

جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ نے اپنا منافع لینا ہے وہ لے لیں اور ہمیں حتمی طور پر بتا دیں کہ فارمولا کہاں ہے اور کس کے پاس ہے۔ اس کے بعد ہم جانیں اور وہ۔ ہمارا کام ہو نہ ہو لیکن آپ کا منافع تو آپ کو مل جائے گا''...... اس بار مارگریٹ نے کہا تو مرفی نے چونک کر مارگریٹ کی طرف دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

''آپ واقعی بے حد ذہین ہیں اور آپ کو واقعی کاروبار کرنا آتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے تو اپنے منافع سے غرض ہے۔ میں آپ سے دس لاکھ ڈالر لوں گا اور یہ حتمی اطلاع آپ کو دے دوں گا کہ فارمولا کس کے پاس ہے۔ اس سے آپ اسے حاصل کرتے ہیں یا نہیں۔ اس کی میں کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا''...... مرفی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پانچ لاکھ ڈالر ہم دیں گے مسٹر مرفی اور یہ رقم صرف معلومات مہیا کرنے کے عوض کافی سے زیادہ ہے لیکن جو اطلاع ہو وہ حتمی ہو''...... پارکر نے قطعی لہجے میں کہا تو مرفی نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''ٹھیک ہے۔ دیں گارینٹڈ چیک''...... مرفی نے کہا تو پارکر نے کوٹ کی اندرونی جیب سے چیک بک نکالی اور ایک چیک پر اندراجات کر کے دستخط کئے اور چیک بک سے چیک علیحدہ کر کے

اس نے مرفی کی طرف بڑھا دیا۔ مرفی نے چیک لے کر کچھ دیر تک اسے غور سے دیکھا اور پھر اسے تہہ کر کے جیب میں ڈال لیا۔

''آپ نے مجھ پر اعتماد کیا ہے تو آپ کو میری طرف سے بھی کوئی دھوکہ نہیں ہو گا''...... مرفی نے فون کا رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

''مجھے ہاروے نے آپ کے بارے میں گارنٹی دی تھی''۔ پارکر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو مرفی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا کیونکہ دوسری طرف بجنے والی گھنٹی کی آواز واضح طور پر سنائی دینے لگ گئی تھی۔ چند لمحوں بعد رسیور اٹھائے جانے کی آواز سنائی دی۔

''لیس۔ کارلوس بول رہا ہوں''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ خاصا سخت تھا۔

''مرفی بول رہا ہوں''...... مرفی نے سرد لہجے میں کہا۔

''لیس باس۔ حکم باس''...... کارلوس کا لہجہ یکلخت انتہائی مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

''ڈاکٹر کمال احسن کے فارمولے کے بارے میں تم نے معلومات اکٹھی کی ہیں یا نہیں''...... مرفی نے کہا۔

''آپ کے حکم پر میں نے مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں''۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کس کے پاس ہے یہ فارمولا اور کہاں ہے۔ تفصیل بتاؤ''۔ مرفی نے کہا۔

''اس دھندے میں ڈاکٹر کمال احسن کا ساتھی ماڈرن ٹریڈرز کا راجر تھا جبکہ کارمن ایجنٹ کے اے کا ساتھی برائٹ کلب کا آرنلڈ تھا۔ پھر یہ دونوں آپس میں مل گئے اور کے اے سے جو رقم ڈاکٹر کمال احسن نے لی تھی وہ راجر نے رکھ لی اور فارمولا آرنلڈ نے اپنا بنا لیا۔ کے اے اس فارمولے کو ساتھ لے کر ایک کالونی کی کوٹھی میں گیا اور پھر آرنلڈ نے وہاں اس کے اے کو گولی مار دی اور اس کی لاش ایک ویرانے میں پھینکوا دی۔ اب فارمولے کا مالک وہ تھا۔ وہ اس کوٹھی سے واپس برائٹ کلب آ گیا۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق اس نے روسیاہ کے ایک ایجنٹ جارج کی مدد سے اس فارمولے کا سودا کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی آپس میں تلخ کلامی ہو گئی اور جارج نے اسے دھمکی دی کہ وہ فارمولا اس سے لے اڑے گا جس پر آرنلڈ کلب سے اٹھ کر اپنے ایک خصوصی پوائنٹ پر چلا گیا ہے۔ ابھی تک یہی سب ہوا ہے''...... کارلوس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کیا فارمولا آرنلڈ کے پاس ہے''...... مرفی نے پوچھا۔

''لیس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اور وہ اس وقت کہاں ہے۔ درست پتہ بتاؤ''...... مرفی نے سخت لہجے میں کہا۔

''باس۔ روز کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ اے اس کا خصوصی پوائنٹ ہے۔ آرنلڈ وہاں چھپا ہوا ہے اور اس کے بارے میں حتمی اطلاع یہی ہے کہ وہ اپنی قیمتی چیزیں اسی پوائنٹ پر ہی رکھتا ہے اس لئے لامحالہ فارمولا بھی وہیں ہو گا''...... کارلوس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارے پاس آرنلڈ کی تصویر تو ہو گی۔ اس کی ایک کاپی میرے آفس بھجوا دو''...... مرفی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''حیرت انگیز مسٹر مرفی۔ آپ کا نیٹ ورک واقعی تازہ ترین اطلاعات حاصل کرتا ہے''...... پارکر نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

''شکریہ۔ میرا تو دھندہ یہی ہے۔ انہی معلومات پر ہماری گاڑی چلتی ہے''...... مرفی نے مسکراتے ہوئے کہا تو پارکر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ایک بات اور بتا دوں کہ یہ آرنلڈ خاصا تیز اور ہوشیار آدمی ہے۔ ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتا ہے۔ اس کا بھی خاصا وسیع نیٹ ورک ہے اس لئے آپ اس کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے پوری طرح ہوشیار رہیں ورنہ آپ کی جان کو بھی یقینی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے''...... مرفی نے کہا۔

''آپ تو اسے ہمارے بارے میں اطلاع نہیں کریں گے''۔ مارگریٹ نے کہا تو مرفی بے اختیار ہنس پڑا۔

''آپ ہاروے سے پوچھ لیں۔ مرفی نے کبھی کسی کے ساتھ

دھوکہ نہیں کیا۔ میں صاف ستھرے معاملات کا قائل ہوں''...... مرفی نے جواب دیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ہاتھ میں ایک چھوٹے سائز کی تصویر اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تصویر مرفی کے سامنے رکھ دی۔

''ٹھیک ہے۔ جاؤ تم''...... مرفی نے کہا تو نوجوان سلام کر کے واپس چلا گیا۔ مرفی نے وہ تصویر اٹھا کر پارکر کے سامنے رکھ دی۔

''یہ ہے برائٹ کلب کا آرنلڈ اور اس کے پاس فارمولا ہے۔ میں نے اس کی تصویر اس لئے آپ کو دی ہے تاکہ آپ آسانی سے اسے پہچان سکیں''...... مرفی نے کہا تو پارکر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تصویر اٹھائی اور اسے غور سے دیکھنے کے بعد ساتھ بیٹھی ہوئی مارگریٹ کی طرف بڑھا دیا۔

''تھینک یو مسٹر مرفی۔ اب آخر میں یہ بتا دیں کہ جس سے چھپ کر آرنلڈ اپنے خصوصی پوائنٹ پر گیا ہے کیا نام بتایا تھا آپ نے۔ ہاں جارج جو روسیاہی ایجنٹ ہے وہ کہاں مل سکتا ہے''۔ پارکر نے کہا۔

''جارج یہاں کے ایک بدنام کلب کا مالک اور منیجر ہے اور کلب میں ہی اس کی رہائش گاہ ہے۔ اس کلب کا نام کنٹری کلب ہے اور کنٹری روڈ پر ہی واقع ہے۔ اس کا بھی وسیع نیٹ ورک یہاں ہے۔ انتہائی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے''...... مرفی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے مسٹر مرفی۔ تعاون کا بے حد شکریہ۔ اب ہم خود ہی اس فارمولے تک پہنچ جائیں گے''...... پارکر نے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کو مزید معلومات چاہئیں ہوں تو آپ مجھے پیمنٹ کر کے خرید سکتے ہیں''...... مرفی نے کہا۔

''اوکے''...... پارکر نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ مارگریٹ بھی اس کے پیچھے تھی۔

''حیرت ہے۔ عام سے لوگ اس قدر باخبر رہتے ہیں''...... باہر آ کر مارگریٹ نے کہا۔

''ان کا کاروبار ہی یہی ہے اور لگتا ہے یہاں پاکیشیا دارالحکومت میں ہر طرف وسیع نیٹ ورک پھیلے ہوئے ہیں''...... پارکر نے کہا۔

''ہمارے بارے میں بھی تو معلومات حاصل کی جا رہی ہوں گی''...... مارگریٹ نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن ابھی تک ہم نے کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا جو لوگوں کو چونکا دے''...... پارکر نے مسکراتے ہوئے کہا تو مارگریٹ بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

''اب ہمیں ڈرائیور کو فارغ کرنا ہو گا''...... پارکر نے کلب سے باہر آتے ہوئے کہا۔

''لیکن ہمیں پہلے شہر کا نقشہ دیکھ لینا چاہئے''...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر نے اثبات میں سز ہلا دیا۔ وہ دونوں کلب کے مین

گیٹ سے باہر موجود تھے کہ ان کی کار ڈرائیور لے کر آ گیا اور وہ دونوں کار کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

''واپس رہائش گاہ پر چلو۔ لیکن ہمیں شہر کا تفصیلی نقشہ بھی لینا ہے''...... پارکر نے کہا۔

''کار کے ڈیش بورڈ میں موجود ہے''...... ڈرائیور نے جواب دیتے ہوئے کہا تو پارکر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کوٹھی جا کر اس نقشے کا نہ صرف بغور مطالعہ کرے گا بلکہ روز کالونی اور اپنی رہائشی کالونی کے درمیان راستے کا بھی انتخاب کرے گا تا کہ ڈرائیور کو چھوڑ کر وہ خود آرنلڈ کے اس خاص پوائنٹ پر پہنچ سکیں۔

فون کی گھنٹی بجتے ہی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے لحیم شحیم بالکل کسی جنگلی بھینسے کی طرح کے آدمی نے جس کے سر پر بالوں کا گھنا جنگل سا نظر آ رہا تھا، فون کا رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ جارج بول رہا ہوں''...... اس آدمی نے بڑے سخت اور کھردرے سے لہجے میں کہا۔

''ریمزے بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کیا رپورٹ ہے''...... جارج نے اسی طرح کھردرے لہجے میں کہا۔

''آرنلڈ اس وقت اپنے خصوصی پوائنٹ تھری پر موجود ہے''۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کیسے معلوم ہوا۔ تفصیل بتاؤ''...... جارج نے کہا۔

''جناب۔ اس کا خاص آدمی روگر ہے۔ ہم نے اسے چیکنگ میں رکھا۔ پھر آرنلڈ کا فون آیا تو اس نے روگر کو فوری طور پر پوائنٹ تھری پر پہنچنے کا کہا۔ چنانچہ روگر اپنے آفس سے اٹھ کر پوائنٹ تھری پر گیا۔ ہم اس کا تعاقب اور نگرانی کرتے ہوئے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ میں اس پوائنٹ کے باہر سے بول رہا ہوں۔ روگر اندر چلا گیا ہے''...... ریمزے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''زیرو کراس براڈ سے چیک کرو کہ اس پوائنٹ پر کتنے آدمی موجود ہیں اور مجھے فوری رپورٹ دو''...... جارج نے کہا۔

''میں نے چیک کیا ہے جناب۔ کوٹھی میں آرنلڈ اور روگر کے علاوہ ایک اور آدمی موجود ہے جو یہاں مستقل طور پر رہ رہا تھا۔ ان افراد کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے''...... ریمزے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم وہیں رہو۔ میں خود وہاں آ رہا ہوں۔ ہم نے فوری طور پر یہاں ریڈ کرنا ہے''...... جارج نے کہا۔

''روگر اس دوران اگر واپس چلا جائے تو کیا اسے روکنا ہے''۔ ریمزے نے پوچھا۔

''ہمیں روگر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہماری دلچسپی صرف آرنلڈ تک محدود ہے''...... جارج نے کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جارج نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر

پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ وکٹر بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''وکٹر میرے ساتھ چلو۔ ہم نے آرنلڈ کے پوائنٹ تھری پر ریڈ کرنا ہے''...... جارج نے کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی جارج نے رسیور رکھا اور اٹھ کر میز کی سائیڈ سے ہو کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سیاہ رنگ کی کار میں سوار جارج اس کالونی کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا جہاں آرنلڈ کا خصوصی پوائنٹ تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر وکٹر موجود تھا جبکہ عقبی سیٹ پر جارج بیٹھا ہوا تھا۔

''تمہیں آرنلڈ کے خصوصی پوائنٹ کے بارے میں تو بخوبی علم ہو گا''...... جارج نے کہا۔

''یس باس۔ میں سینکڑوں بار وہاں گیا ہوں۔ مجھے تو اندرونی حصے کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے''...... وکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ تم بھی اس پوائنٹ پر کام کرتے رہے ہو۔ یہ بتاؤ کہ اس پوائنٹ پر آرنلڈ اپنی قیمتی اشیاء کہاں رکھتا ہے''...... جارج نے کہا۔

''نیچے تہہ خانہ بنا ہوا ہے باس۔ لیکن وہ کیسے کھلتا اور بند ہوتا

ہے اس کا علم صرف آرنلڈ کو ہی ہے''...... وکٹر نے جواب دیا۔

''کوئی بات نہیں۔ ہم اسے بم مار کر کھول لیں گے''...... جارج نے کہا تو وکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم آرنلڈ کے ساتھ اس پوائنٹ پر کام کرتے رہے ہو۔ کیا اس کے اندر جانے کا کوئی خفیہ راستہ بھی ہے''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جارج نے کہا۔

''نو باس۔ البتہ گٹر لائن کے ذریعے ہم خاموشی سے اندر پہنچ سکتے ہیں۔ وہاں موجود وکی کسی صورت ہمیں اندر داخل نہ ہونے دے گا۔ وہاں آرنلڈ نے انتہائی سخت حفاظتی نظام قائم کر رکھا ہے''...... وکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ یہ اچھی تجویز ہے''...... جارج نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد کار ایک رہائشی کالونی میں داخل ہو گئی۔

''ریمزے یہاں موجود ہے''...... جارج نے کہا تو وکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ایک سڑک کا موڑ مڑتے ہی انہیں ایک پارکنگ میں کھڑی سیاہ رنگ کی کار نظر آ گئی۔ اس کے ساتھ ہی ریمزے کھڑا تھا۔ وکٹر نے کار اس پارکنگ کی طرف موڑ دی۔ پھر جیسے ہی کار رکی جارج عقبی سیٹ سے نیچے اتر آیا۔

''کیا ہوا۔ آرنلڈ اندر ہے یا نہیں''...... جارج نے وہاں پہلے سے موجود ریمزے سے مخاطب ہو کر کہا۔

''روگر واپس چلا گیا ہے باس۔ اب اندر آرنلڈ اور اس کا ملازم

وکی موجود ہیں‘‘...... ریمزے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’اوکے۔ وکٹر تم جاؤ اور گٹر لائن سے گزر کر اندر پہنچو اور انتہائی خاموشی سے اس ملازم وکی کا خاتمہ کر دو۔ پہلے تو تمہاری کوشش ہونی چاہئے کہ آرنلڈ کو اس کا علم نہ ہو ورنہ وہ کسی خفیہ راستے سے فرار بھی ہو سکتا ہے اور اگر اسے معلوم ہو جائے تو پھر اسے بے ہوش کر دینا۔ اس کے بعد پھاٹک کھول دینا۔ آرنلڈ سے میں خود نمٹ لوں گا‘‘...... جارج نے کہا۔

’’یس باس‘‘...... وکٹر نے کہا اور تیزی سے چلتا ہوا پارکنگ سے نکل کر سڑک کراس کرتا ہوا وہ ایک سائیڈ گلی میں داخل ہو کر ان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

’’کون سی کوٹھی ہے‘‘...... جارج نے ساتھ کھڑے ریمزے سے پوچھا۔

’’وہ دائیں طرف نیلے رنگ کے بڑے پھاٹک والی کوٹھی باس‘‘۔ ریمزے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’ہونہہ۔ ٹھیک ہے‘‘...... جارج نے اثبات میں سر ہلایا۔

’’تمہیں چیک تو نہیں کیا گیا۔ وکٹر کہہ رہا تھا کہ اس کوٹھی میں چیکنگ کے انتہائی سخت سائنسی انتظامات ہیں‘‘...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جارج نے کہا۔

’’جناب۔ جو حفاظتی انتظامات ہیں وہ اندر داخلے کو روکنے کی حد تک ہیں۔ اندر سے باہر چیکنگ کا کوئی نظام نہیں ہے۔ میں نے

باقاعدہ اس بات کو چیک کیا تھا‘‘...... ریمزے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو جارج نے کوئی جواب دینے کی بجائے صرف اثبات میں سر ہلا دیا۔ ان دونوں کی نظریں اس نیلے رنگ کے پھاٹک پر جمی ہوئی تھیں۔ پارکنگ میں کاریں آ جا رہی تھیں لیکن وہ دونوں ایک سائیڈ پر کھڑے صرف کوٹھی کے پھاٹک کی طرف ہی متوجہ تھے۔ پھر تقریباً بیس پچیس منٹ کے طویل انتظار کے بعد انہیں کوٹھی کا چھوٹا پھاٹک کھلتا نظر آیا تو وہ بے اختیار چونک پڑے۔ چند لمحوں بعد وکٹر پھاٹک سے باہر آیا اور اس نے ہاتھ ہوا میں لہرایا۔

’’گڈ شو۔ تم یہیں رکو میں جا رہا ہوں‘‘...... جارج نے کہا اور پھر وہ پارکنگ سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے سڑک کراس کی اور پھر تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وکٹر اندر جا چکا تھا۔ چھوٹا پھاٹک کھلا ہوا تھا اور ایک سائیڈ پر کھڑا وکٹر نظر آ رہا تھا۔ جارج اندر داخل ہوا تو وکٹر نے آہستگی سے پھاٹک بند کر دیا۔ ایک سائیڈ پر کمرہ بنا ہوا تھا جس کے باہر ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کی گردن توڑ دی گئی تھی۔

’’یہ وکی کی لاش ہے باس۔ جب میں یہاں پہنچا تو یہ اتفاقاً گارڈ روم سے باہر نکل رہا تھا۔ میں نے اچانک اسے چھاپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی گردن توڑ دی۔ اس کے بعد گارڈ روم میں جا کر تمام حفاظتی انتظامات آف کر دیئے ہیں‘‘...... وکٹر نے سرگوشیانہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آرنلڈ کہاں ہے۔ وہاں چلو۔ اب اس سے دو دو ہاتھ ہو جائیں"...... جارج نے جیب سے ایک مشین پسٹل نکال کر ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا تو وکٹر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور پھر وہ اسے ایک کمرے کے بند دروازے کے سامنے لے آیا۔

"یہ آرنلڈ کا آفس ہے۔ دروازے کے نیچے سے لائٹ باہر آ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اندر موجود ہے"...... وکٹر نے اپنا منہ جارج کے کان کے قریب لے جا کر آہستہ سے کہا تو جارج نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے پوری قوت سے لات دروازے پر ماری تو دروازہ ایک دھماکے سے کھلتا چلا گیا اور جارج اندر داخل ہوا۔ سامنے ایک بڑی سی میز کے پیچھے آرنلڈ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جارج کو دیکھ کر حیرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا مشروب کا گلاس پہلے میز پر گرا اور پھر میز سے ٹکرا کر فرش پر جا گرا۔

"تم۔ تم یہاں"...... آرنلڈ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"خبردار۔ اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔ اپنے ہاتھ سر پر رکھ لو"...... جارج نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو آرنلڈ نے دونوں ہاتھوں کو سر پر رکھنے کے لئے حرکت دی لیکن دوسرے لمحے جارج یکلخت چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل نیچے جا گرا لیکن اس کے پیچھے اندر آنے والے وکٹر کے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل نے یکلخت

شعلے اگلے اور سامنے موجود آرنلڈ چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل عقبی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر گیا اور پھر چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ وکٹر تیزی سے فرش سے اٹھتے ہوئے جارج کی طرف بڑھا۔ اس کے سینے پر ایک استرے نما پھل آدھے سے زیادہ گھسا ہوا تھا جسے جارج نے خود ہی کھینچ کر نکال لیا تھا۔

"باس۔ آپ ٹھیک ہیں نا"...... وکٹر نے اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"پہلے اسے چیک کرو۔ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ پھر کوئی میڈیکل باکس تلاش کرو"...... جارج نے اٹھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس جگہ اس نے ہاتھ رکھا ہوا تھا جہاں سینے سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔

"وہ تو مر چکا ہے۔ یہاں میڈیکل باکس ہوتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں"...... وکٹر نے تیز لہجے میں کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ریک کے سب سے نچلے خانے سے ایک میڈیکل باکس باہر نکالا اور اسے میز پر رکھ کر اس نے کھولا اور پھر اس نے سب سے پہلے جارج کا کوٹ اتارا۔ پھر اس کی شرٹ اتاری اور پھر اس کے زخم کو صاف کر کے اس نے اس کی باقاعدہ بینڈیج کر دی۔ پھر اس نے یکے بعد دیگرے دو انجکشن لگا دیئے۔ جارج کرسی کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں بند کئے بیٹھا ہوا تھا۔ بینڈیج سے خون بہنا بند ہو گیا تو وکٹر نے جارج کو دوبارہ شرٹ پہنائی اور اوپر سے کوٹ پہنا دیا۔

اب جارج کافی حد تک نارمل ہو گیا تھا۔

''صرف آدھ انچ کا فرق رہ گیا ورنہ یہ خنجر سیدھا دل میں گھس جاتا''...... جارج نے سر جھکا کر زخم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ آرنلڈ کا خاص حربہ ہے باس۔ اس کی کلائی میں یہ استرا نما خنجر مخصوص انداز میں بندھا ہوا ہوتا ہے اور اسے جھٹکے سے پھینکنے اور نشانے پر مارنے کی باقاعدہ اس نے ٹریننگ لی ہوئی ہے اور کئی بار اس نے اپنے اس حربے سے اپنے دشمنوں کو ہلاک بھی کیا ہے''۔ وکٹر نے کہا۔

''اوہ۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ بہرحال میں اسے زندہ رکھنا چاہتا تھا لیکن یہ مر گیا۔ اب ہمیں یہ فارمولا خود تلاش کرنا پڑے گا''۔ جارج نے کراہتے ہوئے کہا۔

''وہ ہم کر لیں گے باس۔ اگر آپ چل سکتے ہوں تو میں آپ کو ساتھ لے کر تہہ خانے میں چلوں''...... وکٹر نے کہا۔

''ہاں۔ بینڈیج ہونے اور انجکشن لگنے کے بعد میں کافی بہتر محسوس کر رہا ہوں ورنہ پہلے مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے جسم سے توانائی زخم کے راستے خون کے ذریعے نکلی چلی جا رہی ہو''...... جارج نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ وکٹر کے ساتھ اس کمرے سے باہر آ گیا اور پھر وکٹر اسے سہارا دے کر تہہ خانے میں لے آیا۔

''آپ پیچھے ہٹ جائیں۔ میں اس درمیانی دیوار کو بم مار کر

اڑاتا ہوں''...... وکٹر نے کہا۔

''آواز باہر نہ جائے ورنہ پولیس فوراً سر پر آ جائے گی اور یہاں دو لاشیں بھی پڑی ہیں''...... جارج نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

''یہ کم طاقت کا بم ہے باس''...... وکٹر نے کہا اور پھر جارج کے پیچھے ہٹ جانے پر اس نے جیب سے ایک کم طاقت کا ہینڈ گرنیڈ نکالا۔ اس کی پن کھینچی اور اسے سامنے دیوار پر جہاں تصویر لگی ہوئی تھی مار دیا۔ گونج دار دھماکہ ہوا اور پھر تہہ خانے میں مٹی اور ریت سی بکھر گئی۔ وہ دونوں سانس روکے کھڑے تھے۔ جب گرد اور دھواں بیٹھ گیا تو انہیں نظر آنا شروع ہو گیا۔ دیوار ٹوٹ گئی تھی اور دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ نظر آ رہا تھا جس کی دیوار میں ایک بڑا سا سیف بھی موجود تھا۔

''فارمولا اس سیف میں ہو گا''...... جارج نے کہا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ وکٹر اس کے ساتھ تھا۔

''اسے بھی توڑنا پڑے گا ورنہ یہ ایسے نہیں کھلے گا''...... جارج نے سیف کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''باس۔ میں اسے کھول سکتا ہوں''...... وکٹر نے کہا تو جارج چونک پڑا۔

''کیسے''...... جارج نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''میں نے چھ سال یہاں وہی کام کیا ہے جو یہاں وکی کرتا

تھا۔ یہ سیف نمبروں سے کھلتا ہے اور مجھے یہ نمبر معلوم ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آرنلڈ نے اسے اب تک نہیں بدلا ہو گا''...... وکٹر نے کہا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب تم نے اسے چھوڑ دیا تو وہ کیسے یہ نمبر قائم کر سکتا تھا''...... جارج نے کہا۔

''باس۔ یہ انسانی نفسیات ہے کہ وہ اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھتا ہے اس لئے ایسی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا''...... وکٹر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ چیک کر لو۔ اگر نہ کھلا تو پھر اسے بھی بم سے اڑا دینا''...... جارج نے کہا تو وکٹر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھا اور اس نے اسے کھولنے کے لئے اس پر موجود ڈائل پر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ نمبر پریس کر کے اس نے ہینڈل پکڑ کر اسے نیچے کی طرف جھٹکا دیا تو کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی سیف کھلتا چلا گیا۔

''حیرت ہے۔ انتہائی اہم معاملہ ہے یہ تو''...... جارج نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ سیف کے تمام خانوں میں غیر ملکی کرنسی بھری ہوئی تھی لیکن کوئی فائل یا فارمولا موجود نہ تھا۔

''فارمولا یہاں نہیں ہے۔ یا تو وہ سرے سے یہاں رکھا ہی نہ گیا تھا یا پھر اسے نکال لیا گیا ہے۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں روگر کو معلوم ہو گا۔ وہ آرنلڈ کا خاص الخاص آدمی ہے''...... جارج نے کہا۔

''یس باس۔ وہ واقعی ان دنوں آرنلڈ کا خاص آدمی ہے''۔ وکٹر نے جواب دیا۔

''جا کر ریمزے سے کہو کہ وہ کار یہاں لے آئے اور تم بھی اپنی کار لے آؤ اور سیف میں جتنی بھی کرنسی موجود ہے وہ سب نکال کر کاروں میں بھر لو۔ کم از کم کچھ تو وصول ہو ہی گیا ہے''۔ جارج نے مسکراتے ہوئے کہا تو وکٹر نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران رانا ہاؤس کے بلیک روم میں داخل ہوا تو وہاں راڈز میں جکڑا ہوا پیشہ ور قاتل کومب کرسی پر موجود تھا جبکہ اس کے سامنے ایک خالی کرسی موجود تھی۔ جوزف اور جوانا دونوں وہاں موجود تھے جبکہ عمران سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''یہ گیس سے بے ہوش ہے۔ اسے اینٹی گیس سونگھا کر ہوش میں لے آؤ''...... عمران نے کہا تو جوزف تیزی سے کمرے کے کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی۔ اس میں سے ایک بوتل اٹھا کر مڑا اور کومب کے قریب پہنچ کر اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا اور پھر بوتل کا دہانہ اس نے کومب کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی اور ڈھکن بند کر کے وہ واپس مڑا اور بوتل الماری میں رکھی اور پھر الماری بند کر کے وہ واپس آ کر عمران کی کرسی کے قریب کھڑا ہو گیا جبکہ جوانا کرسی کی

دوسری طرف کھڑا تھا۔ چند لمحوں بعد کومب کے جسم میں حرکت کے آثار نمایاں ہونے لگ گئے اور پھر مزید چند منٹ بعد اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھاتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک زور دار جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن فولادی راڈز میں جکڑا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔ اب اس کی نظریں سامنے موجود عمران اور اس کے دونوں اطراف میں کھڑے جوزف اور جوانا پر جیسے جم سی گئیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''تم کون ہو اور میں کہاں ہوں''...... کومب نے کہا۔

''تمہارا نام کومب ہے اور تم نے ٹائیگر کے ہوٹل میں جا کر اسے گولیاں ماری ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ یہ ٹاسک تمہیں کس نے دیا تھا۔ خود ہی بول دو ورنہ یہ دیو دیکھ رہے ہو۔ یہ تمہارے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ دیں گے''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''یہ سب غلط ہے۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ مگر میں تو اپنے کمرے میں تھا۔ یہ کون سی جگہ ہے''...... کومب نے کہا۔

''جوزف۔ جا کر کوڑا لے آؤ اور اس پر اس وقت تک کوڑا برساتے رہو جب تک یہ پارٹی کا نام نہ بتا دے لیکن خیال رکھنا اسے مرنا نہیں چاہئے''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو جوزف سر ہلاتا ہوا تیزی سے الماری کی طرف بڑھ گیا۔

''یہ۔ یہ کیا۔ کیا مطلب۔ میں بے قصور ہوں۔ تمہیں کوئی غلط

فہمی ہوئی ہے۔ میں نے کسی کو ہلاک نہیں کیا۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ مجھ پر ظلم مت کرو۔ میں بے گناہ ہوں''...... کومب نے یکلخت رو دینے والے لہجے میں چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا۔

''اداکاری مت کرو کومب۔ اب بھی وقت ہے سب کچھ بتا دو۔ تمہیں رہا کر دیا جائے گا ورنہ تمہاری لاش پر مکھیاں ہی بھنبھناتی نظر آئیں گی''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''مم۔ میں بے گناہ ہوں۔ میرا یقین کرو۔ میں بے گناہ ہوں۔ بے شک دوبارہ معلومات کر لو تم۔ ایک بے گناہ آدمی پر ظلم مت کرو''...... کومب نے پہلے کی طرح رو دینے والے لہجے میں کہا۔ اس دوران کوڑا پکڑے جوزف واپس آ گیا تھا۔

''شروع ہو جاؤ جوزف''...... عمران نے کہا تو جوزف نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

''میں بے گناہ ہوں۔ میں بے گناہ ہوں''...... کومب نے چیخ چیخ کر روتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے شڑاپ کی آواز کے ساتھ ہی کمرہ کومب کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔

''میں بے گناہ ہوں۔ یقین کرو میں بے گناہ ہوں''...... کومب نے چیختے اور روتے ہوئے کہا لیکن جوزف کا ہاتھ نہ رکا اور شڑاپ شڑاپ کی آوازوں کے ساتھ ہی کومب کی کربناک چیخوں سے کمرہ مسلسل گونجتا رہا۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ بتاتا ہوں۔ تم ظالم ہو''...... چوتھے کوڑے پر کومب نے روتے ہوئے کہا۔ کوڑے کی ضربوں نے اس کا لباس پھاڑ دیا تھا اور جسم پر زخم ڈال دیئے تھے۔ اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے مسخ سا ہو گیا تھا۔

''بتاؤ۔ سب کچھ بتا دو ورنہ''...... عمران نے ہاتھ اٹھا کر جوزف کو مزید کارروائی کرنے سے روکتے ہوئے کہا۔

''میں بے گناہ ہوں۔ مجھے مت مارو۔ مجھ پر ظلم مت کرو۔ یقین کرو میں بے گناہ ہوں''...... کومب نے روتے ہوئے کہا۔

''شروع ہو جاؤ جوزف۔ یہ خاصا سخت جان آدمی ہے''۔ عمران نے کہا تو کمرہ ایک بار پھر شڑاپ شڑاپ اور کومب کی چیخوں سے گونجنے لگا۔ پھر اچانک کومب کی گردن ڈھلک گئی تو جوزف نے ہاتھ روک لیا۔

''اس کے زخموں پر پانی ڈالو اور اسے پانی پلا کر ہوش میں لے آؤ''...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یہ کیسا آدمی ہے ماسٹر''...... اس قدر کوڑے اگر کسی چٹان پر پڑتے تو وہ بھی بول پڑتی''...... جوانا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مضبوط اعصاب کا مالک ہی اس طرح کے کام کر سکتا ہے''۔ عمران نے مختصر سا جواب دیا کیونکہ وہ جوانا کو یہ کہہ کر شرمندہ نہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ پیشہ ور قاتل ہے اس لئے اس کے اعصاب

بے حد مضبوط ہیں کیونکہ جوانا بھی عمران کے پاس آنے سے پہلے ایکریمیا کا معروف پیشہ ور قاتل تھا۔ جوزف نے الماری سے پانی کی دو بوتلیں لا کر ایک بوتل کا پانی کومب کے زخموں پر ڈال دیا تو پانی پڑتے ہی کومب نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو جوزف نے پانی کی دوسری بوتل کا ڈھکن ہٹا کر اس کا دہانہ کومب کے منہ سے لگا دیا۔ دو گھونٹ پانی حلق سے نیچے اترنے کے بعد وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا اور پھر اس طرح پانی پینے لگا جیسے پیاسا اونٹ پیتا ہے۔ جب آدھی سے زیادہ بوتل خالی ہو گئی تو جوزف نے بوتل ہٹائی اور اسے ایک طرف کر کے فرش پر رکھ دیا۔ کومب بری طرح کراہ رہا تھا۔ اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بری طرح مسخ ہو رہا تھا۔ اس کا جسم جکڑن کے دوران بھی اس طرح تڑمڑ رہا تھا جیسے اس کے پورے جسم میں بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہو۔

''بولو ورنہ ایک بار پھر جوزف کا ہاتھ حرکت میں آ جائے گا''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''مم۔ مم۔ میں بتاتا ہوں لیکن وعدہ کرو کہ مجھے ہلاک نہیں کرو گے''...... کومب نے کراہتے ہوئے اور رک رک کر کہا۔

''جو بولنا ہے بول دو۔ وعدے کا وقت گزر گیا ہے۔ بہرحال ہم تمہارا خیال رکھیں گے۔ بولو''...... عمران کا لہجہ مزید سرد ہو گیا۔

''مم۔ مم۔ مجھے آرنلڈ نے یہ کام دیا تھا''...... کومب نے کہا۔

''آرنلڈ۔ وہ کون ہے۔ تفصیل بتاؤ''...... عمران نے کہا۔

''برائٹ کلب کا مالک اور مینجر آرنلڈ۔ اس نے کہا تھا۔ پہلے بھی وہ مجھ سے کام کراتا رہا تھا''...... کومب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا حلیہ ہے آرنلڈ کا''...... عمران نے پوچھا تو کومب نے تفصیل سے حلیہ بتا دیا۔

''تم نے اسے کامیابی کی اطلاع دی تھی''...... عمران نے پوچھا۔

''ہاں۔ وہ تو میں نے دینی تھی''...... کومب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا نمبر ہے اس کا''...... عمران نے پوچھا تو کومب نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا۔ عمران اٹھا اور مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ بلیک روم سے نکل کر وہ اس کمرے میں آ گیا جہاں فون موجود تھا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور کومب کا بتایا ہوا نمبر پریس کر دیا۔

''یس۔ سمتھ بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

''کومب بول رہا ہوں۔ میں نے ایمرجنسی بات کرنی ہے آرنلڈ سے۔ انتہائی اہم بات۔ ان سے بات کرائیں''...... عمران نے کومب کی آواز اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''باس تو سپیشل پوائنٹ تھری پر ہیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کہاں ہے یہ پوائنٹ۔ جلدی بتاؤ ورنہ آرنلڈ کو بہت بڑا نقصان ہو جائے گا"...... عمران نے کومب کی آواز میں کہا۔

"مجھے جگہ کا علم نہیں ہے۔ البتہ وہاں کا فون نمبر بتا سکتا ہوں۔ آپ فون پر بات کر لیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی فون نمبر بتا کر اس نے رابطہ ختم کر دیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے سپیشل پوائنٹ کا فون نمبر پریس کرنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی لیکن کسی نے فون نہیں اٹھایا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"جوزف"...... عمران نے کہا تو دوسرے لمحے جوزف کمرے میں داخل ہو گیا۔ عمران کو علم تھا کہ جوزف لازماً دروازے کے باہر موجود رہے گا اس لئے اس نے اسے آواز دی تھی۔

"یس باس"...... جوزف نے کہا۔

"اسے آف کر دو اور لاش برقی بھٹی میں ڈال دو"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"...... جوزف نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا تو عمران نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

"یس۔ انکوائری پلیز"...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ڈائریکٹر ملٹری انٹیلی جنس بول رہا ہوں۔ ایک نمبر نوٹ کرو اور

چیک کر کے بتاؤ کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے"...... عمران نے لہجے کو بھاری بناتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ یس سر۔ بتائیں سر"...... دوسری طرف سے لڑکی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران نے نمبر بتا دیا۔

"اچھی طرح چیک کرنا۔ غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہوا کرتی"۔ عمران نے کہا۔

"یس سر۔ یس سر"...... لڑکی نے پہلے سے زیادہ گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

"ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں"...... چند لمحوں بعد لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"یس"...... عمران نے کہا۔

"سر۔ میں نے دو بار چیک کیا ہے۔ یہ نمبر روز کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ اے میں جیمز کے نام پر نصب ہے"...... لڑکی نے کہا۔

"اچھی طرح چیک کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اور سنو۔ کسی کو معلوم نہ ہو کہ اس نمبر کا مقام معلوم کیا گیا ہے۔ سمجھیں۔ اٹ از اسٹیٹ سیکرٹ"...... عمران نے کہا۔

"یس سر۔ میں سمجھتی ہوں سر"...... لڑکی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ پھر وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ اسے ایک خیال آیا اور وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک بار پھر رسیور

اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''صدیقی بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بدہان خود بول رہا ہوں''......عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''عمران صاحب آپ۔ شکر ہے آپ نے اتنی ہی ڈگریاں لیں ورنہ آپ جیسے ذہین شخص سے بعید نہیں کہ چالیس پچاس اور ڈگریاں بھی حاصل کر لیتے تو ہمارے تو کان پک جاتے سنتے سنتے''...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تم فورسٹارز کے چیف ہو اور فورسٹارز جس کے کاندھے پر موجود ہوں تو وہ بہت بڑا عہدیدار ہوتا ہے۔ وہ چاہے تو اعزازی ڈگریاں بھی دلا سکتا ہے۔ یہ کام تم کر دو''...... عمران نے کہا۔

''ہمارے فورسٹارز تو آپ جیسے ٹوئنکل سٹار کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ ویسے آج آپ نے فون کیسے کر لیا ہے۔ کوئی خاص بات''...... صدیقی نے کہا۔

''وہ ڈاکٹر کمال احسن والے کیس کا کیا ہوا۔ کوئی بات آگے بڑھی یا نہیں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بہت تلاش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کا کہیں سے کوئی سراغ ہی نہیں مل سکا۔ پھر آپ نے زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی اس لئے میں بھی خاموش ہو گیا۔ کیا کوئی پیش رفت ہوئی ہے''۔ صدیقی

نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اتنی پیش رفت ہوئی ہے کہ ٹائیگر گولیاں کھا کر ہسپتال پہنچ گیا ہے اور اس بار اس کا زندہ بچ جانا معجزہ قرار دیا جا رہا ہے''۔ عمران نے جواب دیا۔

''ٹائیگر کا یہ حال ہوا ہے۔ اوہ۔ کیا ہوا ہے۔ کس نے ایسا کیا ہے''...... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

''میں نے تمہارے فلیٹ کے قریب سے گزر کر ایک کالونی میں جانا ہے۔ تم باہر آ جاؤ۔ میں تمہیں پک کر لوں گا۔ پھر بات ہو گی۔ ویسے میں اس کیس کے سلسلے میں ہی جا رہا ہوں۔ میں نے سوچا کہ تم نے اس کیس پر کام کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی اس لئے تمہیں بھی ساتھ لے لیا جائے''...... عمران نے کہا۔

''بہت شکریہ عمران صاحب۔ میں ابھی فلیٹ کے نیچے پہنچ جاتا ہوں''...... صدیقی نے کہا تو عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

پہلے تو اس کا خیال تھا کہ وہ صدیقی کو اس کوٹھی پر بھیج کر معلومات حاصل کرے گا اور اسی لئے اس نے صدیقی کو فون بھی کیا تھا لیکن پھر اس نے خود ہی ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ وہ اس سوال کا جواب معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آرنلڈ نے ٹائیگر پر حملہ کیوں کرایا تھا۔ پھر اٹھتے اٹھتے وہ ایک بار پھر بیٹھ گیا۔ ابھی تک ٹائیگر سے اس کی بات نہیں ہوئی تھی اس لئے اس نے سوچا کہ وہ فون پر اس سے پوچھ لے اور اس کی خیریت بھی معلوم کر لے لیکن پھر اس نے

اراده تبدیل کر دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ٹائیگر نے تفصیل سے بات کرنی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کی طبیعت زیادہ گفتگو کرنے سے زیادہ بگڑ جائے۔ چنانچہ وہ اٹھا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار اس طرف کو بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں صدیقی کا فلیٹ تھا اور پھر صدیقی واقعی اسے سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر کھڑا نظر آ گیا۔ عمران نے کار اس کے پاس لے جا کر روکی تو صدیقی دروازہ کھول کر سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''ٹائیگر پر حملہ کس نے کیا ہے عمران صاحب۔ کیا یہ اسی فارمولے کا چکر ہے''...... رسمی سلام دعا کے بعد صدیقی نے بے چین سے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے ٹائیگر کے بارے میں تمام تفصیل بتا دی۔

''اوہ۔ تو آپ پچھلی رات سے اب تک مسلسل مصروف ہیں۔ آپ مجھے بتا دیتے''...... صدیقی نے چونک کر کہا۔

''بتایا تو ہے اور کیسے بتاتا''...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اس گریٹ لینڈ کی ایجنٹ مارگریٹ نے، آپ نے جس طرح بتایا ہے ٹائیگر کے پھیپھڑوں میں مصنوعی سانس پھونک کر بڑا احسان کیا ہے اس سے تو ملنا چاہئے''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ اسی لئے تو میں مسلسل حرکت میں ہوں کہ ان کے اس احسان کا بدلہ بھرپور انداز میں اتارا جا سکے''...... عمران نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا دیں گے آپ احسان کے بدلے میں''۔ صدیقی نے چونک کر کہا۔

''وہ فارمولا جس کے پیچھے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے لئے یہ بلینک مشن ہو گا لیکن پارکر اور مارگریٹ کے لئے تو یہ کامیاب مشن ہو گا اور یہی ان کے لئے بہترین تحفہ ہو سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کیا آپ اس کی کاپی نہیں رکھیں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''فارمولا ملنے کے بعد دیکھیں گے۔ پہلے اسے تلاش کر لیں''۔ عمران نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ٹائیگر پر ہونے والے حملے نے آپ کو اس معاملے میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ چونکہ مجھے اس فارمولے سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی اس لئے میں نے ٹائیگر کو اس ٹاسک پر لگا دیا تھا لیکن ٹائیگر پر اس انداز کے حملے کے بعد مجھے اس میں دلچسپی لینے پر مجبور ہونا پڑا جبکہ یہ میرے لئے بلینک مشن ہے۔ میرا مطلب ہے بے کار کوشش''۔ عمران نے کہا۔

''یہ آپ دوسری بار بلینک مشن کا نام لے رہے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہوا''...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''بلینک چیک کسے کہتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

"وہ چیک جس پر رقم وغیرہ نہ لکھی گئی ہو۔ دوسرے لفظوں میں خالی چیک"...... صدیقی نے کہا۔

"اس مشن میں مجھے کیا ملے گا۔ تمہارا وہ نقاب پوش چیف میرے لئے دنیا کا سب سے بڑا کنجوس بن جاتا ہے۔ پھر یہ کیس سیکرٹ سروس کا بھی نہیں۔ ایسی صورت میں فارمولا تو لے جائے گا گریٹ لینڈ اور میرے حصے میں کیا آئے گا۔ خالی مشن۔ مطلب ہے بے فائدہ مشن"...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"میرا خیال آپ سے مختلف ہے"...... صدیقی نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

"مختلف کیسے"...... عمران نے کہا۔

"بلینک چیک تو دنیا کا سب سے قیمتی چیک ہوتا ہے۔ جس قدر چاہو رقم لکھ لو۔ اس طرح بلینک مشن بھی آپ کو وہ فائدہ دے سکتا ہے جس کا شاید آپ کو تصور تک نہ ہو"...... صدیقی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے منہ میں گھی شکر۔ بشرطیکہ میری قوت خرید میں ہوئے تو"...... عمران نے کہا تو صدیقی ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"اب آپ جا کہاں رہے ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"ہسپتال۔ ٹائیگر سے ملنے"...... عمران نے جواب دیا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آرنلڈ جس نے ٹائیگر پر حملہ کرایا ہے اس کا پتہ تو معلوم ہو گیا ہے۔ وہ اپنے کلب کی بجائے روز کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ اے میں موجود ہے یا نہیں بھی ہے تو وہاں سے اس کا مزید کھوج لگایا جا سکتا ہے لیکن میں پہلے ٹائیگر سے مل کر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی کیا بات ہو گئی کہ آرنلڈ کو ایک پیشہ ور قاتل کی خدمات حاصل کرنا پڑیں اور مزید یہ کہ وہ فارمولا کہاں ہے اور کس کے پاس ہے"۔ عمران نے اس بار تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہسپتال پہنچ کر ڈاکٹر صدیقی سے ملے۔

"کیا حال ہے ڈاکٹر صاحب ٹائیگر کا"...... عمران نے رسمی سلام دعا کے بعد پوچھا۔

"اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے اور وہ ہوش میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے۔ البتہ ٹائیگر کو اس شخصیت کا بھی احسان مند ہونا چاہئے جس نے انتہائی نازک موقع پر اس کے پھیپھڑوں میں مصنوعی سانس پھونک کر انہیں حرکت میں رکھا ورنہ طبی لحاظ سے ٹائیگر موت کا شکار ہو چکا تھا"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ ڈاکٹر صمدانی نے بھی رات یہی کہا تھا۔ بس جب اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے تو وہ لوگوں کے دلوں میں بھی رحم ڈال دیتا ہے۔ کیا ہم ٹائیگر سے مل سکتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"ہاں آئیں"...... ڈاکٹر صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر ڈاکٹر صدیقی کی رہنمائی میں وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے تو بیڈ پر ٹائیگر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے عمران اور اس کے پیچھے صدیقی کو آتے دیکھا تو اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

"ارے۔ ارے۔ لیٹے رہو۔ حرکت مت کرو"...... سب سے آگے موجود ڈاکٹر صدیقی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو ٹائیگر۔ اللہ تعالیٰ نے بے حد کرم کیا ہے"۔ عمران نے آگے بڑھ کر اس کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ باس"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نئی زندگی مبارک ہو ٹائیگر"...... صدیقی نے بھی آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"بہت شکریہ"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"عمران صاحب۔ زیادہ طویل گفتگو نہیں ہونی چاہئے ورنہ خطرہ ہوسکتا ہے"...... ڈاکٹر صدیقی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں سمجھتا ہوں ڈاکٹر صاحب"...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران اور صدیقی دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"ہاں۔ اب یہ بتاؤ کہ آرنلڈ نے تم پر قاتلانہ حملہ کیوں کرایا"۔ عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

"آرنلڈ نے۔ تو یہ کومب کی بکنگ اس نے کی تھی"...... ٹائیگر نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ لیکن تم کیسے مار کھا گئے"...... عمران نے کہا۔

"میں نے گریٹ لینڈ کے ایجنٹس پارکر اور مارگریٹ کو اپنے کمرے میں ملاقات کا وقت دیا تھا۔ میں ان سے تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کے بعد فارمولے کی اہمیت کے پیش نظر آگے بڑھا جائے۔ میں کمرے میں لیٹا ہوا تھا کہ کال بیل بجی تو میں نے سمجھا کہ پارکر اور مارگریٹ آئے ہوں گے۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ کومب مجھے اچھی طرح جانتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر مجھے معمولی سا بھی وقت مل گیا تو وہ ناکام ہوسکتا ہے اس لئے اس نے دروازہ کھلتے ہی بغیر کوئی وقفہ دیئے مجھ پر فائر کھول دیا۔ میں گولیاں کھا کر پشت کے بل نیچے گرا۔ اس کے بعد میری آنکھ یہاں ہسپتال میں کھلی ہے"...... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"شاید کومب کے جانے کے فوری بعد پارکر اور مارگریٹ تمہارے پاس پہنچ گئے۔ ہاروے ان کے ساتھ تھا۔ تمہاری حالت بے حد مخدوش تھی۔ اس مارگریٹ نے تمہارے پھیپھڑوں کو حرکت میں رکھنے کے لئے تمہارے اندر مصنوعی سانس پھونکا۔ یہ بے حد مشکل اور ٹیکنیکل کام ہے لیکن مارگریٹ شاید اس کام کی باقاعدہ تربیت یافتہ تھی۔ بہرحال اس نے مہربانی کی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو

تمہارا بچنا ناممکن ہو جاتا''...... عمران نے کہا۔

''یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ اس نے اس کے دل میں رحم ڈال دیا ورنہ میری تو اس سے آج تک ملاقات بھی نہ ہوئی تھی''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''اب یہ بتاؤ کہ آرنلڈ نے تم پر حملہ کیوں کرایا''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اسے تفصیل سے ڈاکٹر کمال احسن کی لاش گٹر میں سفر کرنے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور سیوریج لائنوں کا نقشہ حاصل کرنے سے لے کر ماڈرن ٹریڈرز کے راجر کے آفس میں جا کر وہاں ڈکٹا فون لگانے سے لے کر اس سے ملنے والی معلومات، ڈاکٹر کمال احسن کے قاتل راجر اور فارمولا آرنلڈ کے پاس ہونے کے بارے میں بتا دیا۔

''پھر آرنلڈ کو اس بارے میں کیسے معلوم ہوا''...... عمران نے کہا۔

''اس کا معلومات حاصل کرنے کا وسیع نیٹ ورک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اسلحہ کے نیٹ ورک سے بھی متعلق ہے جس کا تعلق کافرستان سے ہے۔ خاصا بڑا گینگ ہے اس کا۔ اسے کسی طرح معلوم ہو گیا اور چونکہ وہ مجھے جانتا تھا اس لئے اس نے فوری طور پر مجھے راستے سے ہٹانے کے لئے کومب کی خدمات حاصل کر لیں۔ اب ٹھیک ہوتے ہی مجھے اس کومب اور پھر اس آرنلڈ سے نمٹنا پڑے گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کومب سے میں نمٹ چکا ہوں''...... عمران نے کہا اور پھر اسے تفصیل سے بتایا کہ پچھلی رات سلیمان کی طرف سے اطلاع ملنے کے بعد اب تک اس نے کیا کیا ہے۔

''آپ کی مہربانی ہے باس۔ اب آپ آرام کریں۔ میں خود ان سے نمٹ لوں گا''...... ٹائیگر نے ممنون بھرے لہجے میں کہا۔

''ابھی تم نے آرام کرنا ہے۔ تمہاری وجہ سے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ فارمولا حاصل کر کے اس مارگریٹ کو تحفے میں دے دوں گا جس نے اجنبی ہونے کے باوجود صرف انسانیت کی خاطر تمہاری جان بچانے کے لئے کوشش کی ہے''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اس آرنلڈ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ پوائنٹ تھری پر موجود ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس کا پوائنٹ تھری کہاں ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں باس۔ مجھے معلوم نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے ایسے اسمگلروں پر کبھی زیادہ توجہ نہیں دی لیکن اس کے کلب سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس کا اصل نام جیمز ہے اور اس نے آرنلڈ کوڈ نام اختیار کیا ہوا ہے۔ اس کے کلب کا اصل نام فالکن کلب ہے لیکن اس نے کلب کا کوڈ نام برائٹ کلب رکھا ہوا ہے۔ خاصا تیز اور شاطر آدمی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں اس کے مطابق یہ پوائنٹ

تھری روز کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ اے ہے۔ ہم وہیں جا رہے ہیں
لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ تم سے مزید تفصیلات حاصل کر لی
جائیں“...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب تم آرام کرو“...... عمران نے کہا اور پھر اس کے کاندھے
پر تھپکی دے کر واپس مڑ گیا اور صدیقی نے بھی ٹائیگر کے کاندھے
پر تھپکی دی اور پھر وہ بھی عمران کے پیچھے بیرونی دروازے کی طرف
بڑھ گیا۔

جارج پاکیشیا میں روسیاہی ایجنٹ تھا۔ وہ فارمولے کو روسیاہ کے
لئے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ گو اس نے آرنلڈ کو پچھتر لاکھ ڈالر کی آفر
بھی کی تھی لیکن وہ زیادہ رقم چاہتا تھا جو روسیاہی حکام دینے کے
لئے تیار نہ تھے لیکن فارمولا بھی وہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ
جارج نے فارمولا زبردستی حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس
سلسلے میں وہ آرنلڈ کے پوائنٹ تھری پر گیا تھا۔ پھر وہاں وہ خود تو
زخمی ہو گیا لیکن آرنلڈ اس کے ساتھی وکٹر کی فائرنگ سے فوری طور
پر ہلاک ہو گیا تھا۔ اس کوٹھی کے تہہ خانے کو بم مار کر کھولا گیا لیکن
وہاں سیف سے فارمولے کی بجائے غیر ملکی کرنسی دستیاب ہوئی اور
وہ یہ بھاری مالیت کی کرنسی لے کر واپس اپنے اڈے پر آ گئے تھے۔
اس کے ساتھی ریمزے نے جس نے اس کوٹھی کی نگرانی کی تھی
انہیں بتایا تھا کہ ان کے آنے سے قبل آرنلڈ کا خاص آدمی روگر

اس کوٹھی پر آیا اور پھر واپس چلا گیا تھا۔ یہ بھی انہیں معلوم تھا کہ روگر آرنلڈ کا خاص آدمی ہے اس لئے اب وہ روگر کی تلاش میں تھے۔ جارج اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا جبکہ اس کے ساتھی روگر کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جارج نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... جارج نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''ریمزے بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ریمزے کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ پتہ چلا اس روگر کا''...... جارج نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

''باس۔ روگر کار ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو چکا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جارج کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات پھیل گئے۔

''کار ایکسیڈنٹ میں۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ اب اس آرنلڈ کے کسی اور خاص آدمی کا پتہ چلاؤ''...... جارج نے کہا۔

''باس۔ میں نے متعلقہ تھانے سے معلومات حاصل کی ہیں۔ پولیس بظاہر تو اسے روڈ ایکسیڈنٹ کا نام دے رہی ہے لیکن پولیس افسران اس ایکسیڈنٹ پر شکوک بھی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ خاص طرح کا موبل آئل روگر کی کار آنے سے پہلے سڑک پر ڈالا گیا جس کی وجہ سے نہ صرف روگر کی کار بلکہ اس سے آگے

ایک کار اور اس کے عقب میں آنے والی دو کاریں بھی اس موبل آئل کی وجہ سے الٹ گئیں اور حادثات ہوئے۔ روگر کی کار کی رفتار بے حد تیز تھی اس لئے وہ ہوا میں قلابازیاں کھاتی ہوئی کافی دور جا گری اور روگر موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایکسیڈنٹ ہوا نہیں بلکہ باقاعدہ منصوبہ بندی سے کرایا گیا ہے''۔ ریمزے نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اگر ایسا ہوا بھی ہے تو بھی ہمارے لئے اس میں کیا مفاد ہے۔ یہ لوگ جرائم پیشہ ہیں۔ ایسا کسی بھی پیشہ ورانہ رقابت کی وجہ سے ہو سکتا ہے''...... جارج نے کہا۔

''باس۔ جب پولیس نے شکوک کا اظہار کیا تو میں نے اپنے طور پر ایکسیڈنٹ والی جگہ کے علاقے میں رہنے والے لوگوں سے معلومات حاصل کیں تو ایک اہم اطلاع ملی ہے کہ ایکسیڈنٹ سے تھوڑی دیر پہلے ایک سفید رنگ کی کار سڑک کی سائیڈ پر کھڑی دیکھی گئی۔ اس میں سے دو آدمیوں نے نیچے اتر کر کسی بڑے سے ڈبے میں سے موبل آئل سڑک پر ڈالا اور پھر وہ کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ اس کے فوراً بعد ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ اس سفید رنگ کی کار کا نمبر معلوم ہو گیا تھا۔ میں نے رجسٹریشن آفس سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ کار ریموس کی ہے''...... ریمزے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ ریموس کون ہے''...... جارج نے چونک کر پوچھا۔

"یہ لوگانو کلب کا مالک اور جنرل مینجر ہے۔ اس نے پیشہ ور قاتلوں کا ایک گروہ بنایا ہوا ہے اور یہ اس قسم کے بے داغ قتل کرانے کا ماہر ہے۔ کار کے بارے میں معلوم ہونے پر یہ بات طے ہے کہ یہ ایکسیڈنٹ ریموس نے کرایا ہے"...... ریمزے نے کہا۔

"کرایا ہوگا۔ لیکن ہمیں اس سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔ ہمیں تو فارمولا چاہئے۔ ہم اس بکھیڑے میں کیوں پڑیں کہ کس نے قتل کیا اور کس نے کرایا اور کیوں کرایا ہے"...... جارج نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"باس۔ ایک اور اہم اطلاع ہے۔ سرحدی گاؤں ڈونگری میں ایک اسلحے کا اسمگلر اور جرائم پیشہ آدمی کالا ناتھ کا ڈیرہ ہے اور اس روگر کی جیبوں کی تلاشی سے پولیس کو جو سامان ملا ہے اس میں ایک رسید بھی شامل ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ امانت وصول شد اور نیچے کالا ناتھ کے دستخط ہیں"...... ریمزے نے کہا تو اس بار جارج بے اختیار اچھل پڑا۔

"پھر تم اس سے کیا نتیجہ نکالتے ہو"...... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے باس جو غلط بھی ہوسکتا ہے کہ آرنلڈ نے آپ سے خوفزدہ ہوکر فارمولا اس روگر کے ذریعے کالا ناتھ کو بھجوا دیا ہے اور اسے امانت قرار دیا ہے اور واپسی پر روگر کسی وجہ سے ریموس

کے آدمیوں کے ہاتھوں ہلاک کرایا گیا"...... ریمزے نے کہا۔

"ہاں۔ اب اس لفظ امانت نے معاملے کو مشکوک کر دیا ہے۔ اب اس کالا ناتھ کو چیک کرنا پڑے گا۔ تم اس وقت کہاں ہو"۔ جارج نے پوچھا۔

"میں راجہ بازار کے قریب ہوں اور ایک پبلک فون بوتھ سے آپ کو کال کر رہا ہوں"...... ریمزے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم واپس آ جاؤ۔ وکٹر کو بھی ساتھ لے لیں گے اور پھر ہم اس کالا ناتھ کے پاس چلیں گے"...... جارج نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"وکٹر بول رہا ہوں"...... رابطہ ہوتے ہی وکٹر کی آواز سنائی دی۔

"وکٹر۔ تیار رہو۔ ریمزے آ رہا ہے۔ ہم نے سرحدی گاؤں ڈونگری میں ایک اسمگلر کالا ناتھ پر ریڈ کرنا ہے۔ فارمولا اس کالا ناتھ کی تحویل میں ہوسکتا ہے"...... جارج نے کہا۔

"کالا ناتھ۔ وہ تو اسلحے اور منشیات کا اسمگلر ہے اور وہاں اس کا خاصا بڑا گروپ موجود ہے"...... وکٹر نے کہا۔

"ہاں۔ اس روگر کا کار ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ ریمزے نے جو انکوائری کی ہے اس کے مطابق روگر فارمولا اس کالا ناتھ کو دے کر واپس آ رہا تھا کہ پیشہ ور قاتل ریموس کے

آدمیوں نے سڑک پر موبل آئل ڈال کر اس کی کار کو الٹا دیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کی جیب سے پولیس کو ایک رسید ملی ہے جس پر لکھا گیا ہے کہ امانت وصول شد اور نیچے کالا ناتھ کے دستخط تھے"۔ جارج نے ریمزے کی بتائی ہوئی باتیں مختصر طور پر بتا دیں۔

"باس۔ اس کالا ناتھ کے خلاف کارروائی کے لئے ہمیں پوری طرح مسلح ہونا چاہئے کیونکہ وہ اور اس کے ڈیرے کو انتہائی خطرناک سمجھا جاتا ہے"...... وکٹر نے کہا۔

"وہ لوگ صرف جرائم پیشہ ہیں جبکہ ہم تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ اسلحہ تو بہرحال ہمارے پاس ہو گا لیکن ہم نے اس کالا ناتھ کو زندہ پکڑنا ہے تاکہ اس سے فارمولا حاصل کیا جا سکے۔ اگر وہ بھی آرنلڈ کی طرح ہلاک ہو گیا تو ایک بار پھر ہم اندھیرے میں رہ جائیں گے اس لئے تم نے اپنے ساتھ بے ہوش کر دینے والی گیس کے پسٹل بھی رکھنے ہیں۔ وہاں کا ماحول دیکھ کر پھر کارروائی ہو گی"۔ جارج نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جارج نے رسیور رکھ دیا۔

پارکر اور مارگریٹ دونوں اپنی رہائش گاہ کے ڈائننگ روم میں
بھے ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔ رات کو نقشہ دیکھنے کے بعد وہ
ونوں خود کار لے کر روز کالونی گئے تھے اور انہوں نے کوٹھی نمبر
رہ اے بھی چیک کر لی تھی لیکن اس کوٹھی کے گیٹ پر موجود ایک
لراس لائن دیکھ کر وہ سمجھ گئے تھے کہ اس میں داخلے سے روکنے
ے لئے جدید ترین سائنسی انتظامات کئے گئے ہیں اور ان کے
یال کے مطابق ایسا رات کی وجہ سے کیا گیا تھا کہ چونکہ لوگ
ہاں آتے جاتے رہتے ہوں گے اس لئے دن کو ایسے انتظامات
ف کر دیئے جاتے ہوں گے۔ کوٹھی کی سائیڈ پر گلی تھی لیکن وہاں
ی ایسے انتظامات نظر آ رہے تھے جبکہ عقبی طرف اور دوسری سائیڈ
دوسری کوٹھیاں تھیں اس لئے پارکر اور مارگریٹ نے فیصلہ کیا کہ
دن کے وقت اندر جانے کی کوشش کریں گے ورنہ اب رات کو

کوشش کے نتیجے میں سائرن بھی بج اٹھتے اور پولیس بھی آ سکتی تھی اور ان کے لئے خطرات بھی بہرحال تھے۔ چنانچہ رات کو وہ واپس آ گئے۔ اس وقت خاصا دن چڑھ آیا تھا اور وہ بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

''اب چلنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ آرنلڈ وہاں سے نکل جائے اور ہمیں ایک بار پھر مرفی کو بڑی رقم دینی پڑ جائے''...... پارکر نے اٹھتے ہوئے کہا تو مارگریٹ نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ دونوں تیار ہو کر باہر لان میں آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار ایک بار پھر روز کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ضروری اسلحہ ان کی جیبوں میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد کار روز کالونی میں داخل ہو کر اس سڑک پر پہنچ گئی جہاں نیلے رنگ کے پھاٹک والی کوٹھی تھی جس کا نمبر بارہ اے تھا۔ یہاں سڑک کی دوسری طرف کچھ فاصلے پر جنرل پارکنگ بنی ہوئی تھی اس لئے پارکر نے کار اس پارکنگ میں روکی۔ نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے تیز تیز قدم اٹھاتے سڑک کراس کر کے آرنلڈ کی اس کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کوٹھی کا پھاٹک بند تھا لیکن چھوٹا پھاٹک تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ پارکر نے ہاتھ اٹھا کر کال بیل کا بٹن پریس کر دیا لیکن جب کافی دیر تک کوئی آدمی باہر نہ آیا۔ تو پارکر نے چھوٹے پھاٹک کو دبایا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ پارکر اندر داخل ہو گیا لیکن وہ بے حد چوکنا تھا۔

''کوٹھی تو خالی لگتی ہے''...... پارکر نے مڑ کر اندر آتی ہوئی ارگریٹ سے کہا۔

''ہاں۔ لگتا تو ایسے ہی ہے''...... مارگریٹ نے کہا اور اس کے اتھ ہی اس نے پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی بند کر دی۔ پھر وہ یہ دیکھ کر چونک پڑے کہ پھاٹک کے ساتھ بنے ہوئے گارڈ روم کی ائیڈ میں ایک نوجوان آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی جسے گردن توڑ کر ہلاک کیا گیا تھا۔

''اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہاں تو خون خرابہ ہوا ہے''...... پارکر نے کہا ر پھر وہ تیزی سے برآمدے کی بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں شین پسٹل موجود تھا اور وہ بے حد چوکنا دکھائی دے رہا تھا۔ وڑی دیر بعد وہ دونوں ایک کمرے میں داخل ہوئے تو یہ کمرہ دفتر ے انداز میں سجایا گیا تھا اور وہاں کمرے کے فرش پر آرنلڈ کی ں پڑی تھی۔ انہیں چونکہ مرفی نے آرنلڈ کی تصویر مہیا کر دی تھی لئے وہ آرنلڈ کو دیکھتے ہی پہچان گئے تھے۔ اس کے سینے اور ٹ میں گولیاں لگی تھیں اور شاید وہ نیچے گرتے ہی ہلاک ہو گیا ۔ گولیوں کا رخ بتا رہا تھا کہ اسے دروازے سے گولیاں ماری گئی ا جب وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

''ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی اور پارٹی ہم سے پہلے ں پہنچ کر واردات کر چکی ہے''...... پارکر نے کہا۔

''لیکن ایسا ان کے اپنے گروہی معاملات کے نتیجے میں بھی تو

ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس واردات کا مقصد فارمولا نہ ہو۔
ہمیں یہاں کی مکمل تلاشی لینا ہو گی''...... مارگریٹ نے کہا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔ یہ اینگل بھی ہو سکتا ہے۔ تم یہاں کی تلاشی لو۔ میں دوسرے کمرے میں دیکھتا ہوں''...... پارکر نے کہا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک تہہ خانے میں پہنچ کر ٹھٹھک گیا کیونکہ وہاں کا ماحول بتا رہا تھا کہ وہاں باقاعدہ دیوار پر بم مارا گیا ہے۔ دوسری طرف بھی ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں سامنے کی دیوار میں ایک بڑا سا سیف تھا۔ سیف کا دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن اس کے تمام خانے یکسر خالی تھے۔ اس سیف کے علاوہ وہاں اور کچھ نہ تھا۔ وہ واپس مڑا اور باہر آ کر وہ اس طرف بڑھا جہاں آرنلڈ کی لاش پڑی تھی۔ اسی لمحے مارگریٹ کمرے سے باہر آ گئی۔

''یہاں تو کسی قسم کی کوئی فائل موجود نہیں ہے''...... مارگریٹ نے کہا۔

''یہاں نیچے تہہ خانے میں باقاعدہ کارروائی کی گئی ہے۔ آؤ میرے ساتھ''...... پارکر نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

''کارروائی۔ کیسی کارروائی''...... مارگریٹ نے چونک کر پوچھا۔

''تہہ خانے کی ایک دیوار پر بم مار کر اسے توڑا گیا ہے۔ دوسری طرف ایک اور چھوٹا سا کمرہ ہے جس کی دیوار میں ایک بڑا سا سیف موجود ہے جو کھلا ہوا ہے اور بالکل خالی ہے''...... پارکر

نے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اس چھوٹے کمرے میں موجود تھے۔

''اس سیف کے کھلے ہونے کا مطلب ہے کہ کوئی پارٹی ہم سے پہلے یہاں پہنچی۔ اس نے آرنلڈ اور اس کے ساتھی کو ہلاک کیا اور پھر یہاں بم مار کر دیوار کو توڑا اور سیف کھول کر اس میں سے فارمولا نکالا اور واپس چلی گئی''...... پارکر نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا۔

''میرے خیال میں اس سیف میں فارمولا نہیں تھا''۔ مارگریٹ نے کہا تو پارکر بے اختیار چونک پڑا۔

''اس خیال کی وجہ''...... پارکر نے کہا۔

''پورا سیف مکمل طور پر خالی ہے۔ ایک فائل تو ایک معمولی سی جگہ گھیرتی ہے۔ اس بڑے سیف کے چار بڑے خانے ہیں اور ان میں ایک کاغذ بھی موجود نہیں ہے۔ اگر ان لوگوں کا ٹارگٹ فارمولا ہوتا تو وہ سیف کا باقی سامان نہ نکالتے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں کوئی اہم چیز ہو گی جیسے کوئی دستاویز یا کوئی اہم فائلیں اور وہ سب اٹھا کر لے گئے''...... مارگریٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہاری بات درست ہو سکتی ہے لیکن اب کیا کیا جائے۔ فارمولا تو اب یہاں بھی نہیں ہے''...... پارکر نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

''مرفی سے بات کرو۔ اس کے آدمی مزید معلومات حاصل کر

سکتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی سراغ اس پارٹی کا مل جائے گا۔ پھر اس پر ریڈ کر کے اصل صورت حال چیک کی جا سکتی ہے''...... مارگریٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہیں سے فون کر لیتے ہیں''...... پارکر نے مڑتے ہوئے کہا۔

''اوہ نہیں۔ یہاں سے مت کرو فون۔ ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ کسی بھی لمحے پولیس یہاں پہنچ سکتی ہے۔ بم کی آواز بہرحال کسی نہ کسی نے سنی ہو گی اور یہاں دو لاشیں بھی موجود ہیں اور ہمارے لئے اب یہاں مزید ٹھہرنا غلط ہے''...... مارگریٹ نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ چلو کوٹھی واپس جا کر مرفی کو فون کرتے ہیں''...... پارکر نے کہا اور پھر وہ دونوں عمارت سے نکل کر پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ چھوٹا پھاٹک کھول کر وہ باہر آ گئے۔ پھر پارکر نے چھوٹا پھاٹک بند کیا اور سڑک کراس کر کے پارکنگ کی طرف بڑھتے چلے گئے جہاں ان کی کار موجود تھی۔

عمران اور صدیقی ہسپتال سے نکل کر کار میں سوار روز کالونی کی طرف روانہ ہو گئے۔

''عمران صاحب۔ آرنلڈ نے یقیناً اپنے اس خصوصی پوائنٹ پر خصوصی انتظامات کر رکھے ہوں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''کئے ہوں گے تو کیا ہوا۔ ہم کوئی متبادل راستہ چیک کر لیں گے۔ بہرحال کام تو کرنا ہی ہے''...... عمران نے جواب دیا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار روز کالونی میں داخل ہو گئی۔ عمران نے ایک سڑک پر کار موڑی اور پھر آہستہ آہستہ اسے آگے لے جانے لگا۔

''یہ ہے کوٹھی نمبر بارہ اے''...... عمران نے بائیں ہاتھ پر ایک کوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جس کے پھاٹک کا رنگ نیلا تھا۔

"کار کہیں پارکنگ میں روکنا پڑے گی"...... عمران نے کہا۔

"وہ سامنے پارکنگ کا بورڈ موجود ہے"...... صدیقی نے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو عمران نے سر ہلاتے ہوئے کار کا رخ ادھر موڑ دیا۔ یہ جنرل پارکنگ تھی۔ وہاں دو کاریں پہلے سے موجود تھیں۔ عمران نے بھی کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ سائیڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا صدیقی بھی نیچے اترا تو عمران نے کار لاک کی اور پھر وہ دونوں پارکنگ سے نکل کر سڑک کراس کرتے ہوئے دوسری سائیڈ پر آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں نیلے پھاٹک کے سامنے موجود تھے۔ عمران نے ہاتھ اوپر کر کے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

"چھوٹا پھاٹک کھلا ہوا ہے عمران صاحب"...... سائیڈ پر کھڑے صدیقی نے کہا اور تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس نے چھوٹے پھاٹک کو اندر کی طرف دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

"اوہ۔ یہ تو لگتا ہے کہ کوٹھی خالی پڑی ہے"...... عمران نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر وہ اندر داخل ہوا تو صدیقی بھی اس کے پیچھے اندر داخل ہو گیا۔

"اوہ۔ یہ لاش۔ یہاں تو خاصی خونریزی ہوئی ہے"...... عمران نے گارڈ روم کی سائیڈ میں پڑی ہوئی ایک لاش کو دیکھتے ہوئے کہا۔ صدیقی نے پھاٹک کو بند کر کے لاک لگا دیا تاکہ ان کے عقب سے کوئی اندر داخل نہ ہو سکے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں

اندرونی عمارت تک پہنچ گئے۔ کوٹھی پر مکمل سکوت طاری تھا۔

"یہاں کوئی بڑی واردات ہو چکی ہے"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔

"اوہ۔ یہاں بھی ایک لاش پڑی ہوئی ہے"...... عمران نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ صدیقی بھی اندر آ گیا تھا۔

"یہ آرنلڈ کی لاش ہے۔ کومب سے میں نے اس کا حلیہ معلوم کر لیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم سے پہلے کارروائی کی جا چکی ہے"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میں باقی کمروں کو چیک کرتا ہوں۔ شاید کوئی زخمی یا زندہ آدمی مل جائے"...... صدیقی نے کہا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران نے اس کمرے جو آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا، کو چیک کرنا شروع کر دیا اور پھر اسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ کمرے کی پہلے ہی تلاشی لی جا چکی ہے اور پھر وہ اس کمرے سے باہر آیا ہی تھا کہ ایک طرف سے صدیقی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آیا۔

"عمران صاحب۔ نیچے ایک تہہ خانہ ہے جس کی ایک دیوار کو بم مار کر توڑا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس کی دیوار میں ایک سیف نصب ہے۔ اس سیف کا دروازہ کھلا ہوا ہے لیکن یہ بڑا سیف مکمل طور پر خالی ہے"...... صدیقی نے کہا۔

’’اوہ۔ پھر تو واقعی کارروائی ہو چکی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں کسی نے ریڈ کیا ہے اور وہ یہاں سے فارمولا لے اڑا ہے۔ اس سیف میں یقیناً فارمولا ہو گا۔ چلو میرے ساتھ۔ کہاں ہے تہہ خانہ‘‘...... عمران نے کہا اور پھر وہ صدیقی کے ساتھ تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ اس نے وہاں کا تفصیلی جائزہ لیا تو ایک طرف ایک چھوٹا سا بم کا ٹکڑا پڑا ہوا نظر آ گیا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے وہ ٹکڑا اٹھا لیا اور اسے انگلیوں میں گھما کر غور سے دیکھنے لگا۔

’’یہ تو روسیاہی ساختہ ہے۔ اس انداز کے بم صرف روسیاہ ہی بناتا ہے۔ یہ انتہائی کم طاقت کے ہوتے ہیں اور ان سے آواز بھی خاصی کم نکلتی ہے‘‘...... عمران نے بم کے اس ٹکڑے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

’’آپ کا مطلب ہے کہ یہ کارروائی روسیاہوں کی ہے‘‘۔ صدیقی نے کہا۔

’’ہو سکتا ہے کہ فارمولے کا سودا روسیاہ سے کیا گیا ہو لیکن فارمولا آرنلڈ لے اڑا اور ڈاکٹر کمال احسن کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ اس پر روسیاہی ایجنٹ حرکت میں آ گئے ہوں اور انہوں نے یہ واردات کی ہو اور فارمولا واپس لے گئے ہوں‘‘...... عمران نے کہا۔

’’آپ کی بات درست لگتی ہے لیکن اس کی تصدیق کیسے ہو‘‘...... صدیقی نے کہا۔

’’اصل بات یہ ہے کہ اگر ایسا ہے تو پھر روسیاہی ایجنٹ کون ہو

سکتے ہیں اور فارمولا اب کہاں ہے۔ میرا خیال ہے کہ ٹائیگر کو ان کے بارے میں معلوم ہو گا کہ یہاں روسیاہی ایجنٹ کون کون ہے۔ آؤ اسے فون کر کے پوچھ لیتے ہیں‘‘...... عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ اس آفس میں پہنچ گئے جہاں فون موجود تھا۔ عمران نے رسیور اٹھایا تو فون میں ٹون موجود تھی۔ اچانک اسے ایک خیال آیا تو وہ چونک پڑا کیونکہ فون کی ساخت بتا رہی تھی کہ اس میں میموری موجود ہے اور کال ٹیپ بھی ہو جاتی ہے جسے بعد میں سنا اور ڈیلیٹ کیا جا سکتا ہے۔ اس نے میموری کا بٹن دبایا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی بٹن پریس کر دیئے۔ دوسرے لمحے ایک آواز سنائی دینے لگی۔ یہ آواز آرنلڈ کی تھی کیونکہ اس نے اپنا نام لیا تھا۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے اپنا نام کالا ناتھ بتایا اور پھر ان دونوں کے درمیان بات چیت شروع ہو گئی اور جب کال ختم ہو گئی تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

’’سپیشل سروسز ہسپتال‘‘...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

’’ڈاکٹر صدیقی سے بات کرائیں۔ میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں‘‘...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

’’یس سر۔ ہولڈ کریں‘‘...... دوسری طرف سے مسکراتے ہوئے

لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو۔ ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ڈاکٹر صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب''...... عمران نے خوشگوار لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو آپ کی ڈگریوں سمیت پہچان گیا ہوں۔ فرمایئے''۔ ڈاکٹر صدیقی نے مسکراتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''ٹائیگر سے بات کرنی ہے اور وہ بھی فوراً۔ کوئی بندوبست ہو سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کیوں نہیں۔ آپ پانچ منٹ بعد سپیشل نمبر پر کال کر لیں۔ بات ہو جائے گی''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ شکریہ''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''ٹائیگر سے فوری بات کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی ہے''...... صدیقی نے کہا تو عمران نے اسے فون میموری میں موجود کال کے بارے میں بتا دیا۔

''اس کال میں ڈونگری کا نام لیا گیا ہے۔ یہ تو کافرستان کے ساتھ ایک سرحدی قصبہ ہے۔ البتہ کسی آدمی کالا ناتھ کا نام لیا گیا ہے۔ اس کال سے جہاں تک میں سمجھا ہوں اس کے مطابق آرنلڈ کو شاید خطرہ محسوس ہونے لگا تھا اس لئے اس نے فارمولا

اپنے کسی آدمی روگر کے ذریعے ڈونگری میں کالا ناتھ کو بطور امانت بھجوا دیا ہے۔ اگر واقعی ایسا تھا تو یہاں ہم سے پہلے ریڈ کرنے والے یقیناً خالی ہاتھ گئے ہوں گے اور اگر انہوں نے بھی فون میموری سے کال سن لی ہو گی تو وہ لازماً اب ڈونگری بھی ریڈ کریں گے۔ اس سارے معاملات پر میں ٹائیگر سے بات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ انڈر ورلڈ میں وہ ایسے سب کرداروں سے کسی نہ کسی حد تک واقف ضرور ہوتا ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ ڈاکٹر صدیقی نے اسے سپیشل نمبروں پر بات کرنے کے لئے کہا تھا اور یہ نمبر اسے ویسے ہی یاد تھے کیونکہ اکثر ان نمبروں پر بات ہوتی رہتی تھی۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔ لہجے میں ہلکی سی کمزوری کا شائبہ موجود تھا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی اپنی ڈگریاں بتانے سے باز نہیں آیا تھا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''آرنلڈ کے خصوصی پوائنٹ تھری پر میں اور صدیقی موجود ہیں۔ یہاں آرنلڈ کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ نیچے تہہ خانہ ہے۔ اس کی ایک دیوار کو بم مار کر توڑا گیا ہے۔ اندر ایک چھوٹا کمرہ ہے

جس میں بڑا سیف دیوار میں نصب ہے جو کھلا ہوا ہے لیکن اندر سے مکمل طور پر خالی ہے۔ بم کا ایک ٹکڑا میں نے دیکھا ہے۔ یہ کم پاور کا بم ہے جو یقیناً روسیاہی ساختہ ہے۔ ایسے بم مارکیٹ سے نہیں ملتے اور سوائے روسیاہ کے اور کوئی ملک اسے بناتا بھی نہیں اس لئے یقیناً یہ بم یہاں کسی روسیاہی ایجنٹ نے استعمال کیا ہے۔ تم یقیناً جانتے ہو گے کہ کتنے روسیاہی ایجنٹ یہاں کام کرتے ہیں اور ان میں سے کون اس فارمولے کے پیچھے آ سکتا ہے۔ ایک تو یہ بات ہو گئی، دوسری بات یہ کہ فون کی میموری چیک کرنے پر ایک کال سامنے آئی ہے جو آرنلڈ اور کسی کالا ناتھ کے درمیان ہوئی ہے۔ اس میں ڈونگری کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور کسی روگر کا بھی۔ تاثر یہی نکلتا ہے کہ آرنلڈ نے فارمولے کو بطور امانت اس کالا ناتھ کو ڈونگری بھجوایا۔ اب تم بتاؤ کہ روسیاہی ایجنٹوں کے بارے میں اور اس کالا ناتھ، روگر اور ڈونگری کے بارے میں کچھ جانتے ہو"۔ عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"باس۔ روسیاہی ایجنٹ یہاں پاکیشیا دارالحکومت میں ایک ہی ہے جو ویسے تو جرائم پیشہ نیٹ ورک کے متعلق ہے لیکن روسیاہ سے آنے والے افراد کی یہاں معاونت وہی کرتا ہے۔ اس کا نام جارج ہے اور کنٹری روڈ پر کنٹری کلب اس کا خاص اڈا ہے۔ یہ جارج لحیم شحیم آدمی ہے۔ بالکل کسی جنگلی بھینسے کی طرح۔ اس کے دو ساتھی بے حد اہم ہیں۔ ایک کا نام وکٹر ہے اور دوسرے کا نام ریمزے۔ زیادہ تر یہ دونوں ہی اس کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ جہاں تک کالا ناتھ کا تعلق ہے تو یہ سرحدی قصبے ڈونگری کا رہنے والا ہے۔ کافرستان کے ساتھ ڈرگ اور اسلحے کی اسمگلنگ کا بڑا نام ہے اس کا۔ ڈونگری میں اس کا بہت بڑا احاطہ ہے۔ بے رحم اور سفاک قاتل بھی ہے اور دارالحکومت کے بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد سے اس کے بڑے گہرے تعلقات ہیں"...... ٹائیگر نے آہستہ آہستہ بولتے ہوئے تفصیل بتا دی۔

"اس جارج کو تم نے دیکھا ہوا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"یس باس۔ میں اس سے کئی بار مل چکا ہوں۔ وہ لحیم شحیم آدمی ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اس کا حلیہ بتاؤ"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے حلیہ بتا دیا۔

"کالا ناتھ سے بھی کبھی ملے ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"یس باس۔ وہ دارالحکومت آتا رہتا ہے۔ اس کا حلیہ بھی بتا دیتا ہوں۔ وہ لمبے قد اور ورزشی جسم کا مالک گہرے سیاہ رنگ کا ہے۔ لڑنے بھڑنے میں تیز اور اسلحہ چلانے کا ماہر سمجھا جاتا ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ڈونگری جانے کا کون سا راستہ استعمال کیا جاتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"عید گاہ روڈ سے بائیں ہاتھ مڑ جائیں اور کالے احاطے کی سائیڈ سے سڑک سیدھی ڈونگری جا کر ختم ہوتی ہے"...... ٹائیگر نے

جس میں بڑا سیف دیوار میں نصب ہے جو کھلا ہوا ہے لیکن اندر
سے مکمل طور پر خالی ہے۔ بم کا ایک ٹکڑا میں نے دیکھا ہے۔ یہ کم
پاور کا بم ہے جو یقیناً روسیاہی ساختہ ہے۔ ایسے بم مارکیٹ سے
نہیں ملتے اور سوائے روسیاہ کے اور کوئی ملک اسے بناتا بھی نہیں
س لئے یقیناً یہ بم یہاں کسی روسیاہی ایجنٹ نے استعمال کیا ہے۔
تم یقیناً جانتے ہو گے کہ کتنے روسیاہی ایجنٹ یہاں کام کرتے ہیں
ور ان میں سے کون اس فارمولے کے پیچھے آ سکتا ہے۔ ایک تو یہ
بات ہو گئی، دوسری بات یہ کہ فون کی میموری چیک کرنے پر ایک
کال سامنے آئی ہے جو آرنلڈ اور کسی کالا ناتھ کے درمیان ہوئی
ہے۔ اس میں ڈونگری کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور کسی روگر کا بھی۔
تاثر یہی نکلتا ہے کہ آرنلڈ نے فارمولے کو بطور امانت اس کالا
ناتھ کو ڈونگری بھجوایا۔ اب تم بتاؤ کہ روسیاہی ایجنٹوں کے بارے میں
ور اس کالا ناتھ، روگر اور ڈونگری کے بارے میں کچھ جانتے ہو“۔
عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔
”باس۔ روسیاہی ایجنٹ یہاں پاکیشیا دارالحکومت میں ایک ہی
ہے جو ویسے تو جرائم پیشہ نیٹ ورک کے متعلق ہے لیکن روسیاہ سے
آنے والے افراد کی یہاں معاونت وہی کرتا ہے۔ اس کا نام جارج
ہے اور کنٹری روڈ پر کنٹری کلب اس کا خاص اڈا ہے۔ یہ جارج
حیم شحیم آدمی ہے۔ بالکل کسی جنگلی بھینسے کی طرح۔ اس کے دو
ساتھی بے حد اہم ہیں۔ ایک کا نام وکٹر ہے اور دوسرے کا نام

یمز ے۔ زیادہ تر یہ دونوں ہی اس کے ساتھ کام کرتے ہیں۔
ہاں تک کالا ناتھ کا تعلق ہے تو یہ سرحدی قصبے ڈونگری کا رہنے والا
ہے۔ کافرستان کے ساتھ ڈرگ اور اسلحے کی اسمگلنگ کا بڑا نام ہے
س کا۔ ڈونگری میں اس کا بہت بڑا احاطہ ہے۔ بے رحم اور سفاک
اتل بھی ہے اور دارالحکومت کے بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد سے
س کے بڑے گہرے تعلقات ہیں“...... ٹائیگر نے آہستہ آہستہ
ولتے ہوئے تفصیل بتا دی۔
”اس جارج کو تم نے دیکھا ہوا ہے“...... عمران نے پوچھا۔
”یس باس۔ میں اس سے کئی بار مل چکا ہوں۔ وہ لحیم شحیم آدمی
ہے“...... ٹائیگر نے جواب دیا۔
”اس کا حلیہ بتاؤ“...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے حلیہ بتا دیا۔
”کالا ناتھ سے بھی کبھی ملے ہو“...... عمران نے پوچھا۔
”یس باس۔ وہ دارالحکومت آتا رہتا ہے۔ اس کا حلیہ بھی بتا
دیتا ہوں۔ وہ لمبے قد اور ورزشی جسم کا مالک گہرے سیاہ رنگ کا
ہے۔ لڑنے بھڑنے میں تیز اور اسلحہ چلانے کا ماہر سمجھا جاتا
ہے“...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”ڈونگری جانے کا کون سا راستہ استعمال کیا جاتا ہے“...... عمران
نے پوچھا۔
”عید گاہ روڈ سے بائیں ہاتھ مڑ جائیں اور کالے احاطے کی
سائیڈ سے سڑک سیدھی ڈونگری جا کر ختم ہوتی ہے“...... ٹائیگر نے

جس میں بڑا سیف دیوار میں نصب ہے جو کھلا ہوا ہے لیکن اندر سے مکمل طور پر خالی ہے۔ بم کا ایک ٹکڑا میں نے دیکھا ہے۔ یہ کم پاور کا بم ہے جو یقیناً روسیاہی ساختہ ہے۔ ایسے بم مارکیٹ سے نہیں ملتے اور سوائے روسیاہ کے اور کوئی ملک اسے بناتا بھی نہیں اس لئے یقیناً یہ بم یہاں کسی روسیاہی ایجنٹ نے استعمال کیا ہے۔ تم یقیناً جانتے ہو گے کہ کتنے روسیاہی ایجنٹ یہاں کام کرتے ہیں اور ان میں سے کون اس فارمولے کے پیچھے آ سکتا ہے۔ ایک تو یہ بات ہو گئی، دوسری بات یہ کہ فون کی میموری چیک کرنے پر ایک کال سامنے آئی ہے جو آرنلڈ اور کسی کالا ناتھ کے درمیان ہوئی ہے۔ اس میں ڈونگری کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور کسی روگر کا بھی۔ تاثر یہی نکلتا ہے کہ آرنلڈ نے فارمولے کو بطور امانت اس کالا ناتھ کو ڈونگری بھجوایا۔ اب تم بتاؤ کہ روسیاہی ایجنٹوں کے بارے میں اور اس کالا ناتھ، روگر اور ڈونگری کے بارے میں کچھ جانتے ہو“۔ عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”باس۔ روسیاہی ایجنٹ یہاں پاکیشیا دارالحکومت میں ایک ہی ہے جو ویسے تو جرائم پیشہ نیٹ ورک کے متعلق ہے لیکن روسیاہ سے آنے والے افراد کی یہاں معاونت وہی کرتا ہے۔ اس کا نام جارج ہے اور کنٹری روڈ پر کنٹری کلب اس کا خاص اڈا ہے۔ یہ جارج لحیم شحیم آدمی ہے۔ بالکل کسی جنگلی بھینسے کی طرح۔ اس کے دو ساتھی بے حد اہم ہیں۔ ایک کا نام وکٹر ہے اور دوسرے کا نام

ریمز ہے۔ زیادہ تر یہ دونوں ہی اس کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ جہاں تک کالا ناتھ کا تعلق ہے تو یہ سرحدی قصبے ڈونگری کا رہنے والا ہے۔ کافرستان کے ساتھ ڈرگ اور اسلحے کی اسمگلنگ کا بڑا نام ہے اس کا۔ ڈونگری میں اس کا بہت بڑا احاطہ ہے۔ بے رحم اور سفاک قاتل بھی ہے اور دارالحکومت کے بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد سے اس کے بڑے گہرے تعلقات ہیں“...... ٹائیگر نے آہستہ آہستہ بولتے ہوئے تفصیل بتا دی۔

”اس جارج کو تم نے دیکھا ہوا ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”یس باس۔ میں اس سے کئی بار مل چکا ہوں۔ وہ لحیم شحیم آدمی ہے“...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اس کا حلیہ بتاؤ“...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے حلیہ بتا دیا۔

”کالا ناتھ سے بھی کبھی ملے ہو“...... عمران نے پوچھا۔

”یس باس۔ وہ دارالحکومت آتا رہتا ہے۔ اس کا حلیہ بھی بتا دیتا ہوں۔ وہ لمبے قد اور ورزشی جسم کا مالک گہرے سیاہ رنگ کا ہے۔ لڑنے بھڑنے میں تیز اور اسلحہ چلانے کا ماہر سمجھا جاتا ہے“...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ڈونگری جانے کا کون سا راستہ استعمال کیا جاتا ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”عید گاہ روڈ سے بائیں ہاتھ مڑ جائیں اور کالے احاطے کی سائیڈ سے سڑک سیدھی ڈونگری جا کر ختم ہوتی ہے“...... ٹائیگر نے

جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ شکریہ۔ اب تم آرام کرو۔ اللہ حافظ"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ پھر ایک خیال کے تحت اس نے رسیور دوبارہ اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"یس۔ پولیس ایمرجنسی"...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"روز کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ اے میں دو لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ پولیس بھجوا دیں"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ رسیور رکھ کر مڑا اور پھر کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں دوبارہ پارکنگ میں موجود اپنی کار تک پہنچ گئے تھے۔

"اب کیا پروگرام ہے عمران صاحب۔ اس جارج کو تلاش کریں یا پہلے کالا ناتھ سے دو دو ہاتھ کریں"...... صدیقی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ جارج نے ہی یہ کارروائی کی ہو گی۔ اس لئے لامحالہ وہ فارمولا لینے یہاں سے سیدھا ڈونگری گیا ہو گا۔ ہمیں بھی وہیں چلنا چاہئے۔ اگر وہاں فارمولا نہ ہوا تو پھر جارج کی طرف رخ کریں گے"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لمبے قد، ورزشی جسم کا مالک اور گہرے سیاہ رنگ کا آدمی جینز کی پینٹ اور گہرے سرخ رنگ کی شرٹ اور اس کے اوپر جینز کی ہی جیکٹ پہنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے میز پر فون کے ساتھ ہی شراب کی ایک بوتل بھی موجود تھی۔ بوتل کا ڈھکن ہٹا ہوا تھا اور وہ وقفے وقفے سے بوتل اٹھا کر منہ سے لگا لیتا اور پھر ایک لمبا گھونٹ لے کر وہ بوتل واپس میز پر رکھ دیتا۔ یہ کالا ناتھ تھا۔ اس سارے علاقے کا سب سے معروف اسمگلر اور جرائم پیشہ آدمی۔ اس کا احاطہ ڈونگری قصبے کی شمالی سمت قصبے سے کافی ہٹ کر بنا ہوا تھا۔ وسیع و عریض احاطے میں ایک سائیڈ پر کمروں کی قطاریں تھیں جن کے سامنے برآمدہ تھا۔ باقی کھلا صحن تھا جس میں چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں اور وہاں کافی افراد بیٹھے حقہ پینے اور باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ پھاٹک کھلا ہوا تھا اور وہاں مشین گنوں سے مسلح دو

افراد کھڑے تھے اور اندر برآمدے میں بھی مشین گنوں سے مسلح افراد ٹہلتے پھر رہے تھے۔ ایک سائیڈ پر باقاعدہ پورچ بنا ہوا تھا جس کے نیچے سفید اور سیاہ رنگ کی دو بڑی کاریں موجود تھیں۔ درمیانی کمرے میں کالا ناتھ کرسی پر بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے پر سختی کے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔ وہ مسلسل بوتل اٹھا کر منہ سے لگا کر لمبے لمبے گھونٹ لے رہا تھا کہ میز پر پڑے ہوئے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کالا ناتھ نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

''کالا ناتھ بول رہا ہوں''...... کالا ناتھ نے تیز لہجے میں کہا۔

''راجو بول رہا ہوں ناتھ''...... دوسری طرف سے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہاں۔ کچھ پتہ چلا''...... کالا ناتھ نے کہا۔

''ناتھ۔ یہ کام خود آرنلڈ نے کرایا ہے''...... دوسری طرف سے راجو نے جواب دیا تو کالا ناتھ بے اختیار اچھل پڑا۔

''کیا کہہ رہے ہو۔ کیا بھنگ تو نہیں پی لی تم نے۔ روگر اس کا خاص الخاص آدمی تھا اور تم کہہ رہے ہو کہ اس نے خود اسے مروایا ہے''...... کالا ناتھ نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں درست کہہ رہا ہوں ناتھ۔ یہ کارروائی ریموس نے ڈالی ہے اور اس نے مجھے بتایا ہے اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ریموس اور جو مرضی آئے کرے لیکن مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا''۔ راجو

نے کہا۔

''مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی اپنے خاص آدمی کو بغیر کسی وجہ کے اس طرح مروا دے''...... کالا ناتھ کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اسے اب بھی راجو کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''جو میں سمجھا ہوں ناتھ۔ اس کے مطابق یہ ساری کارروائی اس لفافے کو محفوظ کرنے کے لئے کی گئی ہے جو آرنلڈ نے روگر کے ذریعے تمہیں بطور امانت بھجوایا ہے''...... راجو نے کہا تو کالا ناتھ بے اختیار چونک پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ ہاں۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ آرنلڈ بار بار اس لفافے کی حفاظت کی تاکید کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ حفاظت کروں۔ اس درمیانی آدمی کو ختم کرا دیا گیا۔ اب دارالحکومت میں سوائے آرنلڈ کے اور کسی کو معلوم نہیں ہے کہ لفافہ کہاں ہے اور کس کے پاس ہے۔ ٹھیک ہے۔ اب بات سمجھ میں آ گئی ہے''...... کالا ناتھ نے اس بار قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور اس نے کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے لیکن دوسری طرف سے گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے رسیور نہ اٹھایا تو کالا ناتھ نے ایک بار پھر کریڈل دبایا اور چند لمحے خاموش رہنے کے بعد نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''لیاقت بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے

ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''کالا ناتھ بول رہا ہوں''...... کالا ناتھ نے تیز لہجے میں کہا۔

''یس ناتھ۔ کیا حکم ہے''...... دوسری طرف سے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''تم اس وقت کہاں ہو''...... کالا ناتھ نے پوچھا۔

''اپنے دفتر میں ناتھ۔ روز کالونی والے دفتر میں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''یہاں اس کالونی میں آرنلڈ کا خصوصی پوائنٹ ہے۔ کیا تم نے دیکھا ہوا ہے''...... کالا ناتھ نے کہا۔

''یس ناتھ۔ ہے تو اسی کالونی میں لیکن یہاں سے کافی فاصلے پر ہے۔ آپ حکم دیں''...... لیاقت نے کہا۔

''وہاں کوئی فون اٹنڈ نہیں کر رہا۔ تم جا کر معلوم کرو اور اگر آرنلڈ وہاں ہو تو اسے میرا پیغام دنے دو کہ وہ مجھے خود فون کرے''...... کالا ناتھ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی معلوم کر کے آپ کو کال بیک کرتا ہوں''...... لیاقت نے کہا تو کالا ناتھ نے رسیور رکھ دیا۔

''اگر یہ لفافہ اس قدر اہم ہے کہ اس کی خاطر آرنلڈ اپنے خاص آدمی روڈگر کو مروا سکتا ہے تو پھر اسے اس کی حفاظت کے لئے مجھے بھی دس پندرہ لاکھ ڈالر دینے چاہئیں''...... کالا ناتھ نے شراب کا گھونٹ لے کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد ہی فون

کی گھنٹی بج اٹھی تو کالا ناتھ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ ناتھ بول رہا ہوں''...... کالا ناتھ نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

''لیاقت بول رہا ہوں ناتھ''...... دوسری طرف سے لیاقت کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کیا ہوا۔ آرنلڈ موجود ہے وہاں یا نہیں''...... کالا ناتھ نے پوچھا۔

''ناتھ۔ آرنلڈ اور اس کا آدمی وکی دونوں کو اس کی کوٹھی میں ہی ہلاک کر دیا گیا ہے۔ وہاں پولیس موجود ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ کسی نے پولیس ایمرجنسی کو فون کر کے اطلاع دی ہے کہ کوٹھی میں لاشیں پڑی ہیں اور پولیس یہاں پہنچی تو یہاں واقعی دو لاشیں پڑی تھیں۔ ان میں سے ایک لاش آرنلڈ کی ہے۔ اس کی لاش پولیس کے مطابق اس کے آفس کے فرش پر پڑی ملی ہے۔ اسے گولیاں ماری گئی تھیں جبکہ دوسرا آدمی وکی نام کا ہے جو اس کوٹھی میں مستقل رہائش پذیر تھا۔ اس کی لاش باہر پھاٹک کے پاس گارڈ روم کے قریب پڑی ملی ہے۔ اسے گردن توڑ کر ہلاک کیا گیا ہے اور پولیس کے مطابق دونوں کو ہلاک ہوئے کافی وقت گزر چکا ہے''...... لیاقت نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ کھیل بہت اونچا ہے۔ ہماری توقع سے بھی اونچا۔ پہلے اس روڈگر کو آرنلڈ نے ہلاک کرایا۔

اب آرنلڈ کو کسی اور نے ہلاک کر دیا۔ وری بیڈ“...... کالا ناتھ نے تیز تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھا ہی تھا کہ یکلخت نامانوس سی بو اس کی ناک سے ٹکرائی اور اس نے اس بو کو شناخت کرنے کے لئے زور زور سے سانس لئے اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر سیاہ چادر سی پھیلتی چلی گئی۔ پھر جس طرح تاریکی میں پھلجھڑی سی چھوٹتی ہے اس طرح اس کے ذہن میں روشنیاں پھیلیں اور اس کے ساتھ ہی اسے درد کی لہریں اپنے جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ پہلے چند لمحوں تک تو اس کی آنکھوں کے سامنے دھند سی چھائی رہی اور پھر یکلخت دھند کا پردہ ہٹ گیا تو کالا ناتھ نے بے اختیار ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔ پھر اس کی نظریں سامنے موجود دو افراد پر جم گئیں۔ ان میں سے ایک جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا وہ لحیم شحیم جسم کا مالک تھا بالکل جنگلی بھینسے کی طرح جبکہ اس کی سائیڈ پر کھڑے آدمی کو دیکھ کر کالا ناتھ بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ کیا تم جارج ہو۔ روسیاہی ایجنٹ“...... کالا ناتھ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو کرسی پر بیٹھا ہوا آدمی بے اختیار چونک پڑا۔

”تم مجھے کیسے جانتے ہو“...... اس آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہارے ساتھ کھڑے وکٹر کو میں جانتا ہوں۔ میری اس سے

کئی بار ملاقاتیں ہو چکی ہیں اور تمہارا قد و قامت پورے دارالحکومت میں مشہور ہے اس لئے وکٹر کے ساتھ تمہیں دیکھتے ہی میں سمجھ گیا کہ تم روسیاہی ایجنٹ جارج ہو لیکن تم نے مجھے کیوں باندھ رکھا ہے اور میرے آدمیوں کا کیا ہوا ہے“...... کالا ناتھ نے تیز لہجے میں کہا۔

”تمہارے آدمی بے ہوش پڑے ہیں اور دو تین گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتے۔ اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو پھر ان سب کا قتل عام بھی کیا جا سکتا ہے“...... جارج نے سرد لہجے میں کہا۔

”تم کیا چاہتے ہو“...... کالا ناتھ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”جو امانت تمہیں آرنلڈ نے روگر کے ہاتھ بھجوائی تھی وہ ہمیں دے دو تو ہم خاموشی سے واپس چلے جائیں گے ورنہ“...... جارج نے ورنہ کے بعد یکلخت خاموش ہوتے ہوئے کہا تو کالا ناتھ بے اختیار ہنس پڑا۔

”یہ وقت بھی دیکھنا تھا کہ کالا ناتھ کو لوگ اس کے اڈے پر بیٹھ کر اس طرح دھمکیاں دیں گے۔ سنو۔ تم مجھے نہیں جانتے لیکن تمہارا یہ آدمی وکٹر میرے بارے میں بہت اچھی طرح جانتا ہے اس لئے مجھے دھمکیاں دینے کی ضرورت نہیں لیکن اگر میں انکار کر دوں کہ میرے پاس کوئی امانت نہیں ہے تو پھر“...... کالا ناتھ نے کہا۔

''تم نے روگر کو باقاعدہ رسید دی ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ امانت وصول شد اور نیچے تمہارے دستخط ہیں اور اسی رسید کو دیکھ کر تو ہم یہاں آئے ہیں ورنہ ہمیں علم نجوم تو نہیں آتا''...... جارج نے کہا تو کالا ناتھ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''سنو۔ آرنلڈ نے واقعی روگر کے ذریعے ایک سیلڈ لفافہ مجھے بطور امانت رکھنے کے لئے بھجوایا تھا۔ پھر اس نے ریموس کے ذریعے روگر کو جو اس کا خاص آدمی تھا روڈ ایکسیڈنٹ ظاہر کرتے ہوئے ہلاک کرا دیا۔ پھر وہ خود بھی ہلاک کر دیا گیا اور ہو سکتا ہے کہ تم نے اسے ہلاک کیا ہو یا کسی اور نے۔ بہرحال اب وہ ہلاک ہو چکا ہے اس لئے اب میں اس سے کئے گئے وعدے سے آزاد ہو چکا ہوں۔ اب تم سے اس لفافے کا سودا ہو سکتا ہے اور یہ بھی سن لو کہ تم چاہے میرے پچاس ٹکڑے کر ڈالو تم جبراً مجھ سے کچھ حاصل نہ کر سکو گے۔ اپنے آدمی سے پوچھ لو۔ یہ میرے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہے''...... کالا ناتھ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہم تم سے سودا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بولو۔ کتنے میں سودا کرو گے لیکن رقم سوچ سمجھ کر بتانا کیونکہ تم اس پوزیشن میں نہیں ہو کہ جو مرضی آئے مانگ لو اور ویسے بھی تمہیں تو سب کچھ مفت میں ملے گا''...... جارج نے کہا۔

''پہلے مجھے کھولو تاکہ میں محسوس کر سکوں کہ میں برابری کی سطح پر

م سے سودا کر رہا ہوں''...... کالا ناتھ نے کہا۔

''وہ بھی کر دیں گے لیکن اس وقت جب فارمولا ہمارے ہاتھ ں ہو گا''...... جارج نے کہا۔

''کالا ناتھ۔ کیا تم حلف دیتے ہو کہ تمہیں آزاد کرنے کے بعد تم غلط کارروائی نہیں کرو گے''...... جارج کے ساتھ کھڑے وکٹر نے کہا۔

''ہاں۔ حلف دیتا ہوں''...... کالا ناتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر بولو کتنی رقم لو گے۔ بولو پہلے''...... جارج نے کہا۔

''صرف پندرہ لاکھ ڈالرز۔ ایک ڈالر بھی کم نہیں''...... کالا ناتھ نے کہا۔

''سنو۔ آخری اور فیصلہ کن بات۔ دس لاکھ ڈالر کا گارینٹڈ چیک ہم تمہیں دیں گے اور فارمولا لے جائیں گے۔ بولو۔ ٹھیک ہے یا ہم دوسری کارروائی کریں۔ فارمولا ہم خود تلاش کر لیں گے۔ ہم عام جرائم پیشہ لوگ نہیں ہیں۔ تربیت یافتہ ہیں۔ ہم نے ایسی چیزوں کی تلاش کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہوئی ہے''...... جارج نے بڑے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے''...... کالا ناتھ نے کہا تو جارج نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چیک بک نکالی۔ اس کے ایک چیک پر رقم لکھ کر دستخط کئے اور پھر چیک کو چیک بک سے علیحدہ کر

دیا۔

''اب اسے کھول دو تاکہ یہ چیک دیکھ کر تسلی کر لے۔ اس کے بعد آگے کی کارروائی ہو گی''...... جارج نے کہا تو وکٹر نے آگے بڑھ کر وہ رسیاں کھول دیں جس سے کالا ناتھ کو باندھا گیا تھا اور رسیاں کھلتے ہی کالا ناتھ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''بیٹھ جاؤ کالا ناتھ۔ اب سودا ہو چکا ہے۔ اب ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو کچھ نہیں کہیں گے''...... جارج نے کہا تو کالا ناتھ واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔ جارج نے ہاتھ میں پکڑا ہوا چیک اس کی طرف بڑھا دیا۔ کالا ناتھ نے چیک لے کر اسے غور سے دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات پھیلتے چلے گئے۔

''ٹھیک ہے۔ آؤ۔ میں تمہیں وہ لفافہ دے دوں''...... کالا ناتھ نے چیک کو تہہ کر کے جیب میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں اس کمرے سے باہر لا کر ایک اور کمرے میں لے گیا۔ وہاں اس نے ایک الماری کھول کر اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو سرر کی آواز کے ساتھ ہی فرش کا ایک حصہ ہٹ گیا۔ وہاں سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔

''آؤ۔ یہ خفیہ تہہ خانہ ہے''...... کالا ناتھ نے کہا اور سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ جارج اور وکٹر اس کے پیچھے تھے۔ اس تہہ خانے کی ایک دیوار میں سیف نصب تھا۔ کالا ناتھ نے سیف کھولا اور اس

میں سے ایک سیلڈ لفافہ نکال کر جارج کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ لو۔ اسے اچھی طرح چیک کر لو۔ ویسے کا ویسا ہی ہے جیسے مجھ تک پہنچا تھا''...... کالا ناتھ نے کہا تو جارج نے لفافہ اس کے ہاتھ سے لے کر اس کی ایک سائیڈ کو پھاڑا اور اندر موجود فائل کو باہر نکال کر اس نے اسے چیک کرنا شروع کر دیا۔ پھر اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

''ٹھیک ہے۔ یہی ہمارا مطلوبہ فارمولا ہے۔ یہ لو وکٹر۔ اسے سنبھال کر رکھنا''...... جارج نے فائل کو دوبارہ لفافے میں ڈال کر وکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یس باس''...... وکٹر نے لفافہ لیتے ہوئے کہا۔

''او کے مسٹر کالا ناتھ۔ اب اجازت''...... جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کا ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا اور کالا ناتھ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ہاتھ مصافحے کے لئے اس کی طرف بڑھایا۔ دوسرے لمحے جارج کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا اور پھر اس سے پہلے کہ کالا ناتھ کچھ سمجھتا ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی کئی گرم سلاخیں اس کے سینے میں اندر تک اترتی چلی گئیں اور وہ چیختا ہوا پشت کے بل نیچے جا گرا۔

''اب فارمولا بھی محفوظ ہے اور ہم بھی ورنہ یہ کالا ناتھ کسی نہ کسی کو بتا دیتا کہ فارمولا ہم لے گئے ہیں اور اتنی بھاری رقم بھی

ہم نے واپس لینی تھی‘‘...... گرتے ہوئے کالا ناتھ کے کانوں میں جارج کے الفاظ پڑے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کا سانس اس کے گلے میں کسی بھاری پتھر کی طرح جم کر رہ گیا اور اس کے ذہن پر تاریکی پھیلتی چلی گئی۔ آخری احساس جو اس کے ذہن میں ابھرا تھا وہ یہی تھا کہ اس کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔

عمران نے کار ڈونگری کے مضافات میں واقع کالا ناتھ کے احاطے کے کھلے پھاٹک میں داخل کی۔ وہ یہاں تک پوچھتے ہوئے پہنچے تھے۔ اس کے ساتھ سائیڈ سیٹ پر صدیقی بیٹھا ہوا تھا لیکن جیسے ہی کار اندر داخل ہوئی وہ دونوں بے اختیار چونک پڑے۔

’’یہاں تو شاید قتل عام کیا گیا ہے‘‘...... عمران نے کار کو ایک جھٹکے سے روکتے ہوئے کہا اور بجلی کی سی تیزی سے نیچے اترا کیونکہ سامنے چارپائیوں پر دس بارہ افراد اوندھے سیدھے پڑے دکھائی دے رہے تھے۔ کچھ مسلح افراد برآمدے میں بھی جگہ جگہ پڑے دکھائی دے رہے تھے۔

’’یہ بے ہوش ہیں عمران صاحب۔ ہلاک نہیں ہوئے‘‘۔ صدیقی نے کار سے اتر کر دوڑ کر چارپائیوں کے قریب جاتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔ اندر چیک کرو۔ انہیں شاید گیس سے بے ہوش کیا گیا

ہے''...... عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں دوڑتے ہوئے برآمدے میں چڑھے اور مختلف کمروں کو چیک کرنے لگے۔

''ارے۔ یہاں کوئی خفیہ تہہ خانہ ہے''...... عمران نے ایک کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے چلا گیا جبکہ صدیقی دوسرے کمرے چیک کرنے لگا۔ عمران جیسے ہی نیچے اترا اس نے ایک لمبے قد اور ورزشی جسم کے مالک آدمی کو فرش پر بے حس و حرکت پڑے دیکھا۔ اس کے سینے سے خون اب بھی بہہ رہا تھا۔ گو اس کی آنکھیں بے نور تھیں لیکن وہ کھلی ہوئی ضرور تھیں۔ سائیڈ میں فرش پر بھی خون موجود تھا۔ اس آدمی کا رنگ گہرا سیاہ تھا۔ عمران نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا تو وہ زندہ ضرور تھا لیکن اس کی حالت بچنے والی نہیں تھی لیکن چونکہ وہ زندہ تھا اس لئے عمران نے اسے بچانے کی کوشش شروع کر دی۔ اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر مخصوص انداز میں مالش شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے بڑبڑانا شروع کر دیا اور عمران نے کان اس کے منہ کے قریب کر دیا۔

''دھوکہ۔ روسیاہی جارج دھوکہ۔ فارمولا لے گیا۔ دھوکہ''...... وہ آدمی مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔ پھر یکلخت اس کے جسم نے ایک زوردار جھٹکا کھایا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور دل دھڑکنا بھی بند ہو گیا۔ عمران نے دونوں ہاتھوں سے مالش شروع کر دی لیکن چند لمحوں بعد اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے

ہوئے ہاتھ ہٹائے اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''کیا ہوا عمران صاحب۔ پورے احاطے میں لوگ گیس سے بے ہوش پڑے ہیں۔ یہ کون ہے۔ اوہ۔ شاید یہ کالا ناتھ ہے۔ اسے گولیاں ماری گئی ہیں''...... صدیقی نے سیڑھیاں اتر کر عمران کے قریب آتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہی کالا ناتھ ہے۔ آؤ چلیں۔ یہاں بھی ہم سے پہلے کارروائی کی گئی ہے اور روسیاہی ایجنٹ جارج اس کالا ناتھ کو دھوکہ دے کر فارمولا لے گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ میں نے راستے میں اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا لیکن میں اسے پہچانتا نہ تھا اس لئے میں نے توجہ نہ دی''...... عمران نے کہا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا۔

''آپ کو یہ سب کس نے بتایا ہے۔ یہاں تو کوئی ہوش میں ہی نہیں ہے''...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے کالا ناتھ کی بڑبڑاہٹ کے بارے میں بتا دیا۔

''اوہ۔ شاید یہ قدرت کا نظام ہے کہ اس نے اسے اس وقت تک زندہ رکھا جب تک ہم یہاں نہیں پہنچ گئے اور اس نے اپنے قاتل کے بارے میں بتا دیا۔ ویسے آپ نے کہاں دیکھا تھا اسے''...... صدیقی نے کہا۔ وہ اب برآمدے سے اتر کر گیٹ کے قریب کھڑی کار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

''راستے میں نیلے رنگ کی کار دارالحکومت کی طرف جاتی ہوئی

دیکھی تھی۔ اس کی سائیڈ پر ایک لحیم شحیم آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے بھی اس کے قدوقامت کے بارے میں یہی بتایا تھا''...... عمران نے کار کو واپس موڑتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ یہاں اس قدر ہولناک واردات ہوئی ہے لیکن کوئی آدمی اس طرف نہیں آیا۔ اب بھی کوئی اس طرف نہیں آ رہا''...... صدیقی نے کہا۔

''یہ کالا ناتھ بہت بڑا اسمگلر اور بدمعاش ہے۔ ٹائیگر کے بقول یہ انتہائی سفاک فطرت آدمی تھا اس لئے شاید عام لوگ اس طرف کا رخ کرنے سے بھی گھبراتے ہوں۔ ویسے بھی تم نے دیکھا ہو گا کہ ہم نے جس سے بھی اس کے احاطے کے بارے میں پوچھا تو سب اس کا نام سنتے ہی بری طرح خوفزدہ ہو گئے تھے''...... عمران نے کہا۔ کار اب تیزی سے مین روڈ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

''اوہ۔ اس لئے آپ نے اسے بچانے اور ہسپتال پہنچانے کی کوشش نہیں کی''...... صدیقی نے کہا۔

''نہیں۔ میں نے اس کے دل کی مالش کی تھی کہ شاید اس کے دل کی دھڑکن نارمل ہو جائے اور پھر اسے کار میں ڈال کر ہسپتال تک پہنچایا جا سکے لیکن وہ ختم ہو گیا۔ وہ جو بھی تھا اس وقت وہ شدید زخمی تھا اور اسے بچانے کی کوشش کرنا میرا فرض تھا''۔ عمران نے جواب دیا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔ کیا اب ہم جارج کے خلاف کام کریں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ ہم نے ہر صورت میں فارمولا اس سے واپس لینا ہے''...... عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی جیب سے اپنا سیل فون نکالا اور کال کرنے کے لئے اس پر کام شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد سکرین پر سر سلطان کا نام ڈسپلے ہو گیا تو اس نے رابطے کا نمبر پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد رابطہ ہو گیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں سر سلطان''...... عمران نے گو اپنی ڈگریاں دوہرائیں تھیں لیکن اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ شاید ڈگریاں نام کے ساتھ دوہرانا اب اس کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔

''کوئی خاص بات۔ جو تم نے سپیشل فون پر رابطہ کیا ہے''۔ سر سلطان نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیا آپ کو معلوم ہے کہ روسیاہی سفارت خانے سے سفارتی بیگ کس وقت روسیاہ بھجوایا جاتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ بہرحال سفارتی بیگ رات کی فلائٹ سے بھجوائے جاتے ہیں۔ اب وہ روسیاہ جانے والی فلائٹ پر منحصر ہے کہ وہ رات کو کس وقت جاتی ہے۔ کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو''۔ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ایٹمی توانائی کے ایک فارمولے کے حصول کے لئے ہم کام کر رہے ہیں۔ یہ فارمولا گریٹ لینڈ سے پاکیشیائی سائنس دان چرا کر لے آیا تھا۔ اس نے اسے سپر پاورز کو فروخت کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مارا گیا۔ اب اس فارمولے کے پیچھے روسیاہی ایجنٹ کام کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ فارمولا ایک اسمگلر کی تحویل سے حاصل کر لیا ہے۔ ہم وہاں خاصی دیر سے پہنچے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یہ فارمولا فوری طور پر روسیاہی سفارت خانے نہ پہنچا دیا جائے تاکہ اسے سفارتی بیگ میں روسیاہ بجھوا دیا جائے۔ اس لئے پوچھ رہا تھا''...... عمران نے کہا۔

''پھر کیا کرنا چاہئے''...... کیا روسیاہی سفارت خانے کو روک دیا جائے کہ وہ سفارتی بیگ نہ بھجوائیں یا سفارتی بیگ کو ایئر پورٹ پر روک کر چیک کیا جائے۔ تم بتاؤ کیا چاہتے ہو''...... سرسلطان نے کہا۔

''آپ اپنے کسی سیکشن آفیسر کے ذریعے یہ معلوم کر لیں کہ عام حالات میں سفارتی بیگ کس وقت بھجوایا جاتا ہے۔ پھر اس بارے میں مزید سوچا جائے گا کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں۔ ویسے یہ میرا خیال ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایسا نہ ہو''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں معلوم کراتا ہوں۔ تم اس وقت کہاں ہو''۔ سرسلطان نے کہا۔

''میں آدھے گھنٹے بعد دوبارہ آپ کو کال کروں گا''...... عمران

نے کہا اور اس کے ساتھ ہی کال آف کر کے اس نے سیل فون سامنے ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔

''آپ واقعی بہت دور کی سوچتے ہیں۔ میرے ذہن میں یہ خیال تک نہیں آیا''...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

''تم چیف ہو۔ چاہے فورسٹارز کے ہی سہی۔ بہرحال چیف ہو اور چیف کو کیا ضرورت ہے سوچنے کی''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر عمران نے تقریباً نصف گھنٹے بعد سیل فون پر سرسلطان سے دوبارہ رابطہ کیا۔

''کیا رپورٹ ملی ہے سرسلطان''...... رسمی فقرات کی ادائیگی کے بعد عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

''ہاں۔ روسیاہی سفارت خانے سے سفارتی بیگ ہفتے میں دو روز سوموار اور جمعرات کو بھجوایا جاتا ہے اور رات دس بجے کی فلائٹ سے یہ بیگ بھیجے جاتے ہیں۔ آج جمعرات ہے اس لئے آج رات دس بجے بیگ بھجوایا جائے گا''...... سرسلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ابھی دس بجے میں چار پانچ گھنٹے رہتے ہیں اس لئے اگر ضرورت پڑی تو میں دوبارہ آپ کو فون کروں گا۔ ضرورت نہ پڑی تو پھر فون بھی نہیں کروں گا''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ تم نے مجھے لازماً بتانا ہے ورنہ مجھے بے چینی رہے

گی‘‘...... سرسلطان نے کہا۔

’’ٹھیک ہے۔ بتا دوں گا‘‘...... عمران نے کہا اور پھر اللہ حافظ کہہ کر اس نے فون آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا۔

’’اس کا مطلب ہے کہ آپ اب کنٹری کلب جائیں گے‘‘۔ صدیقی نے کہا۔

’’ہاں۔ ہم دارالحکومت پہنچنے والے ہیں۔ وہاں کسی فون بوتھ سے پہلے چیک کریں گے کہ جارج اس وقت کہاں ہے اور پھر آگے کارروائی کریں گے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’کیا آپ براہ راست کنٹری کلب فون کریں گے‘‘...... صدیقی نے پوچھا۔

’’نہیں۔ اس طرح وہ مشکوک ہو جائے گا۔ یہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو یہ معلومات مہیا کر سکتے ہیں‘‘...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر دارالحکومت پہنچ کر عمران نے ایک پبلک فون بوتھ کے قریب کار روکی اور نیچے اتر کر وہ فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اس نے جیب سے سکے نکالے اور پھر یہ سکے فون باکس میں ڈال کر اس نے رسیور اٹھایا۔ فون کے سرے پر نیلے رنگ کا بلب جلتے ہی اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

’’ایرو کلب‘‘...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

’’ہوبارٹ سے بات کرائیں۔ میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا

ں‘‘...... عمران نے کہا۔

’’پرنس آف ڈھمپ۔ یہ کیا ہوتا ہے‘‘...... لڑکی نے انتہائی رت بھرے لہجے میں کہا۔

’’آپ کو شاید تعلیم بالغان کے سکول میں داخل کرانا پڑے گا۔ س کا مطلب ہے شہزادہ اور ڈھمپ ہمالیہ کی ترائی میں ایک یاست ہے اور اس کا مطلب ہوا کہ ریاست ڈھمپ کا ہزادہ‘‘...... عمران نے باقاعدہ استادوں کی طرح وضاحت کرتے وئے کہا۔

’’سوری پرنس۔ میں نے دراصل یہ ڈھمپ کا نام پہلی بار سنا ہے‘‘...... لڑکی نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

’’ہوبارٹ نے پہلے بھی سن رکھا ہے اس لئے وہ فوراً بات کرے گا‘‘...... عمران نے کہا۔

’’یس سر۔ ہولڈ کریں پرنس‘‘...... لڑکی شاید اس کی ناراضگی دور کرنے کے لئے بار بار اسے پرنس کہہ رہی تھی۔

’’ہیلو۔ ہوبارٹ بول رہا ہوں‘‘...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

’’پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ آج تمہاری کارکردگی کا امتحان ہے۔ میں اس وقت رائل روڈ پر موجود ہوں اور یہاں سے تمہارے کلب تک پہنچنے میں مجھے نصف گھنٹہ لگ جائے گا جبکہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کنٹری کلب کا مالک اور مینجر جارج جو

روسیاہی نژاد بھی ہے اس وقت کہاں مل سکتا ہے۔ یہ مت کہنا کہ وہ
کلب میں نہیں ہے یا وہ رہائش گاہ پر بھی نہیں ہے۔ مجھے بہرحال
اس سے فوری ملنا ہے چاہے وہ پاتال میں ہی کیوں نہ پہنچ چکا ہو“۔
عمران نے کہا۔

”آ جائیں۔ حتمی معلومات مل جائیں گی“...... دوسری طرف
سے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا گیا۔

”اور ہاں۔ معاوضہ بھی نہ مانگنا۔ میں صرف نام کا ہی پرنس
ہوں“...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ مڑا اور فون بوتھ سے
نکل کر کار کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار ایک جھٹکے
سے آگے بڑھ گئی۔

”کچھ پتہ چلا“...... صدیقی نے کہا تو عمران نے اسے ہوبارٹ
سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتا دیا۔

”کیا ہوبارٹ واقعی حتمی معلومات حاصل کر لے گا“...... صدیقی
نے کہا۔

”دارالحکومت میں اس کا معلومات حاصل کرنے کا نیٹ ورک
بے حد وسیع ہے۔ تقریباً ہر کلب، ہوٹل، ریستوران اور اہم جگہوں
پر اس کے آدمی موجود ہیں۔ وہ فوری معلومات حاصل کرتا ہے اور
پھر انہیں بھاری معاوضے پر فروخت کرتا ہے۔ خاصا منافع بخش
کاروبار ہے اس کا“...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر
ہلا دیا۔ پھر تقریباً چالیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد کار ایک تین

نزلہ عمارت کے کمپاؤنڈ گیٹ میں مڑی اور سائیڈ پر بنی ہوئی
رکنگ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ پارکنگ میں کاروں کی تعداد زیادہ
ھی کیونکہ ابھی کلب میں رش کا وقت نہ ہوا تھا۔ یہاں رش رات
ونے سے شروع ہوتا تھا اور پھر ساری رات یہاں پیر رکھنے کی بھی
بگہ نہیں ہوتی تھی۔ عمران نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر نیچے اتر
کر اس نے کار لاک کر دی۔ اسی لمحے پارکنگ بوائے نے اسے
کارڈ دیا۔ عمران نے کارڈ جیب میں رکھا اور پھر وہ دونوں مین گیٹ
کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ہال میں کم افراد تھے۔ ایک طرف
خاصا بڑا کاؤنٹر تھا جہاں ایک لڑکی سامنے فون رکھے بیٹھی ہوئی تھی
جبکہ چار اور لڑکیاں بھی کاؤنٹر پر موجود تھیں۔

”یس پلیز“...... فون والی لڑکی نے عمران کو دیکھ کر کہا تو عمران
اس کی آواز سے ہی پہچان گیا کہ فون پر ڈھمپ کے نام پر حیران
ہونے والی لڑکی یہی تھی۔

”میں نے سوچا کہ آپ نے ابھی تک پرنس نہیں دیکھا تو میں
رونمائی بلکہ پرنس رونمائی کے لئے خود حاضر ہو جاؤں۔ میرا نام
پرنس آف ڈھمپ ہے“...... عمران نے کہا تو لڑکی کے چہرے پر
حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ شاید اس کے ذہن میں پرنس کی
تصویر کسی اور انداز کی تھی۔

”کیا۔ کیا آپ واقعی پرنس ہیں“...... لڑکی نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

''ڈھمپ ریاست اتنی غریب بھی نہیں کہ پرنس کے سر پر سونے اور جواہرات کا تاج نہ رکھ سکے اور شاہی جوڑا اور سلیم شاہی جوتا بھی نہ پہن سکے لیکن کنگ آف ڈھمپ بے حد کنجوس ہیں اس لئے ان کی زندگی تک آپ کو ایسا ہی پرنس برداشت کرنا پڑے گا''۔ عمران نے کہا تو لڑکی بے اختیار ہنس پڑی۔

''حکم فرمائیں پرنس''...... لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہوبارٹ کو اطلاع دی جائے کہ پرنس بنفس نفیس یہاں موجود ہیں تاکہ وہ چوبداروں کو بھیج کر شاہی جلوس کی صورت میں پرنس کا استقبال کر سکیں''...... عمران نے کہا تو لڑکی نے مسکراتے ہوئے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ کاؤنٹر پر موجود دوسری لڑکیاں بھی عمران کی باتیں سن کر مسکرا رہی تھیں۔

''کاؤنٹر سے بول رہی ہوں۔ پرنس آف ڈھمپ تشریف لائے ہیں''...... فون والی لڑکی نے کہا۔

''یس سر''...... دوسری طرف کی بات سن کر اس لڑکی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''باس آپ کے منتظر ہیں پرنس''...... لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر کیوں نے اسے دو چار روز اور انتظار کے مزے لینے دیں۔ سنا تو یہی ہے کہ انتظار میں بڑا مزا ہوتا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو لڑکی بے اختیار ہنس پڑی۔

''پرنس جلدی چلیں۔ ان کے باس انتظار کی سولی پر نجانے کب سے لٹک رہے ہوں گے''...... ساتھ کھڑے صدیقی نے کہا تو لڑکیاں بے اختیار چونک پڑیں۔

''اوہ۔ اوہ۔ واقعی کسی کو زیادہ دیر سولی پر لٹکانا نہیں چاہئے چاہے وہ انتظار کی سولی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ غیر انسانی فعل ہے۔ آؤ چلیں''...... عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا اور تیزی سے سائیڈ پر موجود لفٹ کی طرف بڑھ گیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ہوبارٹ کا آفس تیسری منزل پر ہے۔ انہیں اپنے عقب میں لڑکیوں کی گھٹی گھٹی ہنسی کی آواز سنائی دے رہی تھی اور عمران اور صدیقی دونوں کے چہروں پر ان کی ہنسی سن کر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہوبارٹ کے آفس میں داخل ہو رہے تھے۔ ہوبارٹ ادھیڑ عمر آدمی تھا لیکن چہرے مہرے سے وہ خاصا ہوشیار، چالاک اور شاطر ذہن کا مالک دکھائی دے رہا تھا۔

''ہاں۔ کچھ معلوم ہوا ہے جارج کے بارے میں''...... رسمی فقرات کی ادائیگی کے بعد عمران نے ہوبارٹ سے پوچھا۔

''ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے حتمی اطلاع ملی ہے کہ جارج اپنے کنٹری کلب کی بجائے کاؤنٹ کلب کے خفیہ آفس میں موجود ہے''...... ہوبارٹ نے جواب دیا۔

''کاؤنٹ کلب کے خفیہ آفس۔ کیا مطلب۔ اسے کس سے خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ وہ اپنا کلب چھوڑ کر کاؤنٹ کلب پہنچ گیا

ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کاؤنٹ کلب بھی جارج کی ہی ملکیت ہے لیکن وہ اسے اوپن نہیں کرتا۔ وہاں اس کا نائب سارٹو آل ان آل بنا ہوا ہے اور ظاہر یہی کیا جاتا ہے کہ سارٹو ہی کاؤنٹ کلب کا مالک ہے۔ دوسری بات یہ کہ سارٹو کے آفس کے بارے میں تو سب جانتے ہیں لیکن اس خفیہ آفس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا اور یہ بھی بتا دوں کہ جارج نے کوئی بڑا سودا کرنا ہوتا ہے تو وہ اسی آفس کو استعمال میں لاتا ہے ورنہ عام کام وہ اپنے کلب کے آفس میں بیٹھ کر کرتا رہتا ہے''...... ہوبارٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس سارٹو کو تو علم ہو گا اس خفیہ آفس کا''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ ظاہر ہے۔ لیکن یہ بتا دوں کہ اس آفس کا راستہ خفیہ آفس کے اندر سے کھولا جاتا ہے جبکہ اصل راستہ کہیں باہر ہے جس کے بارے میں صرف جارج یا اس کے خاص آدمی جانتے ہیں''...... ہوبارٹ نے کہا۔

''یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ سارٹو کو اس کے تمام راستوں کا علم نہ ہو اور سنو ہوبارٹ۔ ہم نے ہر قیمت پر جارج تک پہنچنا ہے اس لئے اگر تمہاری کوئی ہمدردی اس سارٹو سے ہے تو ابھی بتا دو۔ بعد میں گلہ نہ کرنا''...... عمران نے کہا۔

''سارٹو کا اسسٹنٹ سفارٹو میرا آدمی ہے۔ اس نے ہی مجھے اس بارے میں حتمی اطلاع دی ہے لیکن ایک بات بتا دوں۔ میں

نے اس سے اس خفیہ آفس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ تم نے یہ بات معلوم کرنی ہے لیکن اس نے بتایا کہ اس سے باقاعدہ حلف لیا گیا ہے اس لئے وہ نہیں بتا سکتا اور پلیز۔ تم بھی اسے مجبور نہ کرنا''...... ہوبارٹ نے کہا۔

''سارٹو سے تو تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ البتہ اس کے ساتھ سفارٹو یا میرے بارے میں کوئی بات نہ کرنا''...... ہوبارٹ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہو گا۔ اب بتاؤ کتنے پیسے تمہیں دیئے جائیں لیکن خیال رکھنا میں مفلس اور قلاش پرنس ہوں اس لئے تمہیں کوئی جاگیر نہیں بخشی جا سکتی''...... عمران نے کہا تو ہوبارٹ بے اختیار ہنس پڑا۔

''اس پر میرے پچاس ہزار ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ تم ایک لاکھ ڈالر دے دو''...... ہوبارٹ نے کہا تو عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے گارنٹڈ چیک بک نکالی اور اس میں سے ایک چیک علیحدہ کر کے اس پر لکھ کر دستخط کئے اور چیک ہوبارٹ کی طرف بڑھا دیا۔

''شکریہ''...... ہوبارٹ نے چیک کو دیکھ کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر چیک کو میز کی دراز میں رکھ لیا۔

''اب اجازت''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو ہوبارٹ بھی

اٹھ کھڑا ہوا۔

''عمران صاحب۔ مجھے کہنا تو نہیں چاہئے لیکن جارج بے حد تربیت یافتہ آدمی ہے۔ اس کے دو آدمی اس کے دست راست ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام وکٹر اور دوسرے کا نام ریمزے ہے۔ ان کا آپ نے خصوصی خیال رکھنا ہے اور اپنا بھی تحفظ کرنا ہے''...... ہوبارٹ نے کہا۔

''ہمارا تو کام ہی تربیت یافتہ ایجنٹوں سے نمٹنا ہے۔ البتہ عام بدمعاش ہمارے لئے مسئلہ بن جاتے ہیں۔ بہرحال تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سر آنکھوں پر''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے پیچھے صدیقی بھی سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔

پارکر اور مارگریٹ دونوں اپنی رہائش گاہ کے کمرے میں موجود تھے۔ دونوں کے چہروں پر ہلکی سی مایوسی کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا وہ فارمولے تک پہنچنے کی بجائے بار بار اندھیروں میں کھو جاتے تھے۔ ان کے چیف نے گو انہیں ایک ہفتے کا وقت دیا تھا لیکن ایک ہفتہ گزرے کافی دن ہو جانے کے باوجود وہ ابھی تک اندھیرے میں تھے۔ پارکر نے آرنلڈ کے خصوصی پوائنٹ سے واپسی پر فون کر کے مرفی کو ساری تفصیل بتا دی تھی اور اسے کہا تھا کہ وہ معلوم کرے کہ یہ ساری کارروائی کس نے کی ہے اور اب فارمولا کہاں ہے اور مرفی نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ مارگریٹ کے کہنے پر پارکر نے ہاروے سے بھی تفصیلی بات کی تھی اور اسے بھی کہا تھا کہ وہ بھی اپنے طور پر معلومات حاصل کرے اور اس وقت وہ دونوں ان کی طرف سے آنے والی کالز

کے منتظر تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو پارکر نے چونک کر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور ساتھ ہی لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''یس۔ پارکر بول رہا ہوں''...... پارکر نے کہا۔

''چیف ہارڈی بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے گریڈ ایجنسی کے چیف ہارڈی کی آواز سنائی دی تو پارکر کے ساتھ ساتھ مارگریٹ بھی اچھل پڑی کیونکہ جب سے وہ یہاں آئے تھے چیف پہلی بار کال کر رہا تھا۔ یہ بات دوسری تھی کہ چیف کے اسسٹنٹ سے ان کی بات ہوتی رہی تھی اور احکامات کے مطابق وہ جس جگہ کو چھوڑ کر نئی جگہ شفٹ ہوتے تو انہیں وہاں کا فون نمبر اسسٹنٹ کو بتانا پڑتا تھا تاکہ چیف جب بھی ان سے بات کرنا چاہے تو آسانی سے بات کر سکے۔

''یس چیف''...... پارکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا ہے۔ تم نے کوئی رپورٹ ہی نہیں دی۔ وہ ڈاکٹر ٹریس ہو سکا ہے یا نہیں''...... چیف نے قدرے سخت لہجے میں کہا تو پارکر نے اب تک ہونے والی پیش رفت بتا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ فارمولے تک وہ کسی بھی وقت پہنچ جائیں گے۔

''اس کا مطلب ہے کہ اس فارمولے کے خلاف کئی پارٹیاں حرکت میں ہیں لیکن کیا پاکیشیا سیکرٹ سروس بھی حرکت میں ہے یا نہیں''...... چیف نے کہا۔

''ایک آدمی ٹائیگر حرکت میں آیا تھا جس کے بارے میں بتایا

گیا تھا کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے کسی ایجنٹ عمران کا شاگرد ہے لیکن اسے بھی اس کے رہائشی کمرے میں گولی مار دی گئی ہے اور اسے جس حالت میں ہسپتال لے جایا گیا تھا اس کے بچ جانے کا ایک فیصد بھی امکان نہ تھا اس لئے وہ یقیناً ہلاک ہو گیا ہو گا۔ اس کے بعد کوئی مقامی آدمی سامنے نہیں آیا''۔ پارکر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ ہم نے بہرحال یہ فارمولا حاصل کرنا ہے''...... ہارڈی نے کہا۔

''یس سر''...... پارکر نے کہا تو دوسری طرف سے بغیر کچھ کہے رسیور رکھ دیا گیا تو پارکر نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''چیف ہم سے مایوس دکھائی دے رہا ہے۔ اس کا خاص فقرہ ویل ڈن ہوتا ہے لیکن اب اس نے ایک بار بھی ویل ڈن نہیں کہا''...... مارگریٹ نے کہا۔

''ہم نے کام ہی کوئی ایسا نہیں کیا کہ چیف ویل ڈن کہے۔ ہم تو اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھر رہے ہیں''...... پارکر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو پارکر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

''یس۔ پارکر بول رہا ہوں''...... پارکر نے کہا۔

''مرفی بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے مرفی کی آواز سنائی دی۔

''اوہ۔ کچھ معلوم ہوا۔ ہم انتظار کرتے کرتے اب پاگل پن کے قریب پہنچ چکے ہیں''...... پارکر نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

''آرنلڈ کا خاص آدمی روگر روڈ ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گیا ہے۔ وہ سرحدی قصبے ڈونگری سے واپس دارالحکومت آ رہا تھا۔ اسے آرنلڈ نے وہاں بھیجا تھا۔ جو معلومات میں نے حاصل کی ہیں ان کے مطابق ڈونگری میں ایک بدنام اسمگلر کالا ناتھ رہتا ہے جس کا احاطہ قصبے سے ہٹ کر ہے۔ اس روگر کی جیب سے پولیس کو جو سامان ملا ہے اس میں ایک رسید بھی شامل ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ امانت وصول شد اور نیچے کالا ناتھ کے دستخط ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آرنلڈ نے روگر کے ہاتھ فارمولا بطور امانت کالا ناتھ کو بھجوا دیا ہے اور روگر یہ فارمولا وہاں دے کر واپس آ رہا تھا کہ روڈ ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گیا۔ اس اطلاع کے ملنے پر میں نے اس کی کنفرمیشن کے لئے آدمی وہاں بھیجا تو وہ ایک نئی خبر لایا ہے کہ کالا ناتھ کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے اور اس کے سارے ساتھی بے ہوش پڑے تھے۔ گاؤں والوں نے انہیں بے ہوش دیکھ کر پولیس کو اطلاع دی اور پولیس نے ہی کالا ناتھ کی لاش اندر سے دستیاب کی ہے۔ اب وہاں پولیس کا پہرہ ہے اور وہاں کے لوگوں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چند لوگ جو دارالحکومت سے

آئے تھے گاؤں والوں سے کالا ناتھ کے احاطے کے بارے میں پوچھتے رہے ہیں۔ یہ شاید دو مختلف گروپ تھے جن میں سے ایک کے بارے میں یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ان میں سے ایک کیم شیم آدمی شامل تھا جو دیکھنے میں بالکل جنگلی بھینسا دکھائی دیتا تھا۔ یہ اطلاع ملتے ہی میں سمجھ گیا کہ کنٹری کلب کا مالک اور جنرل مینجر جارج ہو سکتا ہے جو روسیاہی ایجنٹ ہے۔ چنانچہ میں نے کنٹری کلب میں اپنے آدمیوں سے رپورٹ طلب کی اور مجھے جو رپورٹ ملی ہے اس کے مطابق وہ جارج اپنے دو خاص آدمیوں وکٹر اور ریمزے کے ساتھ کسی کارروائی میں مشغول رہا ہے اور اب وہ دونوں خاص آدمی تو کلب میں موجود ہیں لیکن جارج خود کافرستان چلا گیا ہے اور ایک ہفتے بعد واپس آئے گا''...... مرفی نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اس ساری بات سے کیا نتیجہ نکلا''...... پارکر نے کہا۔

''میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آرنلڈ نے فارمولا کالا ناتھ کو بھجوا دیا۔ جارج نے آرنلڈ سے معلومات حاصل کر کے اسے ہلاک کیا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں سمیت سیدھا ڈونگری پہنچا۔ وہاں اس نے بے ہوش کر دینے والی گیس کی مدد سے کالا ناتھ اور اس کے محافظوں کو بے ہوش کیا اور پھر کالا ناتھ پر تشدد کر کے اس سے فارمولا حاصل کیا اور اسے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کے دونوں آدمی وکٹر اور ریمزے بھی اس کے ساتھ تھے۔ اب فارمولا

ان دونوں کے پاس ہو گا جبکہ جارج کافرستان چلا گیا ہے تاکہ وہاں بیٹھ کر اطمینان سے اس کی سودے بازی کر سکے''...... مرفی نے باقاعدہ تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کا مطلب ہے کہ فارمولا وکٹر اور ریمزے میں سے کسی کے پاس ہوسکتا ہے''...... پارکر نے کہا۔

''ہاں۔ میں جارج کی فطرت جانتا ہوں۔ وہ فارمولا یہاں محفوظ کر کے خود کافرستان گیا ہے اور وہاں اطمینان سے سودے بازی کرے گا اور پھر بھاری رقم وصول کر کے فارمولا فروخت کر دے گا اور یہاں وہ سب سے زیادہ اعتماد وکٹر پر کرتا ہے۔ ریمزے بھی اس کا خاص آدمی ہے لیکن وہ فیلڈ میں رہتا ہے جبکہ وکٹر کنٹری کلب میں رہتا ہے اور یقیناً فارمولا جہاں بھی ہو گا وکٹر کی تحویل میں ہو گا''...... مرفی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کہہ رہے ہیں کہ جارج روسیاہی ایجنٹ ہے۔ پھر وہ سودے بازی کس سے کرے گا۔ اسے تو فارمولا فوراً روسیاہ بھجوا دینا چاہئے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے فارمولا یہاں روسیاہی سفارت خانے کے حوالے کر دیا ہو اور وہ سفارتی بیگ میں روسیاہ پہنچ جائے''...... پارکر نے کہا تو سامنے بیٹھی ہوئی مارگریٹ نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے یہی بات وہ بھی کرنا چاہتی تھی۔

''یہ اس کا پرائیویٹ مشن ہے۔ حکومت روسیاہ نے اسے یہ مشن نہیں دیا اور وہ دولت پرست آدمی ہے۔ وہ اب فارمولا روسیاہ کو

بھی باقاعدہ فروخت کرے گا اور ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے ملک کو بھی فروخت کر دے۔ اسے تو بھاری دولت چاہئے''...... مرفی نے جواب دیا۔

''ایسی صورت میں کیوں نہ ہم اس سے سودے بازی کر لیں تاکہ فارمولا تو محفوظ ہو جائے''...... پارکر نے کہا۔

''وہ یہاں کے کسی آدمی کے ذریعے یہ کام نہیں کرے گا۔ یہ بات نوٹ کر لیں''...... مرفی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ اب باقی کام ہم کر لیں گے''...... پارکر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''آؤ مارگریٹ۔ اب اس وکٹر سے فارمولا نکلوانا ہے''...... پارکر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تو مارگریٹ بھی سر ہلاتی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے اس علاقے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں کنٹری کلب تھا۔ رہائش گاہ سے چلنے سے قبل پارکر اور مارگریٹ دونوں نے شہر کا تفصیلی نقشہ ایک بار پھر چیک کر لیا تھا تاکہ رہائش گاہ سے کنٹری کلب تک پہنچنے میں انہیں کوئی پریشانی نہ ہو اس لئے پارکر بڑے اطمینان بھرے انداز میں کار چلاتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ پھر تقریباً پینتالیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ کنٹری روڈ پر پہنچ گئے اور چند لمحوں بعد انہیں بائیں ہاتھ پر کنٹری کلب کی عمارت نظر آ گئی جس پر کنٹری کلب کا نیون سائن موجود تھا۔ پارکر نے کار کمپاؤنڈ گیٹ میں موڑ

دی اور پھر سائیڈ پر موجود پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پارکنگ میں کاروں کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ شاید ابھی کلب میں رش کا وقت نہ ہوا تھا۔ کار پارکنگ میں روک کر وہ دونوں نیچے اترے تو پارکنگ بوائے نے انہیں پارکنگ کارڈ دیا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ہال بھی تقریباً خالی تھا۔ وہ دونوں ایک طرف بنے ہوئے کاؤنٹر کی طرف مڑے۔

''یس سر''...... کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی لڑکی نے پارکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''مسٹر وکٹر سے ملنا ہے''...... پارکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کا نام''...... لڑکی نے سامنے موجود فون کے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''مسٹر اور مسز پارکر۔ ہم گریٹ لینڈ میں اپنے کلب کے سلسلے میں ان سے چند مشورے کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ کلب کے معاملات کے ماہر ہیں''...... پارکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ یس سر۔ آپ نے درست سنا ہے''...... لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر رسیور اٹھا کر تیزی سے چند نمبر پریس کر دیئے۔

''کاؤنٹر سے وکٹوریا بول رہی ہوں سر۔ گریٹ لینڈ سے مسٹر

اور مسز پارکر تشریف لائے ہیں اور وہ آپ سے ملاقات چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا گریٹ لینڈ میں کلب ہے اور انہیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کلب کے معاملات میں ماہر ہیں اس لئے وہ آپ سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں''...... لڑکی نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے بات سن کر اس لڑکی نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا اور پھر ایک طرف موجود ایک نوجوان کو اشارے سے بلایا۔ نوجوان کے سینے پر سپروائزر کا بیج لگا ہوا تھا۔

''یس مس''...... نوجوان نے قریب آ کر کہا۔

''ان کی باس وکٹر کے آفس تک رہنمائی کرو''...... لڑکی نے کہا۔

''شکریہ''...... پارکر نے کہا اور پھر اس نوجوان کے پیچھے وہ تہہ خانے میں واقع ایک آفس تک پہنچ گئے۔ تہہ خانے کی ساخت دیکھ کر پارکر سمجھ گیا کہ یہاں کا راستہ علیحدہ ہو گا اور یہ ہال غیر قانونی جوئے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ ایک سائیڈ پر راہداری تھی جس کے آخری میں ایک دروازہ تھا۔ سامنے مشین گنوں سے دو مسلح آدمی کھڑے تھے۔ وہ دونوں نوجوان سپروائزر کو پارکر اور مارگریٹ کے ساتھ دیکھ کر ایک سائیڈ پر ہٹ گئے۔

''دروازہ کھلا ہے۔ آپ اندر تشریف لے جائیں''...... نوجوان نے دروازے کے قریب رک کر سائیڈ پر ہوتے ہوئے کہا تو پارکر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا

چلا گیا اور پارکر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے مارگریٹ بھی اندر داخل ہو گئی لیکن آفس خالی تھا۔ البتہ سائیڈ پر موجود واش روم سے روشنی باہر دکھائی دے رہی تھی۔ مارگریٹ نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی واش روم کا دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور ورزشی جسم کا آدمی باہر آ گیا۔ اس نے سوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ سامنے کھڑے پارکر اور مارگریٹ کو دیکھ کر اس طرح ٹھٹکا جیسے کوئی انتہائی حیرت انگیز بات ہو گئی ہو جبکہ پارکر کی نظریں بھی اس پر اس طرح چپکی ہوئی تھیں جیسے لوہا مقناطیس سے چمٹ جاتا ہے۔

”تم اور یہاں۔ کیا مطلب“...... پارکر کے منہ سے انتہائی حیرت بھرے انداز میں الفاظ نکلے۔ مارگریٹ کے چہرے پر بھی انتہائی حیرت کے تاثرات تھے جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

”پارکر تم اور مارگریٹ یہاں پاکیشیا میں۔ کاؤنٹر گرل نے تمہارے نام تو لئے تھے لیکن میں کبھی خواب میں بھی نہ سوچ سکتا تھا کہ تم ہو گے“...... وکٹر نے جھرجھری لے کر کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

”میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم ایکریمیا چلے گئے ہو لیکن تم تو یہاں پاکیشیا میں ہو۔ یہاں کیسے پہنچ گئے“...... پارکر نے بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”بس قسمت یہاں لے آئی ہے۔ تفصیل بھی کسی وقت بتا دوں

گا“...... وکٹر نے پارکر کے بعد مارگریٹ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ خود بھی ان دونوں کے ساتھ ہی سائیڈ پر موجود صوفے پر بڑے بے تکلفانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ وکٹر گریٹ لینڈ نژاد تھا اور وہ پارکر کا نہ صرف کالج اور کلاس فیلو رہا تھا بلکہ عملی زندگی میں آنے کے باوجود ان کے درمیان بے حد گہرے دوستانہ تعلقات رہے تھے۔ پھر پارکر اور مارگریٹ کی دوستی اور پھر شادی میں بھی وکٹر کا بڑا ہاتھ تھا۔ پارکر اور مارگریٹ تو ایجنسی میں شامل ہو گئے تھے لیکن وکٹر نے ایک کلب جائن کر لیا تھا۔ اسے ہوٹل اور کلب لائف بے حد پسند تھی اور وہ مزید آگے بڑھنے کے لئے ایکریمیا چلا گیا تھا۔ پھر کچھ عرصہ تک ان کے درمیان فون پر رابطہ رہا لیکن پھر کئی سالوں سے یہ رابطہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ اب اچانک وکٹر کو یہاں پاکیشیا میں دیکھ کر پارکر اور مارگریٹ اور ان دونوں کو یہاں دیکھ کر وکٹر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

”مجھے بتایا گیا تھا کہ تم دونوں کا گریٹ لینڈ میں کوئی کلب ہے اور تم اس بارے میں مجھ سے مشورہ لینا چاہتے ہیں۔ کیا تم نے ایجنسی چھوڑ دی ہے“...... وکٹر نے کہا۔ البتہ اس سے پہلے اس نے سائیڈ ریک سے شراب کی بوتل اٹھا کر ریک کے نچلے خانے سے تین گلاس اٹھا کر میز پر رکھے اور پھر بوتل کھول کر تینوں گلاسوں میں شراب انڈیلی اور پھر ایک ایک گلاس اس نے پارکر اور مارگریٹ کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"یہ تو تم تک پہنچنے کا بہانہ تھا۔ بہرحال اس پر بات بعد میں ہو گی۔ تم یہ بتاؤ کہ تم گریٹ لینڈ نژاد ہونے کے باوجود اس جارج کے تحت کیوں کام کر رہے ہو جو روسیاہی ایجنٹ ہے"...... پارکر نے کہا تو وکٹر بے اختیار اچھل پڑا۔

"تم کھل کر بات کرو مجھ سے۔ پھر بات ہو گی۔ لیکن ٹھہرو۔ میں اسے محفوظ کر لوں"...... وکٹر نے گلاس میز پر رکھتے ہوئے اٹھ کر دروازے کی سائیڈ پر موجود دیوار پر نصب سوئچ باکس کے نیچے لگے ہوئے ایک بٹن کو پریس کر دیا تو دروازے کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا۔

"اب یہ کمرہ ہر طرح سے محفوظ ہے اور کوئی مداخلت بھی نہیں کرے گا۔ ہاں۔ اب بتاؤ کہ تم جارج کے خلاف کام کر رہے ہو۔ اگر ایسا ہے تو کیوں"...... وکٹر نے دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں یقیناً معلوم ہو گا کہ جارج ان دنوں ایٹمی توانائی کے فارمولے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہا تھا اور تم بھی اس کے ساتھ تھے۔ آرنلڈ کو تم دونوں نے اس کے پوائنٹ تھری میں جا کر ہلاک کر دیا لیکن وہ اپنے خاص آدمی روگر کے ذریعے سرحدی قصبے ڈونگری کے اسمگلر کالا ناتھ کو فارمولا بھجوا چکا تھا۔ پھر تم نے وہاں پہنچ کر اس کالا ناتھ کے سارے ساتھیوں کو بے ہوش کر دیا اور کالا ناتھ سے فارمولا حاصل کر کے اسے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ اس

کے بعد جارج نے فارمولا تمہاری تحویل میں دیا اور خود وہ اس کا بڑی رقم پر سودا کرنے کافرستان چلا گیا۔ یہ فارمولا گریٹ لینڈ کی ملکیت ہے اور گریٹ لینڈ کے لئے انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ پاکیشائی نژاد ڈاکٹر کمال احسن اسے چوری کر کے گریٹ لینڈ سے یہاں پاکیشیا پہنچ گیا۔ اس نے اس کا سودا کارمن ایجنٹ کے اے کے ساتھ کرنا چاہا لیکن ڈاکٹر کمال احسن جس نے پلاسٹک سرجری کرا کر اپنے چہرے کو مستقل طور پر تبدیل کر لیا تھا، کو ہلاک کر کے اس کی لاش گٹڑ میں ڈال دی گئی اور آرنلڈ نے کے اے کو ہلاک کر کے اس کی لاش ویرانے میں پھینکوا دی۔ اس کے بعد جارج منظر پر آیا اور پھر جیسے میں نے پہلے بتایا ہے وہ سب کچھ ہوا۔ ہمیں حکومت کی طرف سے اس فارمولے کو واپس گریٹ لینڈ لے جانے کا مشن دیا گیا ہے۔ ہم نے کام کیا ہے لیکن مسئلہ ہمارے لئے یہ بنا ہے کہ فارمولا ہم سے آگے آگے چلتا رہا ہے"...... پارکر نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ تو یہ فارمولا گریٹ لینڈ کا تھا۔ ویری بیڈ۔ مجھے معلوم نہ تھا لیکن اب تم کیا چاہتے ہو۔ فارمولا یا جارج کا خاتمہ"...... وکٹر نے کہا۔

"ہمارا مشن فارمولا واپس لے کر جانا ہے اور بس لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کیوں جارج کے ساتھ کام کر رہے ہو۔ وہ روسیاہی ایجنٹ ہے"...... پارکر نے کہا۔

"طویل کہانی ہے۔ مختصر یہ کہ میں ایکریمیا کے ایک کلب میں کام کر رہا تھا۔ جارج بھی وہاں آتا جاتا رہتا تھا۔ اس سے دوستی ہو گئی۔ بہت کھلے دل اور سخی ہاتھ کا آدمی ہے۔ پھر یہ پاکیشیا آ گیا۔ یہاں اس نے یہ کلب بنا لیا۔ مجھے بھی ساتھ لے آیا اور اس کلب کا سب کچھ مجھے بنا دیا اور میں گزشتہ چار سالوں سے یہاں اس کے ساتھ کام کر رہا ہوں۔ جارج کا کام صرف حکومت اور اس کے اقدامات کے بارے میں اطلاعات مہیا کرنا تھا لیکن پھر اسے اس فارمولے کے بارے میں معلوم ہوا کہ آرنلڈ اس فارمولے کی بھاری قیمت مانگ رہا ہے تو اس نے فیصلہ کیا کہ آرنلڈ سے یہ فارمولا خود حاصل کر کے اس کو فروخت کر کے بھاری رقم کمائی جا سکے۔ چنانچہ وہ حرکت میں آ گیا۔ نتیجہ یہ کہ آرنلڈ مارا گیا۔ پھر کالا ناتھ بھی مارا گیا اور ہم وہاں سے فارمولا لے کر یہاں آ گئے۔ آرنلڈ کے سیف سے بھی بہت بڑی رقم ہمارے ہاتھ لگی ہے لیکن اب تم بتا رہے ہو کہ یہ فارمولا گریٹ لینڈ کی ملکیت ہے اور میں چاہے لاکھ غلط کاموں میں ملوث سہی لیکن اپنے ملک اور وطن کے خلاف کام نہیں کر سکتا اس لئے میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ فارمولا کہاں ہے اور جارج کہاں ہے لیکن وہاں سے فارمولا تم نے خود ہی حاصل کرنا ہے۔ بعد میں میرے ساتھ جو ہو گا سو دیکھا جائے گا"...... وکٹر نے کہا۔

"تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔ کھل کر بات کرو۔ تم میرے دوست

ہو۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا"...... پارکر نے کہا۔

"نقصان تو بہرحال ہو گا۔ پہلی بات تو یہ کہ اگر تم جارج کو ہلاک کر دو تو یہ کلب اس کے بھائی کے نام ہے اور وہ اس پر قبضہ کر لے گا۔ وہ ویسے بھی میرے خلاف ہے کیونکہ یہاں سب سے اونچی سیٹ میری ہے اور جارج کا بھائی میرا اسسٹنٹ ہے لیکن کلب بہرحال اس کے نام ہی ہے اور اگر تم جارج کو ہلاک نہ کر سکے تو پھر لازماً جارج کو اس کا علم ہو جائے گا کہ تم یہاں آئے اور میں نے اس سے غداری کی ہے۔ اس صورت میں بھی وہ مجھے لازماً گولی مار دے گا چاہے میں گریٹ لینڈ جا کر چھپ جاؤں یا ایکریمیا۔ وہ مجھے تلاش کر لے گا۔ وہ ایسا ہی آدمی ہے"...... وکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں پاکیشیا میں رہنا چاہتے ہو یا واپس گریٹ لینڈ جانا چاہتے ہو"...... پارکر نے پوچھا۔

"میں یہاں رہنا چاہتا ہوں لیکن میرے چاہنے سے کیا ہو گا"...... وکٹر نے کہا۔

"اگر تمہیں اتنی رقم دے دی جائے کہ تم یہاں اپنا کلب خرید لو اور اسے چلا لو اور اس کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی گریٹ لینڈ کی نمائندگی دے دی جائے جس کا ہر ماہ تمہیں بھاری معاوضہ بھی ملتا رہے اور جارج کو بھی ہلاک کر دیا جائے تو پھر تم کیا کہتے ہو"۔ پارکر نے کہا۔

''ایسا ہو سکتا ہے''...... وکٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ کیوں نہیں۔ جو رقم تم چاہو تمہیں میں لکھ کر دے دیتا ہوں۔ حکومت کی طرف سے معلومات خریدنے کے لئے مشن کے دوران ہم لامحدود رقم خرچ کر سکتے ہیں اور تم سے ہم نے معلومات خریدنی ہیں۔ بولو۔ کتنی رقم سے تم یہاں اپنا کلب خرید کر چلا سکتے ہو''...... پارکر نے جیب سے گارینٹڈ چیک بک نکالتے ہوئے کہا۔

''پچاس لاکھ ڈالر۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے لئے بڑی رقم ہو''...... وکٹر نے کہا۔

''میرے لئے واقعی یہ بڑی رقم ہے لیکن حکومت گریٹ لینڈ کے لئے نہیں''...... پارکر نے کہا اور پھر اس نے ایک چیک پر اندراجات کئے اور پھر دستخط کئے اور چیک بک سے چیک علیحدہ کر کے اس نے اسے وکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ وکٹر کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اتنی بڑی رقم بھی اسے مل سکتی ہے۔ وہ چند لمحوں تک چیک کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اسے تہہ کر کے جیب میں ڈال لیا۔

''بے حد شکریہ۔ تم نے مجھے نئی زندگی دے دی ہے۔ اب میں یہی کلب جارج کے بھائی سے خرید کر چلا سکتا ہوں۔ شرط صرف یہ ہے کہ جارج کو ہلاک ہونا چاہئے''...... وکٹر نے کہا۔

''جارج تو کافرستان میں ہے۔ ہم فارمولا لے کر اسے گریٹ لینڈ بھجوا کر پھر اس کا خاتمہ کر دیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ رہا''۔ پارکر

نے کہا۔

''جارج کافرستان نہیں گیا۔ وہ یہیں موجود ہے اور فارمولا بھی ں کے پاس ہے۔ یہیں پاکیشیا میں۔ یہ سب کچھ صرف ڈاج ینے کے لئے ہے''...... وکٹر نے کہا تو پارکر اور مارگریٹ دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

''یہاں موجود ہے۔ اس کلب میں''...... پارکر نے چونک کر پوچھا۔

''نہیں۔ وہ ایک اور خفیہ مقام پر ہے۔ وہ وہاں چھپا ہوا ہے تاکہ اطمینان سے فارمولے کا سودا کر سکے کیونکہ یہ کام اس کا ذاتی ہے۔ حکومت روسیاہ کا نہیں ہے''...... وکٹر نے کہا۔

''اوکے۔ وہ جہاں بھی ہے بشرطیکہ فارمولا بھی وہاں ہو وہ جگہ ہمیں تفصیل سے بتا دو''...... پارکر نے کہا۔

''پارک روڈ پر ایک کلب ہے جس کا نام کاؤنٹ کلب ہے۔ اس کلب کے عقبی طرف ایک مارکیٹ ہے جسے سٹونز مارکیٹ کہا جاتا ہے کیونکہ وہاں قیمتی سٹونز فروخت کرنے والوں کی دکانیں ہیں۔ ان دکانوں کے درمیان ایک چوڑی گلی ہے جو آگے جا کر دیوار سے بند ہو جاتی ہے۔ اس دیوار پر ایک کیل لگا ہوا ہے جس کا سرخ رنگ ہے۔ اس سرخ رنگ کے کیل کو چار بار دبا دیا جائے تو دیوار کھل جائے گی اور اس میں راستہ بن جائے گا۔ یہ راستہ آگے جا کر ایک چھوٹے سے یونٹ میں ختم ہو گا۔ اس چھوٹے یونٹ میں

دو بڑے کمرے اور دو چھوٹے کمرے ہیں۔ اس میں جارج موجود ہے اور فارمولا بھی وہیں ہے۔ ایک بڑے کمرے کو آفس کے انداز میں سجایا گیا ہے۔ اس کمرے کی دیوار میں ایک سیف موجود ہے جسے نمبروں کے ذریعے کھولا جا سکتا ہے۔ اس سیف میں فارمولا موجود ہے۔ نمبر بھی میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ آگے تم نے سب کچھ کرنا ہے''...... وکٹر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سیف کھولنے کا نمبر بھی بتا دیا۔

''ٹھیک ہے۔ ہم سارا کام کر لیں گے''...... پارکر نے کہا۔

''خیال رکھنا جارج بے حد ہوشیار اور تیز آدمی ہے۔ لڑنے بھڑنے کا بھی ماہر ہے اور اسلحے کے استعمال کا بھی اور خصوصی تربیت یافتہ آدمی ہے۔ اس کا نشانہ بھی کبھی خطا نہیں گیا اس لئے میری تجویز ہے کہ تم اندر داخل ہو کر پہلے وہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دینا۔ اس طرح جارج جہاں بھی ہو گا بے ہوش ہو جائے گا اور پھر فارمولا بھی آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور جارج کو ہلاک کر کے خاموشی سے واپس بھی آیا جا سکتا ہے۔ واپسی پر بھی اندر موجود کیل کو چار بار دبانا ہو گا''...... وکٹر نے کہا۔

''اوکے۔ شکریہ۔ اب ہم سارا کام کر لیں گے اور پھر تمہیں فون پر اطلاع بھی دے دیں گے''...... پارکر نے اٹھتے ہوئے کہا تو وکٹر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر پارکر اور مارگریٹ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس سے مصافحہ کر کے آفس سے باہر آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ

دوبارہ ہال میں سے ہوتے ہوئے کلب کے مین گیٹ سے باہر آ گئے۔

''کار میں بے ہوش کر دینے والا گیس پسٹل تو موجود ہے''۔ مارگریٹ نے کہا۔

''نہیں۔ ہمیں واپس کوٹھی جانا پڑے گا۔ وہاں سے گیس پسٹل ساتھ لے کر پارک روڈ جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں پہنچنے کے لئے نقشہ بھی چیک کرنا ہو گا''...... پارکر نے جواب دیا۔

''وکٹر کو دیکھ کر تو میں حیران رہ گئی۔ ویسے یہ اچھا ہوا کہ وکٹر ہمارا اپنا آدمی نکل آیا ورنہ ہمیں اس سے اصل بات اگلوانے میں بڑی مشکل پیش آتی''...... مارگریٹ نے کہا۔

''ہمیں کسی خفیہ راستے سے اسے اغوا کر کے لے جانا پڑتا۔ وہاں تو لمبی بات نہ ہو سکتی تھی۔ بہرحال یہ اچھا ہوا کہ کام آسانی سے ہو گیا۔ اب فارمولا ہمیں مل جائے گا اور ہمارا مشن کامیاب ہو جائے گا''...... پارکر نے کہا تو مارگریٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ دونوں اب پارکنگ تک پہنچ چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار تیزی سے واپس ان کی رہائش گاہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

عمران نے کار کاؤنٹ کلب کے کمپاؤنڈ گیٹ سے اندر موڑی اور پھر اسے سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ میں لے جا کر اس نے سائیڈ پر روک دی۔ پھر عمران اور صدیقی دونوں کار سے نیچے اتر آئے۔ عمران نے کار لاک کی اور پارکنگ بوائے سے کارڈ لے کر جیب میں ڈالا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ البتہ کلب میں آنے جانے والے افراد کو دیکھ کر عمران سمجھ گیا تھا کہ یہاں انڈر ورلڈ کے لوگ ہی آتے جاتے ہیں یا پھر وہ لوگ آتے ہوں گے جو یہاں بڑے پیمانے پر جواء کھیل کر بھاری رقمیں جیتنے کی کوشش کر سکیں۔

''اس سارٹو کا کیا کرنا ہے جبکہ ہوبارٹ نے بتایا تھا کہ کاؤنٹ کلب کی طرف سے راستہ کھل ہی نہیں سکتا۔ پھر سارٹو کیا کرے گا''...... صدیقی نے کہا۔

''یہ سب فضول باتیں ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ سارٹو کو اس بارے میں علم ہی نہ ہو۔ اس سارٹو کو سب بتانا پڑے گا۔ اب میں اس جارج کو مزید ڈھیل نہیں دے سکتا ورنہ فارمولا ہاتھ سے نکل سکتا ہے''...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مین ہال میں داخل ہو کر وہ ایک طرف بنے ہوئے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔ ہال میں عورتیں اور مرد کافی تعداد میں موجود تھے۔ شراب کی تیز بو اور منشیات کا غلیظ دھواں وہاں کی فضا پر چھایا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر بھی ایک چوڑے جسم کا آدمی کھڑا تھا جبکہ سائیڈ پر موجود چار مزید آدمی ویٹرز کو سروس دینے میں مصروف تھے۔ وہاں سے سامان کی سپلائی نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ صرف لکھ کر چٹیں بنا کر ویٹرز کو دے رہے تھے اور ویٹرز کسی اور جگہ سے جا کر وہاں سے سپلائی لے آتے تھے۔ عمران اور صدیقی کاؤنٹر پر پہنچ کر رک گئے۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... عمران نے اس چوڑے جسم کے آدمی سے سرد لہجے میں کہا تو وہ اس طرح چونک پڑا جیسے اچانک نیند سے بیدار ہوا ہو۔ اس کے چہرے کے عضلات بے اختیار تن گئے۔

''تم کون ہو اور تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ تم سارمو سے اس لہجے میں بات کرو''...... اس آدمی نے یکلخت بڑے جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

''میرا نام باڈل ہے۔ سنا ہے تم نے کبھی۔ اگر نہیں سنا تو سارٹو

کو بتا دو کہ باڈل آیا ہے۔ وہ جانتا ہے باڈل کو اور اگر تم اس کلب کی بجائے کسی اور کلب میں باڈل سے اس انداز میں بات کرتے تو اب تک تمہارے جسم کی تمام ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوتیں“...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو صدیقی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ باڈل کا لفظ سنتے ہی سارمو کا تنا ہوا جسم یکلخت ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ اس کا چہرہ نہ صرف لٹک سا گیا بلکہ اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔ اس نے جلدی سے سامنے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے چند نمبر پریس کر دیئے۔

”باس۔ میں کاؤنٹر سے سارمو بول رہا ہوں۔ جناب باڈل بذات خود تشریف لائے ہیں آپ سے ملنے۔ ان کے ساتھ ان کا ایک ساتھی بھی ہے جناب“...... سارمو نے تیز لہجے میں کہا۔

”یس باس“...... دوسری طرف سے بات سننے کے بعد اس نے رسیور رکھ دیا۔

”مجھے معاف کر دینا جناب۔ میں آپ کو پہچانتا نہیں تھا ورنہ ایسی گستاخی نہ کرتا“...... سارمو نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

”اسی لئے تم زندہ کھڑے ہو کہ میں نے سارٹو کی خاطر تمہیں معاف کر دیا ہے“...... عمران نے کہا تو سارمو نے ایک طرف کھڑے ایک آدمی کو آواز دے کر بلایا۔ اس آدمی کا نام راجر تھا۔

”یس“...... اس آدمی نے قریب آ کر کہا۔

”ان صاحبان کو باس کے آفس تک پہنچاؤ۔ جلدی“...... سارمو نے کہا۔

”آیئے جناب“...... اس راجر نامی آدمی نے ان سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر واپس مڑ گیا۔ عمران اور صدیقی دونوں اس کے پیچھے چل پڑے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ یہاں جوئے کی میزیں موجود تھیں اور بڑے زور شور سے ہر طرح کا جواء کھیلا جا رہا تھا۔ ایک طرف کمرہ تھا جس کا دروازہ بند تھا۔ راجر اس دروازے کی طرف بڑھا۔

”اندر چلے جائیں۔ باس موجود ہیں“...... راجر نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ عمران نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے صدیقی تھا۔ سامنے ہی ایک بڑی سی آفس ٹیبل کے پیچھے ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے مندمل نشانات کثرت سے موجود تھے۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تیز سرخی اور چمک تھی۔ سر پر چھوٹے چھوٹے بال تھے لیکن یہ بال سرکنڈوں کی طرح سیدھے کھڑے تھے۔ بحیثیت مجموعی اسے دیکھتے ہی کسی خطرناک بدمعاش کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ ایسا بدمعاش جس کے نزدیک ہر قسم کی اخلاقیات حماقت ہوتی ہیں۔

”تم۔ تم کون ہو۔ تم باڈل تو نہیں ہو۔ کون ہو تم“...... اس نے یکلخت ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''دروازہ بند کر دو۔ میں نے سارٹو سے کروڑوں ڈالرز کی بات کرنی ہے''...... عمران نے اپنے ساتھ کھڑے صدیقی سے کہا اور پھر وہ مسکراتا ہوا میز کی سائیڈ سے سارٹو کی طرف بڑھنے لگا جو عمران کے منہ سے کروڑوں ڈالروں کا سن کر ساکت ہو گیا تھا۔

''کروڑوں ڈالر۔ کیا مطلب۔ کون ہو تم''...... سارٹو نے یکلخت جھٹکے دار لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے عمران کا بازو حرکت میں آیا اور اس کے ساتھ ہی بھاری جسم کا سارٹو چیختا ہوا اچھل کر میز کے اوپر سے ہوتا ہوا صدیقی کے سامنے فرش پر ایک دھماکے سے جا گرا۔ عمران نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے آگے کی طرف اچھال دیا تھا۔ سارٹو نے نیچے گرتے ہی اٹھنے کی کوشش لیکن ساتھ کھڑے صدیقی کی لات حرکت میں آئی اور سارٹو کی کنپٹی پر پڑنے والی اس کے بوٹ کی ٹو کی خوفناک اور بھرپور ضرب نے سارٹو کو واپس نیچے دھکیل دیا۔ ایک بار پھر اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور ساکت ہو گیا۔

''عمران صاحب۔ یہ خاصا وزن دار ہے لیکن آپ نے ایک ہاتھ سے اسے اس طرح اچھال دیا ہے جیسے یہ انسان کی بجائے ہوا بھرا غبارہ ہو''...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یہ تکنیک کا کمال ہے۔ طاقت کا کمال نہیں ہے۔ البتہ کسی حد تک طاقت کی ضرورت پڑتی ہے لیکن اصل کام تکنیک کی بنیاد پر

سرانجام پاتا ہے''...... عمران نے جواب دیا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے آگے بڑھ کر قالین پر بے ہوش پڑے سارٹو کو اٹھا کر صوفے کی کرسی پر ڈالا اور پھر اس کا کوٹ عقب میں آدھے سے زیادہ نیچے کر دیا۔ اس طرح سارٹو کے دونوں ہاتھ حرکت کرنے سے معذور ہو گئے۔ عمران نے اس کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا تو چند لمحوں بعد سارٹو ہوش میں آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کی سائیڈ پر کھڑے صدیقی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''تم۔ تم کون ہو۔ یہ سب کیا ہے۔ یہ میرے ہاتھوں کو کیا ہوا ہے''...... سارٹو نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔ اسے شاید سمجھ نہ آ رہی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

''سنو سارٹو۔ تمہاری گردن اس طرح کاٹی جا سکتی ہے جس طرح بکری کو ذبح کیا جاتا ہے لیکن ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہم نے صرف جارج تک اس طرح پہنچنا ہے کہ اسے اس کا علم نہ ہو اور سنو۔ مجھے معلوم ہے کہ بظاہر یہی کہا جاتا ہے کہ وہ خفیہ آفس میں موجود ہے جو کہ اس کلب کے عقب میں ہے۔ اس آفس کا راستہ اندر سے کھولا جا سکتا ہے باہر سے نہیں۔ تم اصل راستہ بتا دو اور اپنی جان بچا لو''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ تمہیں بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ واقعی یہ راستہ

اندر سے ہی کھولا جا سکتا ہے باہر سے کسی صورت بھی نہیں کھولا جا سکتا''...... سارٹو نے تیز لہجے میں کہا تو عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

''ہم نے جارج سے ملنا ہے۔ ہر صورت میں اور ہر قیمت پر اس لئے تم اس تک پہنچنے کا راستہ بتا دو تو زندگی بچا سکتے ہو اور یہ سن لو کہ ہمارے پاس صرف چند منٹ ہیں۔ اب بولو۔ زندہ رہنا چاہتے ہو یا نہیں''...... عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے خنجر کو باہر کھینچتے ہوئے کہا۔

''تم کیا چاہتے ہو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہارے ساتھ تعاون کروں گا''...... سارٹو نے کہا لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی کیونکہ عمران نے خنجر کی نوک اس کی شہ رگ میں اتار دی تھی۔

''پانچ تک گنوں گا۔ پھر خنجر تمہاری شہ رگ کو کاٹ دے گا۔ بولو ورنہ۔ ایک۔ دو''...... عمران نے انتہائی سرد مہرانہ لہجے میں کہا۔

''رک جاؤ۔ میں تمہیں راستہ بتا دیتا ہوں۔ تم خود جا کر اسے کھول سکتے ہو۔ رک جاؤ''...... سارٹو نے یکلخت چیختے ہوئے کہا لیکن اس چیخ میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

''تین''...... عمران نے گنتی دوبارہ شروع کر دی۔

''رک جاؤ۔ پلیز رک جاؤ۔ میں بتا رہا ہوں''...... سارٹو نے اس بار انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''بولتے جاؤ گے تو گنتی رکی رہے گی ورنہ اب باقی صرف دو بر رہ گئے ہیں اور اس کے بعد تم مرغی کی طرح ذبح ہو جاؤ گے''۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''سنو۔ کلب کے عقب میں سٹونز مارکیٹ ہے۔ اس مارکیٹ کے درمیان ایک گلی ہے جو آخر میں جا کر ایک دیوار سے بند ہو جاتی ہے۔ اس دیوار پر ایک کیل لگا ہوا ہے۔ سرخ رنگ کا کیل۔ اس کیل کو چار بار دبایا جائے تو اس دیوار میں راستہ بن جائے گا۔ یہ راستہ ایک ایریا پر ختم ہو گا۔ اس ایریا میں دو بڑے کمرے اور دو چھوٹے کمرے ہیں۔ جارج وہاں موجود ہے۔ واپسی پر بھی اسی طرح اندر لگی ہوئی کیل کو چار بار دباؤ گے تو راستہ کھل جائے گا۔ میں نے درست بتایا ہے اس لئے مجھے مت مارو''...... سارٹو نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تمہارا لہجہ بتا رہا ہے کہ تم درست کہہ رہے ہو۔ لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ جارج کا رابطہ تم سے فون کے ذریعے ہے یا تم وہاں جاتے رہتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''میں دو بار چیف کے بلانے پر وہاں گیا ہوں ورنہ چیف وہاں اکیلا رہتا ہے۔ وہ فون پر حکم دیتا ہے اور بس''...... سارٹو نے کہا۔

''فون نمبر کیا ہے اس کا''...... عمران نے پوچھا تو سارٹو نے بڑے معصوم سے لہجے میں فون نمبر بتا دیا۔

"اوکے۔ اب تمہیں خنجر سے ذبح نہیں کیا جائے گا"...... عمران نے خنجر کو واپس کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالا اور اس کے ساتھ ہی سارٹو کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے لیکن دوسرے لمحے عمران کا ہاتھ کوٹ کی ایک اور جیب میں داخل ہو کر باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ سارٹو کچھ کہتا عمران نے مشین پسٹل کا رخ اس کے سینے کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا اور ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی گولیاں سارٹو کے سینے میں گھستی چلی گئیں اور چند لمحوں کے اندر ہی سارٹو کا جسم ڈھیلا پڑ گیا اور اب اس کا جسم ایک طرف کو ڈھلکا ہوا تھا۔

"اس کی آنکھوں میں اپنے اس طرح ہلاک ہونے کی بناء پر حیرت نمایاں تھی"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن مجبوری تھی۔ یہ ہمارے یہاں سے جاتے ہی لازماً جارج کو فون کر دیتا اور پھر نہ صرف جارج فرار ہو سکتا تھا بلکہ وہ ہمارے لئے بھی خطرناک صورت حال پیدا کر سکتا تھا اس لئے اس کا آخری حل یہی تھا۔ ویسے بھی یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے اس لئے یہ خطرہ بھی نہ تھا کہ کوئی فائرنگ کی آواز سن کر مداخلت کرے گا۔ اب ہمیں یہاں سے نکل کر فوری طور پر جارج پر ریڈ کرنا ہے"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی مڑ کر اور میز کے قریب پہنچ کر اس نے ایک بار پھر جیب سے خنجر نکالا اور فون کی تار کو اس نے

خنجر کی مدد سے کاٹ دیا۔

"اس کی لاش ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے بھی ظاہر ہو سکتی ہے اور جارج کو اطلاع بھی دی جا سکتی ہے یا جارج کا فون بھی آ سکتا ہے اس لئے یہ ضروری تھا"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ دونوں دروازہ کھول کر باہر آئے اور صدیقی نے دروازہ بند کر کے اسے لاک کر دیا۔ یہاں چونکہ کوئی گارڈ موجود نہ تھا اس لئے وہ دونوں تیزی سے اوپر والی منزل پر پہنچ کر ہال سے ہوتے ہوئے کلب سے باہر آ گئے۔ کلب کے ہال میں روٹین کا کام جاری تھا۔ عمران اور صدیقی کی طرف کسی نے توجہ نہ کی اور وہ دونوں باہر آ کر پارکنگ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار کمپاؤنڈ سے باہر آئی اور پھر گھوم کر کلب کی عقبی طرف پہنچ گئی۔ کلب کی عقبی سائیڈ پر واقعی سٹورز کی دکانیں تھیں۔ عمران نے کار آہستہ آہستہ آگے بڑھائی اور پھر اسے وہ چوڑی گلی نظر آ گئی لیکن عمران نے کار اس گلی میں داخل کر کے روکنے کی بجائے اسے آگے بڑھایا اور پھر کچھ فاصلے پر موجود پبلک پارکنگ میں کار روک دی۔

"وہاں گلی میں بھی کار کھڑی کی جا سکتی تھی"...... صدیقی نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہاں ہماری اکیلی گاڑی مارک ہو سکتی تھی"...... عمران نے مختصر سا جواب دیا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں

کار سے اتر کر اسے لاک کرنے کے بعد واپس سڑک پر آئے اور
فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے واپس گلی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ گلی
میں کسی دکان یا مکان کا دروازہ نہ تھا اور گلی ایک دیوار پر ختم ہو رہی
تھی۔ اس دیوار کے ساتھ ایک سائیڈ پر کوڑے کرکٹ کے بڑے
بڑے ڈرم پڑے ہوئے تھے۔ عمران کی نظریں دیوار کا جائزہ لے
رہی تھیں لیکن اسے دیوار میں کہیں وہ کیل نظر نہ آ رہا تھا جس کو
دبانے سے دیوار میں راستہ کھلتا تھا۔

''یہاں تو کوئی کیل نظر نہیں آ رہا عمران صاحب۔ کیا سارٹو نے
جھوٹ بولا تھا''...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آج تک تو میں نے اس معاملے میں دھوکہ نہیں کھایا۔ مجھے
بولنے والے کے لہجے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سچ بول رہا
ہے یا جھوٹ اور میرے احساس کے مطابق سارٹو نے سچ بولا
تھا''...... عمران نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے جب ایک
بڑے اور اونچے ڈرم کو ہٹایا تو دیوار پر ایک چھوٹا سا کیل لگا ہوا نظر
آنے لگ گیا۔ یہ کیل اس ڈرم کی اوٹ میں آ جانے کی وجہ سے
نظر نہیں آ رہا تھا۔

''آپ کی بات درست ہے عمران صاحب''...... صدیقی نے
اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ عمران نے کیل کے سر پر انگوٹھا
رکھ کر اسے دبایا تو وہ اس طرح دب گیا جیسے آگے خلا ہو۔ انگوٹھا
ہٹاتے ہی کیل واپس اپنی جگہ پر آ گیا تو عمران سمجھ گیا کہ یہ

باقاعدہ میکنزم ہے۔

''یہ عام کیل نہیں ہے''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے مزید
تین بار کیل کو دبایا لیکن دیوار ویسے کی ویسے ہی رہی۔

''یہ تو کچھ نہیں ہوا''...... صدیقی نے ایک بار پھر قدرے
پریشان سے لہجے میں کہا۔

''میکنزم کے تحت یہ انتظام رکھا گیا ہے کہ چار بار دبانے سے
کچھ دیر بعد دیوار سمٹنے کا آغاز کرے تاکہ غلط آدمی مایوس ہو کر
واپس چلا جائے''...... عمران نے کہا لیکن کچھ دیر گزر جانے کے
باوجود دیوار اسی طرح قائم دائم نظر آ رہی تھی۔

''پھر دبائیں عمران صاحب۔ کہیں آپ گنتی تو نہیں بھول
گئے''...... صدیقی نے کہا۔

''پھر تو مجھے نئے سرے سے پرائمری سکول میں داخلہ لینا پڑے
گا''...... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ صدیقی کوئی جواب
دیتا سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار درمیان سے پھٹ کر سائیڈوں
میں گھستی چلی گئی۔ دوسری طرف ایک راہداری تھی۔ عمران اور اس
کے پیچھے صدیقی اندر داخل ہوئے تو ان کے عقب میں سرر کی آواز
کے ساتھ ہی دیوار دوبارہ برابر ہو گئی۔ عمران کی تیز نظریں چھت اور
دونوں سائیڈوں کی دیواروں کو بغور چیک کر رہی تھیں تاکہ اگر کوئی
ڈوائس وہاں موجود ہو تو وہ اسے وقت سے پہلے ہی ناکارہ بنا سکے
ن وہاں ایسی کوئی ڈوائس نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ دونوں دبے

قدموں لیکن تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

راہداری آگے جا کر مڑی اور پھر اس کا اختتام ایک کھلے حصے میں ہوا۔ یہاں دو بڑے کمرے اکٹھے اور دو چھوٹے کمرے ایک سائیڈ پر اکٹھے بنے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ عمران نے اشارے سے صدیقی کو ان دونوں چھوٹے کمروں کی طرف جانے کو کہا اور خود وہ ان بڑے کمروں کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا تھا۔ ایک بڑے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا جو سٹنگ روم یا میٹنگ روم کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ عمران دبے قدموں آگے بڑھ گیا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ دروازے کی ساخت بتا رہی تھی کہ دروازہ ساؤنڈ پروف کمرے کا ہے۔ دروازے پر موجود لاک کے کی ہول کو باقاعدہ ڈھانپ دیا گیا تھا لیکن عمران نے آہستہ سے کی ہول پر موجود ڈھکن کو ایک سائیڈ پر کیا اور پھر جھک کر کی ہول پر آنکھ لگا دی تو اندر کمرے میں بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا ایک لحیم شحیم آدمی جو جسمانی ساخت کی بنا پر کسی بھینسے جیسا نظر آ رہا تھا، کسی سے فون پر باتیں کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ بگڑا ہوا سا نظر آ رہا تھا اور وہ چیخ چیخ کر بول رہا تھا۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک گیس پسٹل موجود تھا۔ عمران نے گیس پسٹل کی نال کی ہول پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ گیس پسٹل کو اس زاویے پر رکھا گیا تھا کہ پسٹل سے نکل کر چھوٹا سا کیپسول فرش سے ٹکرا کر پھٹ جائے۔ دو کیپسول

ائر کرنے کے بعد عمران نے گیس پسٹل ہٹایا اور پھر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اسی لمحے صدیقی بھی اس کی طرف آ گیا۔ عمران نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے ہاتھ سے اس انداز کا اشارہ کیا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ چھوٹے کمروں میں کوئی موجود نہیں ہے اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پارکر نے کار گلی میں موڑ کر اسے آگے لے جا کر روک دیا۔ یہ
کاؤنٹ کلب کی عقبی طرف کی گلی تھی۔ اس کے بارے میں انہیں
کنٹری کلب کے وکٹر نے تفصیل سے بتایا تھا۔ کار سے اتر کر وہ
دونوں دیوار کی طرف بڑھے اور پھر انہیں وہاں موجود وہ کیل نظر آ
گیا جس کو چار بار دبانے سے دیوار میں راستہ بن جاتا تھا لیکن چار
بار دبانے کے باوجود جب دیوار نہ سمٹی تو ان دونوں کے چہروں پر
ہلکی سی مایوسی کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ انہیں فوری خیال یہی آیا
کہ وکٹر نے دوستی کے باوجود انہیں احمق بنایا ہے لیکن اس سے پہلے
کہ وہ کچھ مزید سوچتے سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار درمیان سے
پھٹ کر سائیڈوں پر ہو گئی اور سامنے موجود راہداری نظر آنے لگی۔
پارکر اور اس کے بعد مارگریٹ دونوں اندر داخل ہوئے تو ان
کے عقب میں سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار برابر ہو گئی۔ دونوں

، جیبوں سے مشین پسٹل نکال لئے تھے اور وہ بے حد چوکنا ہو
ے تھے لیکن وہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ راہداری آگے مڑ
ر ایک کھلے ایریا پر ختم ہو گئی۔ وہاں ایک طرف دو کمرے اکٹھے
بنے ہوئے تھے جبکہ دوسری سائیڈ پر بھی دو کمرے اکٹھے بنے ہوئے
تھے لیکن یہ نسبتاً چھوٹے تھے۔ مارگریٹ نے پارکر کو ان بڑے
کمروں کی طرف جانے کا اشارہ کیا اور خود وہ چھوٹے کمروں کی
طرف بڑھ گئی۔ پارکر دبے قدموں آگے بڑھتا چلا گیا۔ ایک بڑے
کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ یہ کمرہ میٹنگ روم کے انداز میں سجایا
گیا تھا لیکن وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ پارکر دبے قدموں آگے
بڑھا اور پھر دوسرے کمرے کے سامنے پہنچ کر وہ رک گیا۔ اس
کمرے کا دروازہ بند تھا لیکن کمرے میں روشنی کی ہلکی سی لکیر دہلیز
میں نظر آ رہی تھی۔ پارکر سمجھ گیا کہ اندر جارج موجود ہے۔ اس نے
جھک کر کی ہول پر آنکھ رکھی تو اندرونی کمرے کا منظر نظر آ رہا تھا
لیکن یہ کمرہ بھی خالی تھا۔ وہاں کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ البتہ یہ
کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ پارکر سیدھا ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا
کہ جارج واش روم میں گیا ہو گا۔ اسی لمحے اسے مارگریٹ اپنی
طرف آتی دکھائی دی تو اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔
مارگریٹ نے قریب آ کر ہاتھ اس انداز میں ہلایا کہ پارکر سمجھ
گیا کہ وہ کہہ رہی ہے کہ چھوٹے کمروں میں کوئی آدمی نہیں ہے۔
پارکر نے اس کے جواب میں بند دروازے والے کمرے کی طرف

اس انداز میں اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کہ جارج اس کمرے میں ہے اس لئے انہیں بے حد محتاط اور ہوشیار رہنا چاہئے تو مارگریٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پارکر نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور اسے آہستہ سے گھما کر اندر کی طرف دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ پارکر نے یکلخت ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور اچھل کر اندر داخل ہوا۔ اس کا انداز بے حد چوکنا تھا اور ہاتھ میں موجود مشین پسٹل فائرنگ کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ مارگریٹ بھی اس کے پیچھے آہستہ سے اندر داخل ہوئی اور اس نے دروازے کی دوسری سائیڈ سنبھال لی۔ کمرہ چونکہ خالی تھا اس لئے ان دونوں کی نظریں واش روم کا دروازہ تلاش کر رہی تھیں اور پھر واش روم کے دروازے پر ان کی نظریں جم گئیں لیکن دروازے کے اندر سے لائٹ جلتی ہوئی نظر نہ آ رہی تھی۔ پارکر سائیڈ سے میز کی عقبی طرف کو بڑھا تاکہ وہاں موجود واش روم کے دروازے کو قریب سے دیکھ سکے لیکن جیسے ہی وہ آگے بڑھا وہ بری طرح اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر یقین نہ آنے والے تاثرات ابھر آئے۔

''اوہ۔ ویری بیڈ''...... پارکر نے بے اختیار لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا''...... مارگریٹ نے اسے بولتے دیکھ کر خود بھی زبان کھول دی۔

''یہاں جارج کی لاش پڑی ہے۔ کسی نے اس کے سینے میں گولیاں ماری ہیں''...... پارکر نے کہا تو مارگریٹ تیزی سے آگے

ڑھی اور پھر اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا کیونکہ جو ندوقامت اور حلیہ جارج کا بتایا گیا تھا اسی حلیئے اور قدوقامت کی لاش ان کے سامنے پڑی ہوئی تھی۔

''یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ جہاں بھی ہم پہنچتے ہیں وہاں پہلے ہی کارروائی کر لی جاتی ہے''...... پارکر نے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

''ہوسکتا ہے یہ کسی انڈر ورلڈ جھگڑے میں مارا گیا ہو۔ ہمیں فارمولا تلاش کرنا چاہئے''...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر بے اختیار چونک پڑا۔

''اوہ گڈ۔ تم نے درست کہا۔ واقعی ایسا ہوسکتا ہے''...... پارکر نے اس بار امید بھرے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے ان دونوں کی نظریں سائیڈ دیوار میں نصب سیف پر پڑ گئیں۔ پارکر نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے کھولنے کی کوشش کی تو وہ پہلے سے ہی کھلا ہوا تھا۔ وہ لاکڈ نہ تھا۔ پارکر نے سیف کھولا تو اندر کرنسی نوٹوں کے ساتھ ساتھ فائلیں بھی موجود تھیں۔ ان فائلوں کو دیکھ کر پارکر اور مارگریٹ دونوں کے دل بے اختیار کھل اٹھے۔ ان دونوں کے ذہنوں میں بیک وقت یہ خیال آیا کہ انہوں نے پہلے جو سوچا تھا وہ درست تھا کہ جارج کسی انڈر ورلڈ کے جھگڑے میں ہلاک کیا گیا ہے۔ فائلیں باہر نکال کر پارکر نے انہیں چیک کرنا شروع کر دیا لیکن یہ سب فائلیں جارج کے سابقہ کارناموں اور اس کے وسیع

نیٹ ورک کے بارے میں تھیں۔ جب پارکر نے آخری فائل بھی چیک کر لی تو ایک بار پھر ان دونوں کے چہرے مایوسی کے عالم میں لٹک سے گئے۔

''اس ملک میں ہمارے ساتھ نجانے کیا ہو رہا ہے۔ آؤ اب نکل چلیں۔ فارمولا اب نجانے کون لے گیا ہے''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پارکر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''میری تو سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ ہمیں تو پرانی دوستی کی وجہ سے وکٹر نے یہاں کے بارے میں تفصیل بتا دی تھی لیکن کسی دوسرے کو یہ ساری تفصیل کہاں سے معلوم ہوئی ہو گی''...... واپس چلتے ہوئے مارگریٹ نے کہا۔

''یہ تو اب معلوم کرنا پڑے گا''...... پارکر نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں واپس دیوار تک پہنچ گئے۔ وہاں اندر کی طرف دیوار پر ویسا ہی کیل موجود تھا جیسے پہلے باہر سے اسے پریس کر کے انہوں نے دیوار کھولی تھی۔ پارکر نے اندر کی طرف موجود کیل کو چار بار پریس کیا تو دیوار درمیان سے پھٹ کر سائیڈوں پر ہٹ گئی اور پارکر اور مارگریٹ دونوں باہر گلی میں آ گئے۔ ابھی انہوں نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ ایک بار پھر سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار ان کے عقب میں خود بخود برابر ہو گئی لیکن وہ مڑے بغیر ڈھیلے قدموں سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

''لاش کی پوزیشن بتا رہی تھی کہ یہ واقعہ زیادہ دیر کا نہیں

ہے''...... پارکر نے کار کو بیک کر کے سڑک پر لے آتے ہوئے کہا۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم نے جارج سے کیا لینا تھا۔ ہمارا ٹارگٹ تو فارمولا تھا۔ اب اس کے بارے میں سوچو کہ کون یہاں آیا۔ جارج کو ہلاک کیا گیا ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ تو یہ بات ہے''...... مارگریٹ نے یکلخت بات ادھوری چھوڑ کر اوہ اوہ کرنا شروع کر دیا۔

''کیا ہوا''...... پارکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرے ذہن میں نہ آ رہا تھا کہ وہاں کچھ غیر معمولی کیفیت محسوس ہو رہی تھی لیکن اب شعور میں آیا ہے کہ اس آفس میں جہاں جارج کی لاش پڑی تھی ہلکی سی بے ہوش کر دینے والی گیس کی بو موجود تھی''...... مارگریٹ نے کہا۔

''اس سے ہمیں کیا فائدہ ہو گا''...... پارکر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے پارکر کہ یہ واردات کسی ایجنٹ کی ہو سکتی ہے۔ انڈر ورلڈ کے کسی آدمی کی نہیں ہو سکتی''...... مارگریٹ نے کہا تو اس بار پارکر بھی بے اختیار چونک پڑا۔

''اوہ۔ بات تو تمہاری درست ہے۔ پہلے بے ہوش کرنا، پھر اس سے پوچھ گچھ کرنا اور پھر گولیاں مار کر ہلاک کر دینا یہ عام آدمی نہیں کرتا۔ یہ کارروائی کسی تربیت یافتہ ایجنٹ کی ہی ہو سکتی ہے۔

لیکن ایسا کون ایجنٹ ہو سکتا ہے‘‘...... پارکر نے کہا۔

’’اب تم کہاں جا رہے ہو‘‘...... مارگریٹ نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

’’واپس اپنی رہائش گاہ پر، اور کہاں جانا ہے‘‘...... پارکر نے جواب دیا۔

’’تم وہاں پہنچ کر وکٹر کو اطلاع دو۔ میرا خیال ہے کہ وہ خود زیادہ بہتر انداز میں اس معاملے پر کام کرے گا‘‘...... مارگریٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’ہاں دیکھو۔ اب مشن تو مکمل کرنا ہے۔ کچھ نہ کچھ تو بہرحال کرنا ہی پڑے گا‘‘...... پارکر نے ڈھیلے سے لہجے میں جواب دیا تو مارگریٹ نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

عمران نے جارج سے فارمولا حاصل کر لینے کے بعد صدیقی کو اس کی رہائش گاہ پر ڈراپ کر دیا اور خود وہ کار لے کر سیدھا سرداور کی لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر غور و فکر کے تاثرات نمایاں تھے جیسے وہ باوجود غور کرنے کے کسی حتمی نتیجے پر نہ پہنچ رہا ہو۔ ریڈ لیبارٹری پہنچ کر اس نے سرداور کو اپنی آمد کی اطلاع کر دی تو سرداور کا نائب اس کے استقبال کے لئے استقبالیہ پر آیا اور پھر عمران کو اندر لے جانے کے لئے خصوصی کارڈ جاری کر دیا گیا اور عمران کارڈ لے کر سرداور کے نائب کے ساتھ سرداور کے آفس میں پہنچ گیا۔ سرداور کسی ضروری میٹنگ میں مصروف تھے اس لئے عمران کو علیحدہ کمرے میں بٹھا دیا گیا۔

’’کیا پیش کروں‘‘...... سرداور کے نائب ڈاکٹر حسن نے مسکراتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

''فہرست بتاؤ کہ کیا کیا پیش کر سکتے ہو''...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر حسن بے اختیار ہنس پڑا۔

''مشروب، چائے، کافی''...... ڈاکٹر حسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ میں سمجھا تھا کہ یہاں گیس، کیمیکل ٹائپ کی چیزیں مہمانوں کو پیش کی جاتی ہوں گی''...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر حسن اس بار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''آپ درست کہتے ہیں۔ واقعی یہاں ایسی ہی چیزیں پیش ہونی چاہئیں۔ لیکن آپ معزز مہمان ہیں''...... ڈاکٹر حسن نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ تو یہاں مہمانوں کی بھی کیٹگیری ہوتی ہے۔ معزز مہمان، غیر معزز مہمان، عام مہمان، خاص مہمان، پسندیدہ مہمان، ناپسندیدہ مہمان، متعلقہ مہمان، غیر متعلقہ مہمان، دلربائے جان مہمان، بلائے جان مہمان''...... عمران نے مہمانوں کی گردان شروع کر دی۔

''میں چائے لے آتا ہوں''...... ڈاکٹر حسن نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر حسن ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میں چائے کا سامان موجود تھا۔ اس نے چائے کی پیالی تیار کی اور عمران کے سامنے رکھ دی اور پھر ٹرے اٹھائے واپس چلا گیا۔ عمران کو معلوم تھا کہ یہاں کوئی چپڑاسی سیکورٹی کے نقطہ نظر سے نہیں رکھا جاتا اس لئے سارے

کام سرداور کے نائب ایک دوسرے سے مل کر کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد سرداور اندر داخل ہوئے تو عمران احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔ رسمی سلام دعا کے بعد سرداور اپنی کرسی پر بیٹھ گئے تو عمران بھی میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کوئی خاص بات جو اچانک آنا پڑا تمہیں''...... سرداور نے کہا۔

''میرا مقصد آپ کو ڈسٹرب کرنا نہیں تھا''...... عمران نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ میں ڈسٹرب نہیں ہوا۔ میٹنگ مکمل کر لی ہے۔ البتہ تمہاری اچانک آمد پر میں حیران ہو رہا ہوں کیونکہ تم آنے سے پہلے فون کر لیا کرتے ہو''...... سرداور نے کہا۔

''ڈاکٹر کمال احسن نے جو فارمولا گریٹ لینڈ میں مکمل کیا تھا اور پھر وہ اسے وہاں سے چوری کر کے یہاں پاکیشیا لے آئے تھے اور پھر یہاں انہوں نے کسی کو اس فارمولے کے بارے میں اطلاع دینے کی بجائے خاموشی سے کسی سپر پاور کو فروخت کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں حکومت گریٹ لینڈ نے پاکیشیائی حکام کو بھی لکھا۔ وزارت سائنس اور ملٹری انٹیلی جنس نے ڈاکٹر کمال احسن کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ انہیں ٹریس نہ کر سکے۔ گریٹ لینڈ نے اپنی سرکاری ایجنسی گریڈ کے گریڈ ون ایجنٹ فارمولے کے حصول کے لئے یہاں بھیجے۔ مجھے بھی اطلاع مل گئی تو میں نے

ٹائیگر کے ذمے یہ کام ڈال دیا کہ وہ ڈاکٹر کمال احسن کو ٹریس کرے۔ میں نے خود اس میں دلچسپی اس لئے نہ لی تھی کہ فارمولا بہرحال گریٹ لینڈ حکومت کی ملکیت ہے لیکن پھر ٹائیگر پر خوفناک قاتلانہ حملہ ہوا۔ گریٹ لینڈ کے ایجنٹس فوری وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے ٹائیگر کے پھیپھڑوں میں مصنوعی سانس پھونک کر اس کی زندگی کے لئے کوششیں کیں اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم سے ٹائیگر بچ گیا۔ اس پر میں نے براہ راست اس فارمولے پر کام شروع کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے کامیابی دی اور فارمولا میں نے حاصل کر لیا۔ میں نے اس فارمولے کی فائل دیکھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے ایسے کاغذ پر درج کیا گیا ہے جو خصوصی ساخت کا ہے۔ اس کی نہ نقل کی جا سکتی ہے اور نہ ہی تصویر لی جا سکتی ہے اس لئے میں اسے آپ کے پاس لے آیا ہوں کہ آپ اسے دیکھیں کہ کیا واقعی ایسا ہی ہے''...... عمران نے کہا اور ہاتھ میں موجود فائل اس نے سرداور کے سامنے رکھ دی۔

''فارمولا جب آ گیا ہے تو یہاں اس کی نقل کی کیا ضرورت ہے''...... سرداور نے فائل لیتے ہوئے کہا۔

''نہیں سرداور۔ ابھی تک یہ فارمولا گریٹ لینڈ کی ملکیت ہے اس لئے اصول کے مطابق یہ فارمولا ان کو واپس دیا جائے گا اور پھر اس کے ایجنٹوں نے ٹائیگر کی جان بچانے کی کوشش کر کے نہ صرف ٹائیگر پر بلکہ مجھ پر بھی احسان کیا ہے۔ یہ فارمولا میں اس

لئے بھی ان ایجنٹوں کو واپس دینا چاہتا ہوں کہ اس طرح ان کا کسی حد تک بار اتر جائے گا''...... عمران نے کہا تو سرداور نے اثبات میں سر ہلایا اور فائل کو کھول کر غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک وہ فارمولے کو پڑھتے اور دیکھتے رہے اور پھر انہوں نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کر دی۔

''میں نے دیکھ لیا ہے۔ اس کاغذ کی واقعی نہ ہی کاپی ہو سکتی ہے اور نہ ہی تصویر بنائی جا سکتی ہے اور فارمولا بھی ہمارے لئے بے حد اہم ہے لیکن اصول بہرحال اصول ہے۔ اسے واپس کیا جانا اخلاق اور اصول کے عین مطابق ہے لیکن اگر اس کی نقل ہو سکتی تو پاکیشیا کے لئے یہ مستقبل میں فائدہ مند ثابت ہو سکتا تھا''۔ سرداور نے کہا۔

''مستقبل میں کیوں''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''یہ فارمولا بے حد ایڈوانس ہے اور ابھی ہماری لیبارٹریوں میں ایسی مشینری موجود نہیں ہے جن کی مدد سے اس پر کام کیا جا سکے۔ البتہ ایسی مشینری کے پراجیکٹ پر کام ہو رہا ہے اس لئے مستقبل میں جب ہماری لیبارٹریوں میں ایسی مشینری نصب ہو جائے گی تو پھر اس پر کام ہو سکے گا اور اس سے ملک و قوم فائدہ بھی اٹھا سکے گی''...... سرداور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اصولی طور پر اس کی ایک کاپی ہم اپنے پاس رکھنے کے مجاز ہیں کیونکہ یہ فارمولا ہم نے حاصل کیا ہے''...... عمران نے کہا۔

”لیکن کس طرح“...... سرداور نے چونک کر کہا۔

”اگر اس کی فوٹو کاپی یا تصویر نہیں بنائی جا سکتی تو اسے ٹائپ کر کے تو اس کی نقل حاصل کی جا سکتی ہے“...... عمران نے کہا تو سرداور چونک پڑے۔ ان کے چہرے پر تحسین کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”گڈ۔ تم واقعی ذہن استعمال کرتے ہو۔ میرے ذہن میں یہ اینگل ہی نہیں آیا۔ گڈ شو۔ واقعی ایسا ہو سکتا ہے“...... سرداور نے کہا۔

”کتنا وقت لگ جائے گا“...... عمران نے کہا۔

”زیادہ نہیں صرف ایک گھنٹہ اور وہ بھی اس لئے کہ مجھے ساتھ بیٹھنا پڑے گا تاکہ کوئی لفظ غلط ٹائپ نہ ہو جائے“...... سرداور نے کہا۔

”آپ خود کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ اپنے کسی نائب کو ساتھ بٹھا دیں“...... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ یہ بے حد اہم معاملہ ہے۔ معمولی سی غلطی بعد میں ہمارے لئے ناکامی کا باعث بن سکتی ہے“...... سرداور نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر آپ اسے تیار کرائیں میں یہاں بیٹھ کر انتظار کرتا ہوں“...... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ اب تم آ گئے ہو اور تمہیں یہاں بیٹھنا بھی پڑ رہا ہے تو تم ہمارا ایک کام ہی کر دو“...... سرداور نے کہا۔

”آپ حکم کریں سرداور۔ سر پر مالش سے لے کر ٹانگیں دبانے کے سارے کام میں کر سکتا ہوں“...... عمران نے کہا تو سرداور بے اختیار ہنس پڑے۔

”تم شرارتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ ایک سائنسی فارمولے میں یہی الجھن پیش آ گئی ہے کہ شوگران کے سائنس دان بھی اس کا کوئی حل نہیں نکال سکے جبکہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ذہانت بخشی ہے تم اس الجھن کو حل کر لو گے۔ میں لے آتا ہوں فارمولا۔ تم اس پر غور کرو اور میں اس فارمولے پر کام شروع کر دیتا ہوں“...... سرداور نے فائل لے کر اٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ سرداور۔ میں تو سائنس کا طالب علم ہوں۔ اگر وہ الجھن آپ جیسے تجربہ کار سائنس دان اور دوسرے بڑے سائنس دانوں سے حل نہیں ہو سکی تو میں کیا اور میری اوقات کیا“...... عمران نے کہا۔

”اللہ تعالیٰ نے تمہیں خصوصی ذہانت بخشی ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ تم کوئی نہ کوئی حل نکال لو گے“...... سرداور نے مسکراتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گئے۔

”یا اللہ تو ہی عزت دینے والا ہے“...... عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد سرداور ایک فائل اٹھائے واپس آ گئے اور انہوں نے فائل عمران کے سامنے رکھ دی اور پھر اس فارمولے کے بنیادی عناصر کے بارے میں بتانے لگے۔ پھر انہوں نے اس سائنسی

الجھن کے نقص بتانا شروع کر دیئے جس کا حل وہ عمران سے چاہتے تھے۔ یہ واقعی بے حد پیچیدہ سائنسی الجھن تھی۔

"یہ تو واقعی بے حد پیچیدہ سائنسی الجھن ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن مجھے تمہاری ذہانت سے پوری امید ہے کہ تم اس کا درست حل نکال لو گے۔ اب میں ایک گھنٹے بعد آؤں گا"۔ سرداور نے کہا اور مسکراتے ہوئے واپس چلے گئے۔ عمران نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

"یا اللہ۔ اب اس امتحان سے تو ہی مجھے سرخرو کر سکتا ہے"۔ عمران نے کہا اور پھر فائل کھول کر اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ فائل میں صرف چار کاغذ تھے۔ عمران بڑے غور سے انہیں پڑھتا رہا۔ پوری فائل پڑھنے کے باوجود اس کے ذہن میں کوئی بات نہ آئی تو اس نے اسے شروع سے دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا اور پھر اس نے تقریباً چار بار بڑے غور سے اس فائل کو پڑھا۔ پھر اچانک جس طرح گھرے بادلوں میں بجلی کوندتی ہے اس طرح اس کے ذہن میں ایک حل بجلی کے کوندے کی طرح لپکا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ عمران نے اس پر غور کرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر بعد اس کے چہرے پر کامیابی اور اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ تو ہی عزت دینے والا ہے"۔ عمران نے بے اختیار ہو کر کہا اور پھر سائیڈ پر پڑا ہوا کاغذ اٹھا کر

اس نے سامنے رکھا اور جیب سے بال پوائنٹ نکال کر اس نے اس کاغذ پر لکھنا شروع کر دیا۔ وہ مسلسل لکھتا رہا اور جب اس نے لکھنا بند کیا تو تقریباً فل سکیپ کا پورا صفحہ بھر چکا تھا۔ اس نے اسے ایک بار پھر پڑھا اور پھر اسے اٹھا کر فائل کے اندر رکھ دیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد سرداور واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں دو فائلیں تھیں۔

"یہ لو۔ یہ تو اصل فارمولے کی فائل ہے اور یہ اس کی ٹائپ شدہ کاپی۔ میں نے ساتھ بیٹھ کر اس کے ہر حرف کو چیک کیا ہے"...... سرداور نے دونوں فائلیں عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ لیجئے آپ کی فائل۔ میں نے کوشش کی ہے کہ کسی نہ کسی انداز میں اس الجھن کا کوئی حل نکال سکوں"...... عمران نے وہ فائل جس میں اس نے کاغذ لکھ کر رکھا تھا، سرداور کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ سرداور نے فائل لے کر اسے کھولا اور عمران کا لکھا ہوا کاغذ پڑھنے لگے۔ چند لمحوں بعد ان کے چہرے پر کامیابی اور تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

"واہ۔ اسے کہتے ہیں ذہانت۔ کمال ہے۔ اس قدر سادہ سی بات تھی جسے ہم میں سے کوئی بھی نہ سمجھ سکا تھا۔ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے عمران کو پاکیشیا میں پیدا کیا"...... سرداور نے کاغذ کو واپس فائل میں رکھتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''یہ سب آپ کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ پہلوان خود نہیں لڑتے انہیں استادوں کے بتائے ہوئے گر لڑاتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''بہرحال بے حد شکریہ۔ میرا خیال درست ثابت ہوا ورنہ ہم تو واقعی بے حد مغز کھپانے کے باوجود کوئی حل تلاش نہ کر سکے تھے۔ اب اور کوئی کام۔ میں نے ایک اور ضروری میٹنگ اٹنڈ کرنی ہے''...... سرداور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''یہ ٹائپ شدہ فائل آپ اپنے پاس رکھیں کیونکہ یہ جب بھی کام آئے گی آپ ہی اس سے کام لیں گے۔ مجھے اب اجازت دیں''...... عمران نے بھی اٹھتے ہوئے کہا اور پھر رسمی فقرات کہنے کے بعد عمران، سرداور کے ساتھ باہر آ گیا۔ وہاں ڈاکٹر حسن موجود تھا جو عمران کو ساتھ لے آیا تھا۔ سرداور کے کہنے پر ڈاکٹر حسن، عمران کو استقبالیہ تک چھوڑ گیا اور پھر عمران ریڈ لیبارٹری سے باہر آ کر ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ فارمولے کی فائل اس نے تہہ کر کے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ اب اس کی کار کا رخ اس کالونی کی طرف تھا جہاں گریٹ لینڈ کے ایجنٹ پارکر اور مارگریٹ رہائش پذیر تھے۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ وہ صدیقی کو ایک بار پھر ساتھ لے لے لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا کیونکہ اسے خیال آ گیا تھا کہ پارکر اور مارگریٹ دونوں چونکہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہیں اس لئے وہ فوراً سمجھ

جائیں گے کہ صدیقی کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے اور اس طرح صدیقی بطور ممبر پاکیشیا سیکرٹ سروس دوسروں کی نظروں میں آ جائے گا اس لئے اس نے اکیلے ہی ان کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

پارکر اور مارگریٹ دونوں اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ وہ ابھی ابھی واپس پہنچے تھے۔

''اب بتاؤ وکٹر کو فون کیا جائے یا نہیں''...... پارکر نے مارگریٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''پھر کیا کرو گے۔ کہاں سے یہ فارمولا ملے گا''...... مارگریٹ نے کہا۔

''جیسا کہ تم نے کہا تھا کہ یہ کارروائی کسی تربیت یافتہ ایجنٹ کی ہے تو کیا وکٹر اس کا سراغ لگا سکے گا۔ ہمیں خود ہی اس پر غور کرنا چاہئے کہ ایسا کون سا ایجنٹ یا ایجنسی ہوسکتی ہے جو اس فارمولے کے لئے کام کر رہے ہوں اور انہیں کیسے مارک کیا جائے اور کیسے چیک کیا جائے''...... پارکر نے کہا۔

''تم وکٹر کو جارج کی موت کی اطلاع کر دو اور اس سے کہو کہ

وہ جارج کو ہلاک کرنے اور فارمولا لے جانے والوں کا سراغ لگائے۔ کچھ تو وہ کام کرے گا۔ ادھر ہم خود بھی سوچتے ہیں اور اگر ہو سکے تو مرفی اور ہاروے کو بھی اطلاع دے دو''...... مارگریٹ نے کہا۔

''مرفی اور ہاروے کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لوگ ایجنٹوں کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ البتہ وکٹر چونکہ جارج کے بے حد قریب تھا اس لئے اسے کال کیا جا سکتا ہے''...... پارکر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اسے چونکہ وکٹر کا براہ راست نمبر معلوم تھا اس لئے اس سے براہ راست رابطہ ہو گیا۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''وکٹر بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی وکٹر کی آواز سنائی دی جو لاؤڈر کی وجہ سے کمرے میں گونج اٹھی تھی۔

''پارکر بول رہا ہوں وکٹر''...... پارکر نے کہا۔

''اوہ تم۔ کیا ہوا۔ تمہارا کام ہوا ہے یا نہیں''...... وکٹر نے پوچھا۔

''ہم ایک بار پھر ناکام ہو گئے ہیں وکٹر۔ جب ہم جارج کے پاس پہنچے تو وہاں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اسے گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔ ساتھ ہی ہم نے اس کے آفس میں جہاں اس کی لاش پڑی تھی بے ہوش کر دینے والی گیس کی بو بھی سونگھی ہے اور

وہاں سے فارمولا غائب تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم سے پہلے وہاں کسی نے کارروائی ڈال دی ہے اور جارج کو ہلاک کر کے فارمولا لے اڑا ہے''...... پارکر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا واقعی جارج کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ یہاں تو کسی کو اس کا علم تک نہیں''...... وکٹر نے تقریباً چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں خود اس کی لاش دیکھ کر آیا ہوں۔ ہم نے وہاں فارمولے کو بھی تلاش کیا لیکن فارمولا بھی غائب تھا''...... پارکر نے کہا۔

''اوہ۔ گولی مارو فارمولے کو۔ اسے بعد میں تلاش کر لیا جائے گا۔ مجھے فوری اقدامات کرنے ہوں گے''...... دوسری طرف سے چیخ کر کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو پارکر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''اسے اپنا مستقبل عزیز ہے اس لئے یہ تو سمجھو کہ کام سے گیا۔ اب جو کچھ کرنا ہے ہم نے خود کرنا ہے''...... پارکر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''یہی تو میں سوچ رہی ہوں کہ اب ہم کیا کریں۔ کوئی راستہ ہی دکھائی نہیں دے رہا۔ جو راستہ بھی نظر آتا ہے وہ آگے جا کر بند ہو جاتا ہے''...... مارگریٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے چیف سے پوچھا جائے کہ جس طرح جارج

یہاں روسیاہ کا ایجنٹ تھا ایسے ہی یہاں گریٹ لینڈ کا کوئی مستقل ایجنٹ بھی موجود ہو سکتا ہے اور اسے بھی اس فارمولے کا علم ہو گیا ہو تو وہ اسے لے اڑا ہو۔ ہم یہاں پریشان ہو رہے ہیں اور فارمولا واپس گریٹ لینڈ بھی پہنچ جائے''...... پارکر نے کہا۔

''اگر ایسا ہوتا تو چیف ہمیں پہلے ہی آگاہ کر دیتا۔ اب اس صورت حال میں چیف کو اگر ناکامی کے بارے میں بتایا گیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں کوئی سخت سزا دے دے۔ تم جانتے تو ہو اس کی فطرت کو''...... مارگریٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن پھر کیا کیا جائے۔ کہاں پر تلاش کیا جائے اس فارمولے کو''...... پارکر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''جھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دماغ کو ٹھنڈا رکھو۔ تب ہی کچھ سوچا جا سکتا ہے۔ بہرحال کوئی نہ کوئی ہم سے پہلے وہاں پہنچ کر فارمولا لے اڑا ہے۔ اس کا سراغ مل سکتا ہے لیکن اگر ہم پریشان رہے تو پھر مکمل ناکامی ہماری مقدر بن جائے گی۔ تم ملازم کو بلاؤ تاکہ ہاٹ کافی بنا لائے''...... مارگریٹ نے کہا تو پارکر نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے دو بٹن پریس کر دیئے۔

''جیمز۔ دو کپ ہاٹ کافی بنا لاؤ''...... پارکر نے چند لمحوں بعد کہا اور رسیور رکھ دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں ہاٹ کافی کے دو مگ اور

دیگر لوازمات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ایک مگ ان دونوں کے سامنے رکھا اور دیگر لوازمات رکھ کر وہ خالی ٹرے اٹھائے باہر چلا گیا۔

"مرفی سے بات کی جائے"...... پارکر نے مگ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اس سٹونز مارکیٹ والے علاقے میں جا کر کیوں نہ پوچھ گچھ کی جائے۔ جیسے ہماری کار اس گلی میں کھڑی رہی ہے ویسے ہی فارمولا لے جانے والے کی کار بھی تو وہاں کھڑی رہی ہو گی۔ اگر اس کار کے بارے میں معلومات مل جائیں تو آگے بڑھا جا سکتا ہے"...... مارگریٹ نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم نے درست بات کی ہے۔ واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔ مرفی کے آدمی اس بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں"۔ پارکر نے فوراً اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی دور سے کال بیل کی آواز سنائی دی تو وہ دونوں چونک پڑے۔

"کون آ سکتا ہے"...... پارکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کوئی ہو گا۔ جیمز خود ہی نمٹا دے گا"...... مارگریٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن تھوڑی دیر بعد جیمز اندر آیا تو ان دونوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ایک صاحب آئے ہیں۔ ان کا نام علی عمران ہے۔ ان کا کہنا

ہے کہ وہ ٹائیگر کے استاد ہیں اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ آپ کے فائدے کے لئے آپ سے ملنا چاہتے ہیں"...... جیمز نے کہا تو دونوں ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

"ٹھیک ہے۔ لے آؤ انہیں"...... مارگریٹ نے کہا تو جیمز سر ہلاتا ہوا واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"مرفی نے بھی اس کے بارے میں بتایا تھا کہ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے"...... پارکر نے کہا۔

"ہاں۔ ویسے کوئی نہ کوئی خاص بات ہے جو وہ خاص طور پر ملنے آیا ہے"...... مارگریٹ نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک خوشرو اور وجیہہ نوجوان اندر داخل ہوا تو پارکر اور مارگریٹ دونوں بے اختیار اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"میں معذرت خواہ ہوں کہ میں میاں بیوی کی تنہائی میں مخل ہوا ہوں۔ آپ کے ملک میں شاید اتنا محسوس نہ کیا جاتا ہو لیکن ہمارے ملک میں یہ بدتمیزی ہے اور جہاں تک تعارف کا تعلق ہے تو میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور ٹائیگر میرا شاگرد ہے۔ ویسے آپ کو رسمی تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کا نام پارکر اور خاتون جو مسز پارکر ہیں ان کا نام مارگریٹ ہے اور آپ کا تعلق گریٹ لینڈ کی سرکاری ایجنسی گریڈ سے ہے اور آپ گریڈ ون ایجنٹ ہیں"...... عمران نے پارکر کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوری تقریر کر

دی۔ بات کرنے کے دوران اس نے پارکر سے مصافحہ کر لیا لیکن مارگریٹ کی طرف ہاتھ بڑھانے کی بجائے اس نے صرف سر کو معمولی سا خم دے کر سلام کیا اور کرسی پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے وہ میزبان ہو اور وہ دونوں مہمان ہوں۔

''آپ سے پہلے تو کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ پھر آپ ہمیں کیسے جانتے ہیں اور نہ صرف جانتے ہیں بلکہ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارا تعلق کس ایجنسی سے ہے اور ہمارے عہدے کیا ہیں''...... پارکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''معروف لوگوں کو سب جانتے ہوتے ہیں۔ البتہ وہ کم لوگوں کو جانتے ہوں گے اور یہ بھی بتا دوں کہ میں تو آپ کے چیف ہارڈی کو بھی جانتا ہوں اور نہ صرف جانتا ہوں بلکہ اتنا جانتا ہوں کہ جتنا شاید وہ اپنے آپ کو بھی نہ جانتا ہو گا''...... عمران نے کہا تو محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً پارکر اور مارگریٹ دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔ ان دونوں کے چہرے حیرت کی شدت سے بگڑ سے گئے تھے۔ اسی لمحے جیمز اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں چھوٹی ٹرے تھی جس میں اس نے مشروب کا پیکٹ اور سٹرا رکھا ہوا تھا۔ اس نے مشروب کا پیکٹ عمران کے سامنے رکھا اور سٹرا پیکٹ کے اوپر رکھ کر وہ خاموشی سے واپس مڑ گیا۔

''اگر آپ کے پاس مزید پیکٹ نہیں ہیں تو ہم مل کر اسے پی لیتے ہیں''...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا تو اس بار

پارکر اور مارگریٹ دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

''آپ پئیں۔ ہم نے ابھی آپ کے آنے سے پہلے ہاٹ کافی پی ہے''...... پارکر نے کہا۔

''واہ۔ پھر تو پورا پیکٹ مجھے مل گیا۔ گڈ۔ اسے کہتے ہیں مہمان نوازی''...... عمران نے پیکٹ اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ دونوں ایک بار پھر ہنس پڑے۔

''مسز پارکر۔ میں یہاں آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔ آپ نے ٹائیگر کے پھیپھڑوں میں مصنوعی سانس بھر کر اسے نئی زندگی دی ہے اور یہ آپ کا نہ صرف ٹائیگر پر بلکہ مجھ پر بھی احسان ہے کیونکہ میں ٹائیگر کا استاد ہوں اس لئے اس کے میرٹس اور ڈی میرٹس دونوں میں شامل ہوں''...... عمران نے سٹرا پیکٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''یہ میرا فرض تھا مسٹر علی عمران۔ انسانیت کے ناطے اور مجھے یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ ٹائیگر زندہ بچ گیا ہے''۔ مارگریٹ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہم مشرقی لوگ جب تک احسان کا کچھ نہ کچھ بدلہ اتار نہ لیں ہمیں چین نہیں آتا۔ ویسے تو آپ کے اس احسان کا بدلہ نہیں اتارا جا سکتا البتہ اس کے لئے کوشش ضرور کی جا سکتی ہے کہ کسی نہ کسی حد تک اتر جائے اور میں یہاں اسی لئے حاضر ہوا ہوں''...... عمران نے مشروب کے پیکٹ کو میز پر رکھتے ہوئے کہا اور پھر کوٹ کی

اندرونی جیب سے تہہ شدہ فائل نکالی اور اسے مارگریٹ کے سامنے
رکھ دیا۔

''یہ کیا ہے''...... مارگریٹ نے فائل اٹھاتے ہوئے کہا۔ پارکر
کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

''وہ فارمولا جس کے پیچھے آپ بھاگتے پھر رہے ہیں۔ وہ
فارمولا جو ڈاکٹر کمال احسن گریٹ لینڈ سے لے آیا تھا''......عمران
نے جواب دیا تو ان دونوں کے چہروں پر حیرت اڈ سی آئی۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ تو واقعی وہی فارمولا ہے۔ کیا آپ نے جارج کو
ہلاک کر کے فارمولا وہاں سے اڑایا تھا''...... پارکر نے مارگریٹ
کے ہاتھ سے فائل لیتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ظاہر ہے ورنہ یہ فارمولا کیسے آپ تک پہنچ سکتا
تھا''......عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پھر۔ پھر یہ فارمولا آپ ہمیں کیوں دے رہے ہیں۔ کیا
آپ نے اس کی کوئی کاپی رکھ لی ہے''...... پارکر نے کہا۔

''آپ کو بھی معلوم ہے کہ اس کی نہ ہی کاپی ہو سکتی ہے اور نہ
ہی تصویر بنائی جا سکتی ہے اور اگر ہم نے کوئی کاپی رکھنی تھی تو ہم
اصل فارمولا ہی رکھ لیتے۔ اب رہا یہ سوال کہ آپ کو فارمولا کیوں
دیا جا رہا ہے تو اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس طرح
میڈم مارگریٹ کے احسان کا کچھ نہ کچھ بدلہ اتارا جا سکتا ہے اور
دوسرا یہ کہ ہم مشرقی لوگ اخلاقیات کے بہت قائل ہیں۔ یہ فارمولا

پ کے ملک کی ملکیت ہے اور اسے چرا کر یہاں لایا گیا تھا اس
لئے اصول کے مطابق یہ آپ کو واپس دیا جانا چاہئے۔ ہمارا اسے
کھنا غیر اخلاقی ہے۔ اب مجھے اجازت۔ آپ اپنے چیف ہارڈی کو
یرا سلام دے دیں''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ دونوں
بھی ایک بار پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''آپ مشرق کے لوگ واقعی عظیم لوگ ہیں۔ میں آپ کو سلام
کرتا ہوں''...... پارکر نے کہا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

''شکریہ''......عمران نے بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ کرتے
ہوئے کہا اور پھر وہ واپس مڑا تو پارکر اور مارگریٹ دونوں اس کے
پیچھے چل پڑے اور پھر وہ دونوں اسے کار تک چھوڑ کر واپس اس
کمرے میں آ گئے۔

''حیرت ہے۔ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں''۔ پارکر
نے کہا۔

''یہ لوگ واقعی بڑے لوگ ہیں۔ میں نے تو جو کچھ کیا تھا
انسانیت کے ناطے کیا تھا لیکن انہوں نے اس کا یہ جواب دے کر
ثابت کر دیا ہے کہ عظمت کسے کہتے ہیں''...... مارگریٹ نے ایک
طویل سانس لیتے ہوئے کہا تو پارکر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ختم شد